اسلام اور خمینی مذہب

تصنیف

مولانا بدر القادری مصباحی

اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ (ہالینڈ)

باہتمام

حضرت علامہ مفتی محب الرحمٰن محمدی

ناشر

تنظیم اہلسنت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

اسلام اور خمینی مذہب

تصنیف

مولانا بدر القادری مصباحی

اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ (ہالینڈ)

باہتمام

حضرت علامہ مفتی محب الرحمٰن محمدی

ناشر

تنظیم اہلسنت

کتاب	اسلام اور خمینی مذہب
تصنیف	مولانا بدر القادری مصباحی
صفحات	۴۴۰
قیمت مجلد	

ناشر

تنظیم اہلسنت پاکستان

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ ہول سیل پرانی سبزی منڈی نزد عسکری پارک فون:4926110-4910584

☆......ضیاء الدین پبلی کیشنز کھارادر کراچی۔

☆......ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار۔

☆......حاجی نیاز کتب خانہ ملتان۔

☆......زاویہ پبلی کیشنز داتا دربار مارکیٹ لاہور۔

☆......شبیر برادرز اردو بازار لاہور۔

☆......مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور۔

☆......مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

اسلام کو نقصان پہنچانے والے اسلامی روپ میں چوبیس زہریلے
فرقوں کے کفریہ عقائد و نظریات پر مبنی کتاب

چوبیس زہریلے سانپ

اور

مسلک حق اہلسنّت

مؤلف

حضرت علامہ مولانا طفیل رضوی

ناشر

تنظیم اہلسنت کراچی، پاکستان

فہرست اسلام اور خمینی مذہب

عرضِ اوّلیں

الحمد لله الذی اختص نبیہ محمداً صلی الله علیہ وسلم باصحاب کالنجوم، واوجب علی الکافۃ تعظیمھم واعتقاد حقیۃ ما کانوا علیہ لما منجولا من حقائق المعارف والعلوم، واشھد ان لا الٰہ الا الله وحدہ لا شریک لہ شھادۃً اندرج بھا فی سلکھم المنظوم واشھد ان سیدنا محمداً عبدہ ورسولہ الذی حباہ ببرہ المکتوم صلی الله علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ صلوٰۃ وسلاماً دائمین بدوام الحی القیوم اما بعد :۔

اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم ❊ بسم اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللهِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○ (الانعام۔ ۱۵۹)	بیشک وہ جنھوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں، اور ہو گئے گئی گروہ (اے محبوب) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ بتائیگا، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

اسلام، الٰہی نور ہے، جو ہر دور کی کفری آندھیوں اور طاغوتی ظلمتوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے ہم تک پہونچا ہے۔ کسی زمانے کی کوئی باطل تحریک، خواہ وہ کتنے ہی کروفر سے کیوں نہ ابھری ہو، اس دین فطرت کو زیر

رُکر سکی۔

يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكفرون۔ (الصف۔ ۸)

یہ نادان چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے لیکن اللہ اپنے نور کو کمال تک پہونچا کر رہے گا۔ خواہ ناپسند کریں اس کو کافر۔

ہزار کفر کے طوفاں اٹھا کریں کیا غم
خدائی شمع کو پھونکوں سے کچھ گزند نہیں

بنام اسلام روافض وخوارج کا فتنہ کچھ آج کے زمانے کی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ خیر القرون کے بعد ہی مسلمانوں میں ان فاسد ومفسد عناصر کی پیدائش ہو چکی تھی، اور مخبر صادق سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان فرقوں کی زہرناکیوں سے بھی پہلے ہی مطلع فرما دیا تھا۔ اس لئے "سواد الاعظم" یعنی ملت مسلمہ ابتداء ہی سے ہوشیار، اور خبردار رہی، خوارج تو رفتہ رفتہ کالعدم ہوئے، مگر روافض بنام شیعہ زندہ رہے۔ اور درون خانہ اپنی تنظیم وتہذیب کرتے رہے۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سربراہی میں یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں کے ان گنت ٹھکانے شعاع توحید سے جگمگائے۔ اسلام دنیا کی مؤثر آبادیوں تک اپنی عظمت کے پھریرے لہرا چکا تھا، عجمی علاقے تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے زیرنگیں آرہے تھے۔ رومیوں کی قوت جو اس دور کی عظیم طاقت تھی، مسلمانوں کے متواتر حملوں سے مضمحل ہو رہی تھی۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اور صحابۂ عدول کے فیضان سے مالا مال ہو کر، مسلمان جیالوں کے لشکر بری آبادیوں، اور سمندری موجوں کو مسخر کرنے میں مشغول تھے۔ اس دوران کچھ ایسے اسلام دشمن عناصر بھی تھے، جو دین حق کی عمارت کو مسمار کرنے

کی ترکیبوں میں لگے ہوئے تھے۔ زمانہ قدم بقدم آگے بڑھتا رہا۔ اور مسلمان دینی وملی اعتبار سے مضمحل ہوتے رہے۔ اس دوران بہت سے گمراہ فرقے بنام اسلام ابھرے اور فنا بھی ہو گئے۔ مگر رفض، شیعیت کے نام سے پلتا بڑھتا رہا۔

پروپیگنڈہ مہم اور اس کے اثرات

چودہ سو سال کی پوری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر جائیے اس عرصہ میں شیعہ قوم کو کبھی اتنا فروغ حاصل نہیں ہوا۔ جتنا ایرانی انقلاب کے ذریعہ حاصل ہوا۔ ایرانی انقلاب کا ڈرامائی انداز سے پوری دنیا پر ایک اثر محسوس کیا گیا۔ خاص طور سے ان ۴۸ ملکوں پر اثر ہوا جن کی باگ ڈور، بنام اسلام بے کردار مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ یورپین بلاک اور امریکی ملکوں میں خمینی انقلاب کو بطور خاص، اسلامی انقلاب کے نام سے مشہور کیا گیا۔ اس دوران ایران سے شیعی لٹریچر کا ایک طوفان اٹھا اور مسلمانوں کے مطالعہ کی میزیں خمینی کی تصویروں سے پٹ گئیں، اپنی شیعیت کو تقیہ کے پردہ میں چھپانے والے فخر سے سر اونچا کر کے چلنے لگے، اور سارا زور اس پر صرف ہونے لگا کہ دنیا یہ باور کرے کہ شیعیت ہی اسلام ہے اس کی ایک جھلک ایران کے سازمان تصنیفات اسلامی" کی یک سالہ رپورٹ کی روشنی میں ہم نذر قارئین کرتے ہیں واضح رہے کہ یہ ادارہ ۱۹۸۰ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس ادارہ نے مختلف وزارتوں کے تحت ایران کے مختلف صوبوں اور شہروں میں اپنے ۱۴۸ مراکز قائم کئے۔ اور برصغیر جنوب مشرقی ایشیا، یورپ اور افریقہ میں اس کی شاخیں اور دفاتر قائم ہوئے۔

- مبلغین کے شعبہ میں ۲۷۸۲۷ مبلغین دیہاتوں، کارخانوں اور دفاتر میں بھیجے گئے۔
- ۱۲۰۰۰، بارہ ہزار علماء شیعہ کو محاذ جنگ پر تبلیغ کے لئے متعین کیا گیا۔

• پورے ایران میں نماز جمعہ سے پہلے تقریر کے لئے بارہ سو خطباء بھیجے گئے۔

• مختلف شہروں میں ۵۲۰۵ کلاسیں کھولی گئیں۔

• آفسوں، کارخانوں، اور اسکولوں میں ۹۳۲۱ انجمنیں کھولی گئیں۔ جن کی سرپرستی سازمان کرتی ہے۔

• مسائل اور خاص دنوں کے بارے میں ۲ لاکھ کتابیں اور ہینڈ بل تقسیم کئے۔

• تمام عامۃ الورود مقامات پر بک اسٹال، اشتہارات فلمیں دکھانے اور تقریبات وتقاریر کا انتظام کیا۔ شعبہ ثقافت، فنون لطیفہ، فلم یونٹ، تجربیں یونٹ، تھیٹر یونٹ، ادب یونٹ، نیز وزارت صحت وزارت تعمیرات، وزارت محنت وزراعت، ایرپورٹ ریلوے وغیرہ کے شعبوں کے وسیع تر کاموں کو قلم انداز کر کے ہم یہاں محض بین الاقوامی شعبہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

• معارف قرآن کریم کے عنوان سے "فکر اسلامی کانفرنس" کا انعقاد جس میں چار سو سے زائد غیر ملکی علماء نے شرکت کی۔

• سازمان نے نائجیریا، سیرالئون، بنگلہ دیش، برطانیہ، الجزائر، جدہ اسلام آباد، مکہ معظمہ، وغیرہ میں منعقد ہونے والی سرکاری وغیر سرکاری بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمناروں میں اپنے متحرک وفود بھیجے۔

• ۴۵ دن کے تبلیغی دورے پر، اٹھائیس مبلغین کو، جرمنی ہندوستان ارجنٹائن، سوئڈن، تھائی لینڈ، ترکی، فلپائن، پاکستان، آسٹریلیا، اٹلی، چیکوسلواکیہ، مڈغاسکر وغیرہ بھیجے۔ اسی طرح ۴۲ مبلغین پھر بھیجے گئے۔

• تبلیغی کاموں کے جائزے کیلئے ۲۹ میٹنگیں بلائیں۔

• مذہبی موضوعات پر تین لاکھ سے زائد کتابیں غیر ممالک میں ارسال کی گئیں۔ اور روزانہ آٹھ ہزار اخبارات بھیجے جاتے ہیں۔

• ۱۷۵۰ ویڈیو تبلیغی فلمیں۔ سولہ ملی میٹر کی ۹۰ فلمیں اور دو ہزار کیسٹ بھیجے گئے۔

• ایک سو چالیس غیر ملکی تنظیموں کی سرپرستی اور مالی اور فکری امداد شروع کی گئی۔

• انگریزی زبان میں "تہران ٹائمز" عربی، انگریزی اردو میں مجلہ التوحید اور توحید، بچوں کے لئے دو ماہی الہدیٰ جاری کئے گئے جو ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

• عربی، فارسی۔ اردو، انگریزی، فرانسیسی، سواحلی، اور کردی زبانوں میں نیز بچوں کے لئے الگ الگ عنوانات پر سینکڑوں کتابیں طبع کر کے دنیا بھر میں مفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ؔ

(ملخصاً مجلہ توحید جلد۱ شمارہ ۴ ص ۱۶۲ تا ۱۸۰)

ایران کے انقلاب نے دنیا بھر کے شیعوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا کر دی، اور آج تک کتمان کے شیعی قانون پر عمل کرنے والے اور امام غائب کے ظہور تک جہاد کو ناجائز خیال کرنے والے، شیعیت کی اشاعت پر کروڑوں کی دولت لگانے اور منسوخ جہاد کے حکم کو بالائے طاق رکھ کر جنگ پر کمربستہ ہوگئے۔

مسلمانوں میں سے بھی کئی لوگ خمینی تحریک کو اسلامی تحریک، اور ایرانی نظام حکومت کو اسلامی گردان رہے ہیں۔ پاک وہند کی مودودی جماعت کے ترجمان جناب اسعد گیلانی صاحب کا بیان پڑھئے۔

ــہ واضح رہے کہ یہ جائزہ محض ۸۳ء تک کا ہے جبکہ ایران جنگ کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اس کے بعد اس میں کس قدر اضافہ ہوا ہوگا۔ محتاج بیان نہیں۔

"دنیا کے مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ
اس (ایرانی) انقلاب کو کامیاب کرنے کے لئے، اپنی
ساری توانائیاں صرف کریں۔ ناکامی کی صورت میں
کوئی شخص دنیا کو یہ کہہ کر مطمئن نہیں کر سکے گا کہ یہ تو شیعہ
انقلاب تھا۔ اسلامی انقلاب نہیں تھا۔ دنیا نہ ان کے
انقلاب کو شیعہ انقلاب تسلیم کرتی ہے۔ اور نہ دوسرے
کسی انقلاب کو سنی انقلاب تسلیم کرے گی۔
یہ تو مسلمانوں کے گھر کے تفریقات ہیں۔ کافر دنیا
تو صرف اسلام کو جانتی ہے۔ وہ یہ ناکامی اسلام کے
کھاتے میں ڈال کر اپنی گمراہی پر اور زیادہ مطمئن ہو جائے
گی اور یہ اسلامی دنیا کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔" [1]

ملاں تو جناب مودودی صاحب خود خمینیت سے کافی متأثر تھے جس کا ثبوت ہم نے اپنے مقالہ "خمینی مودودی قدر مشترک" میں فراہم کیا ہے جب رہنمائے جماعت ہی کا یہ حال ہو تو پیچھے چلنے والے اگر مزید کچھ آگے بڑھیں تو تعجب کیا۔؟ مثلاً اخبارات کی یہ خبر کہ۔

"میاں طفیل محمد اور اسلامی تحریکوں کے نمائندوں
نے تہران میں آقائے خمینی کی امامت میں نماز ادا کی۔
انھوں نے کہا کہ آقائے خمینی دنیا کے مسلمانوں کے رہنما
ہیں۔" (نوائے وقت راولپنڈی ۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء)

عام مسلمان بنیادی طور پر شیعی عقائد اور اعمال کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ شیعہ مسلمانوں میں کے وہ افراد ہیں جو ماہ محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ اور ان کے تمام معتقدات مسلمانان اہلسنت ہی کی

[1] سفرنامہ ایران سید اسعد گیلانی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور صفحہ ۲۲۵

طرح ہیں۔ اسی طرح شیعوں نے اپنے رسائل، مجلات اور اشتہارات میں اپنے معتقدات و مقاصد کی تائید میں اسلامی کتب کے حوالوں کو بھی جا و بے جا استعمال کر کے گمراہی کا ایک سیلاب جاری کر دیا۔ اہل تشیع کے اس تقیہ کو مسلمان عوام تو عوام کم خواندہ ائمہ مساجد اور اہل خانقاہ نے بھی نہیں سمجھا۔ مجلہ توحید قم کے بیشتر مضامین اسی پالیسی کے تحت لکھے جاتے ہیں۔ ناروے کے سہ ماہی شیعی میگزین "سفینہ" کے ایک شمارہ پر تبصرہ کے ساتھ انڈیا کے نفیس حیدر ہلوری کا مشورہ ملاحظہ کیجئے!

"دوسرے شمارہ کے سرورق پر امام شافعی کا شعر
دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی ...... قرآنی معلومات
کے ساتھ فضیلت معصومین سے متعلق احادیث نبوی
کی اشاعت بھی مناسب رہے گی۔ جس میں صحیح
بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ، ترمذی شریف نیز کنز العمال
وغیرہ کے ماخذ بہتر رہیں گے۔"

(سہ ماہی سفینہ اوسلو ناروے جلد ۲ شمارہ ۱ صفحہ ۳۰)

حقیقی اسلام کے روئے تاباں کی جانب بڑھتی ہوئی گھٹاؤں بدلیوں کو دیکھ کر کچھ ذی شعور انسانوں کی غیرت ملی بیدار ہوئی اور ان کے تقاضہ پر فقیر نے رد شیعیت و خمینیت میں چند مضامین سپرد قلم کئے ہیں۔ اگر ان کے مطالعہ سے چند سینوں کے اندر بھی شمع ایمانی کی حفاظت ہو گئی تو میں اپنی محنت کو بار آور خیال کروں گا۔ رب کریم مجھ بندۂ عاصی کو یار غار نبی کے انوار خاکِ قدم سے بہرہ مند فرمائے۔ اور طفیل آل و اصحاب مصطفیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

محمد القادری غفرلہٗ

قرآن اور صحابہؓ

امام خمینی کی نظر میں

زیرِ نظر کتابچہ دراصل مبلغِ اسلام مولانا سید سعادت علی قادری صاحب کی کتاب "ایران کا نام نہاد اسلامی انقلاب" کے لیے بطورِ مقدمہ لکھا گیا تھا۔ جسے اہلِ خلوص کے جذبۂ اشاعتِ حق نے، الگ ایک مستقل رسالے کی شکل دے دی۔

مقصود بھولے بھالے عوامِ اہلِ سُنّت کو جناب خمینی صاحب اور ان کی نام نہاد انقلابی اسکیم سے محفوظ رکھنا ہے۔ واللہ خیرٌ حافظا وھو ارحم الراحمین

موسم نے پرندوں کو یہ بات بتا دی ہے
اس جھیل پہ خطرہ ہے اس جھیل پہ مت جانا

بدر القادری
۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

باسمہٖ وحمدہٖ تعالیٰ وتقدس، والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

غلو اور اہانت

فطرتِ انسانی کے امراض میں سے مہلک ترین بیماریاں "غلو" اور "اہانت" بھی ہیں۔ غلو غیر ضروری اظہارِ محبت کی پیداوار ہے اور اہانت نفرت کی نچلی سطح کی اپج۔ اگر فرد یا قوم حقیقی خشیتِ الٰہی سے آزاد ہو کر کسی سے تعلق قائم کرتے ہیں تو عام طور پر یہ عارضہ انھیں اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ دینِ اسلام کے علاوہ ادیان کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے والا یہ حقیقت پا لیتا ہے کہ ان میں سے شاید ہی کوئی دین ایسا ہو جو افراط و تفریط کا شکار نہ ہوا ہو۔ اس وقت ہم اس سے بحث نہیں کرتے کہ ان کے پسِ پشت کون سے عوامل الگ الگ کارفرما ہوئے۔

مسیحیت میں خدا کے برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے "ابن اللہ" ہونے کا عقیدہ اور رہبانیت ——— یہود کے نزدیک حضرت عزیر علیہ السلام کے فرزند اللہ ہونے کا تصور، نیز یہود کا پیغمبرِ آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کھلا عناد، اور ان کی امت سے جبلّی بغض۔ بودھ دھرم کا انسانی سماج اور اس کے متعلقات سے بغاوت اور فرار، یہ سب افراط و تفریط کی کھلی نظیریں ہیں،

اسی طرح کلمۂ طیبہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے بھی کچھ لوگ انسانی فطرت کے ان امراض میں مبتلا ہوئے۔

بزار، حاکم اور ابو یعلیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔ تمھاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے اُن سے یہاں تک بغض و عداوت کی کہ ان کی ماں پر بہتان لگایا۔ اور نصاریٰ نے اُن سے محبت کی تو اتنی کہ جس کے وہ لائق نہ تھے۔ یاد رکھو دو چیزیں انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ ایک تو اتنی محبت کہ وہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو حقیقت میں اس کے اندر موجود نہ ہوں۔ دوسرے اس قدر شدید بغض و عداوت کہ بُرا کہتے کہتے تہمت لگانے سے بھی نہ چوکے۔"[1]

[1] تاریخ الخلفاء (ترجمہ) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی صفحہ ۲۲۶

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کی شخصیت سے غلو کی حد تک محبت کرنے والے روافض اپنے عمل محبت اور اس کی بے اعتدالی کے نتیجے میں تباہ و برباد ہوئے۔ اور خوارج مخالفت کو معاندت تک پہنچا کر طرح طرح کی الزام تراشیوں اور اتہام کو شیوں کا شکار ہو گئے اور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ثابت ہو گیا کہ ذاتِ حضرت علی سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی طرح بے محابا محبت کرنے والے بھی ہوئے اور بغض و عناد رکھنے والے بھی ہوئے

فرقہ یزیدیہ

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح کچھ اور شخصیات بھی غلو اور اہانت کا نشانہ بنیں۔ جیسے حضرت امیر معاویہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے غلو محبت کی مثال میں فرقۂ یزیدیہ کو پیش کیا جا سکتا ہے، اس فرقے کے بارے میں چوتھی صدی ہجری کے محقق سیاح علامہ مقدسی بشاری "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" میں روشنی ڈالتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"بغداد میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو حُبِّ معاویہ میں غلو کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک بار جامع مسجد واسط میں لوگ ایک شخص کے گرداگرد جمع تھے، اور وہ ان سے مستند طور پر بیان کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن معاویہ کو اپنے پاس بلا کر پہلو میں بٹھائے گا اور اپنے دستِ خاص سے ان کی نقاب کشائی کر کے خلقت کے سامنے عروس نو کی طرح جلوہ گر کرے گا۔ جب میں نے اس کو ٹوکا تو اس نے کہا اس رافضی کو پکڑو، اس کے کہنے پر لوگ مجھ پر جھپٹے مگر کچھ شناساؤں نے بیچ بچاؤ کر کے مجھے بچا لیا"۔[۱]

علامہ مقدسی اسی فرقے کا ایران میں بھی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں

"مجھے اصفہان کے اندر ایک بڑے عابد و زاہد کی خبر دی گئی، میں زیارت اور حصولِ برکت کے ارادے سے ان کے پاس گیا۔ باتوں باتوں میں میں نے پوچھا "صاحب" کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے لعنت بھیجی اور کہا اس نے ہمارے سامنے نیا مذہب پیش کیا ہے۔ صاحب کہتا ہے معاویہ رسول نہیں ہیں۔ میں نے کہا ان کے بارے میں

[۱] احسن التقاسیم مطبوعہ یورپ ص ۱۲۶

آپ کا کیا خیال ہے۔ اس نے جواب دیا میں تو وہی کہتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (ہم رسولوں میں تفریق نہیں کرتے) ابوبکر رسول تھے، عمر رسول تھے، عثمان و علی رسول تھے اور معاویہ بھی رسول تھے۔ میں نے کہا ایسا نہ کہیے خلفاء اربعہ تو خلیفہ تھے اور معاویہ بادشاہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

الخلافة بعدی ثلاثین سنة ثم تکون ملکا (میرے بعد تیس سال خلافت رہے گی پھر بادشاہت ہو جائے گی) وہ شخص میری بات سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پر طعن و تشنیع کرنے لگا اور مجھے رافضی کہنے لگا۔[۱]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت تو کیا کہنا بہت بلند ہے آپ یقیناً رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور کاتبِ بارگاہ ہیں یہ فرقہ نامرضیہ یزید کے بارے میں نبوت و رسالت کا قائل اور ایک طبقہ (صد بار معاذ اللہ) اسے خدا تک مانتا تھا[۲] اس فرقہ کی تردید میں ایک رسالہ "رسالۂ عدویہ" لکھا گیا تھا جس کا حوالہ المنتقیٰ کے حاشیہ پر موجود ہے،

حسب فرمانِ نبوی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ذاتِ گرامی کو بھی شیعہ حضرات نے غلو کی نظر سے دیکھا اور ان سے ایسے اوصاف منسوب کیے جو حقیقتاً ان میں نہیں تھے اور ان کی تبعیت میں حضرات حسنین کریمین۔ خاتونِ جنت بی بی فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور ان کی اولاد و امجاد ائمہ قدست اسرارہم کے مراتب و مقاماتِ عالیہ کے سلسلے میں غلو کا شکار ہو گئے ———

ایک طرف افراط میں ان حضرات کو حد سے بہت بڑھایا اور دوسری طرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں مبتلائے تفریط ہو کر ان کی اہانت کے مرتکب ہو بیٹھے۔ اس طرح اپنا ایک نیا فرقہ بنا بیٹھے۔ جو

ما انا علیہ واصحابی (جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)

سے بالکل الگ تھلگ ڈگر پر چل پڑا۔ نئے افکار و خیالات کو نئی زمین پر نئے سنگ و خشت کی

[۱] احسن التقاسیم ص ۳۸۹

[۲] حاشیہ المنتقیٰ مطبوعہ مصر ص ۲۸۰

مدد سے مدوّن و مرتب کیا جس کا اہلسنت وجماعت سے کوئی تعلق نہ رہا۔ گویا یہ ایسے جذبات کہ

ہم پیروئ قیس نہ فرہاد کریں گے
کچھ طرزِ جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ذیل میں ہم محض کلامِ الٰہی "قرآن مجید اور صحابۂ رسول کے تعلق سے کُل عالمِ اسلام اور غیر مسلم مفکرین کے متفقہ عقائد و خیالات ــــــ اور فرقہ شیعہ کے منفی نظریات کا جائزہ لیں گے اور ان سے ہم سنیوں کے تعلقات کی کیا نوعیت ہونی چاہیے۔ اس بارے میں عرضداشت پیش کریں گے۔

ورنہ ویسے تو شیعیت میں ان موضوعات کے علاوہ متعدد اہم معتقدات ہیں جو بلاواسطہ اسلام، قرآن اور اسلام کے حقیقی نظریات سے متصادم ہوتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہ شیرِ خدا کی نظر میں

یہ بات مشہورِ عام ہے کہ شیعہ حضرات حضور سیدِ عالم سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حضور کا خلیفہ جانشین اور امیر المومنین سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ حضور نے ان کو امامت و خلافت خود سونپ دی تھی، اور ہر لحاظ سے انہی کی نامزدگی فرمائی تھی۔ حالانکہ حقیقتِ حال بالکل اس کے برعکس ہے۔ احادیث و آثار اور تاریخ اسلام کی روشن دلیلیں اس عنوان کے محققین نے اپنے اپنے مقام پر پیش کی ہیں۔ میرے نزدیک یہاں اس کی سب سے مناسب سند خود صاحبِ معاملہ کے فرمودات ہیں جو اپنے استناد اور تحقیق کے لحاظ سے جبلِ شامخ سے وزنی اور فولاد سے مضبوط تر ہیں۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا (جسے بزار نے روایت کیا ہے)

ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستخلف علیکم[1]	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ بنایا ہی نہیں کہ میں بناؤں

یہ وہ فرما رہے ہیں جن کی خلافت و امامت بلافصل ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ اور جن شیخین کریمین صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے ایمان و اعمال کا دامن دودھ سے زیادہ اجلا اور جن کے خلوص و ایثار فی اللہ کی چادر بدرِ کامل سے شفاف ہے اُن پر کیچڑ اچھالی جاتی

[1] الصواعق المحرقہ صہ ۲۶

مسئلۂ خلافت

خلافتِ نبوی حقداروں ہی کو پہنچے، اور رسول اکرم و اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسندِ مبارک پر حقدار ہی بیٹھیں، اس کی فکر بعد کے مسلمانوں سے زیادہ ان جاں نثار صحابۂ کرام اور اہلِ بیت اطہار کو تھی جن کے لیے تاریخ اسلام کے ابواب لکھے گئے۔ چنانچہ وہ حضرات اس بارے میں خود رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئے۔ اس تابناک حقیقت کو حدیث کے آئینے میں دیکھیے

دار قطنی نے خود مولا علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے فرمایا

دخلنا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا قال لا ان یعلم اللہ فیکم خیرا یولّ علیکم خیرکم	ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ہم پر کسی کو خلیفہ فرما دیجیے" ارشاد ہوا، نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ تم میں بھلائی دیکھے گا تو جو تم سب میں بہتر ہے اُسے تم پر والی فرما دے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کو سب حاضرین صحابۂ کرام نے سُنا، قبول کیا۔ خود مولا علی کرم اللہ وجہہٗ نے اس کے بعد کیا فرمایا وہ قابلِ ملاحظہ ہے۔ اور یہ ان کے دعویدارانِ محبت کے بہتان و افترا کو بے نقاب کرتا ہے۔

قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعلم اللہ فینا خیرًا فولّی علینا ابا بکر	حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم میں بھلائی دیکھی تو حضرت ابوبکر کو ہمارا والی بنا دیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے ان کے دورِ خلافت میں امامت و خلافت کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت و امامت کے بارے میں آپ کو کوئی عہد و قرار تھا۔ ؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے میرے پاس کوئی عہد ہوتا تو میں ابوبکر و عمر کو منبر پر نہ جانے دیتا۔ اور ان سے قتال کرتا چاہے

میری اس چادر کے سوا کوئی میرا ساتھ نہ دیتا۔ لیکن بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یکایک) قتل تو نہیں کیے گئے یا آپ کا اچانک انتقال تو نہیں ہوا۔ بلکہ کئی شب و روز حضور کو مرض میں گزرے۔ مؤذن آتا نماز کی اطلاع دیتا ـــــ حضور ابوبکر کو نماز کا حکم فرماتے۔ حالانکہ میں حضور کے پیشِ نظر موجود ہوتا۔ پھر مؤذن آتا اطلاع دیتا۔ حضور ابوبکر ہی کو امامت کا حکم دیتے، حالانکہ میں کہیں غائب نہیں تھا۔ اور خدا کی قسم ازواجِ مطہرات سے ایک بی بی نے اس معاملے کو ابوبکر سے پھیرنا چاہا تھا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں مانا۔ اور غضب کیا۔ فرمایا۔ تم وہی یوسف والیاں ہو ـــــ ابوبکر کو حکم دو امامت کرے ـــــ پس جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ـــــ ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دنیا یعنی خلافت کے لیے بھی اسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا تھا کہ نماز تو اسلام کی بزرگی اور دین کی درستی تھی۔

فبایعنا ابابکر رضی اللہ عنہ و کان لذالک اھلاً لم یختلف علیہ منا اثنان	لہٰذا ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور وہ اس کے لائق تھے ہم میں سے کسی نے اس بارے میں خلاف نہ کیا۔

پس میں نے ابوبکر کو ان کا حق دیا۔ اور ان کی اطاعت لازم جانی، اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے لشکروں میں جہاد کیا۔ جب وہ مجھے بیت المال سے کچھ دیتے میں لے لیتا۔ اور جب لڑائی کے لئے بھیجتے میں جاتا۔ اور ان کے سامنے اپنے تازیانے سے حد لگاتا۔[1]

پھر آگے چل کر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہی مضمون امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم اور امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے اس عنوان پر اپنے رسالۂ مبارکہ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق میں نفیس اور شافی بحث فرما کر موضوع کو منقح کر دیا ہے۔ دورانِ بحث ایک مقام پر لکھتے ہیں

[1] الصواعق المحرقۃ للامام ابن حجر المکی (م ١٩٧٤ھ) مطبوعہ مصر ص٢١ بحوالہ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق لمولانا احمد رضا خان البریلوی مطبوعۃ المجمع الاسلامی مبارکپور ص ٢٠٥،

"اللہ عزوجل کی بے شمار رحمت و رضوان و برکت، امیر المؤمنین اسدِ حیدر، حق گو، حق داں، حق پرور کتّم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ پر کہ اس جناب نے مسئلۂ تفضیل کو بغایت مفصل فرمایا، اپنی کرسیٔ خلافت و عرشِ زعامت پر برسرِ منبر مسجد جامع و مشاہد و مجامع، و جلواتِ عامہ و خلواتِ خاصہ میں بطرقِ عدیدہ، تائیدِ مدیدہ، بپیدوصات ظاہر و انکشاف، محکم و مفسّر، بے احتمال دگر حضرات شیخین کریمین، وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی ذاتِ پاک اور تمام امتِ مرحومہ سید الولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل و بہتر ہونا ایسے روشن و ابین طور پر ارشاد کیا جس میں کسی طرح شائبۂ شک و تردد نہ رہا۔ مخالفِ مسئلہ کو مفتری بتایا، اسّی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا"[1]

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے خود خلفائے ثلاثہ کی خلافت و افضلیت کو نہ صرف تسلیم فرمایا ہے بلکہ اس کے خلاف باتیں بنانے والوں کو افترا کے جرم میں اسّی کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ اور مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کے ان اقوال کی روایت نہایت مستند، مستحکم اور مضبوط ہے۔ صحابہ و تابعین میں سے اسّی مبارک شخصیات ان کی روایت کرنے والے ہیں۔ امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ لکھتے ہیں

قال الذھبی وقد تواتر ذالک عنہ فی خلافتہ وکرسی مملکتہ وبین الجم الغفیر من شیعتہ ثم بسط الاسانید الصحیحۃ فی ذالک قال ویقال رواہ عنہ نیف وثمانون نفسا وعدد منھم جماعۃ ثم قال فقبح اللہ الرافضۃ ما اجھلھم[2]	ذہبی نے کہا تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے یہ بات اپنے دورِ خلافت و حکومت میں کثیر مصاحبین کے درمیان فرمائی۔ بعد ازاں اس بارے میں صحیح سندوں کو تفصیل سے ذکر کیا۔ اور کہا کہ محدثین کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس امر کی روایت کرنے والے اسّی سے زیادہ صحابہ و تابعین ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت کا ذکر بھی کیا۔ اور کہا خدا روافض کو ذلیل کرے کس قدر جاہل ہیں۔

[1] غایۃ التحقیق ص

[2] الصواعق المحرقۃ ص٣١

ایسے دلائل قاہرہ باہرہ کے ہوتے ہوئے اگر کوئی فرد یا فرقہ نامُرادان اجلہ صحابۂ کرام کو مطعون اور موردِ الزام ٹھہراتا ہے تو وہ خود نگاہِ مرتضوی میں گیا ہے۔ شیرِ خدا کا غضب حیدری اسے کہاں معاف فرمائے گا۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں ؎

جن کی تائید میں ہم دار و رسن تک پہنچے
خود وہی کہتے ہیں یہ تو کوئی دیوانہ ہے

جلالِ مرتضوی

خلفاءِ ثلٰثہ رضوان اللہ علیہم پر مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کی تفضیلت کی بانگ لگانے والے دیکھیں خود حضرت شیرِ خدا کا ایسے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہے اور اپنے دورِ گرامی میں ایسی جسارت کرنے والوں کو آپ نے کس خانے میں ڈالا، ملاحظہ کریں

امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل تلحی کی کتاب السنۃ سے امام ابن حجر مکی نقل کرتے ہیں، علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خبر ملی کہ کچھ لوگ انھیں حضرات شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ آپ یہ سُن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر میں نے پہلے سے حکم سُنا دیا ہوتا تو ایسا کہنے والے کو یقیناً سزا دیتا۔ آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے۔ اس پر مفتری کی حد یعنی اسّی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا: بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد افضلِ امت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر خدا خوب جانتا ہے کہ ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے۔

علقمہ کہتے ہیں کہ مجلس میں سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا بخدا اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے (رضی اللہ عنہم اجمعین) [1]

دیکھا آپ نے دنیائے رافضیت جس کے سلسلے میں غلو کا شکار ہو کر صحابۂ کبار اور عشاقِ رسول کی عظمت کے حلقوم پر خنجر زنی کرنا اپنا شعار بنا چکی ہے۔ خود وہ جلالت و عظمت و سیادت و صداقت کے پیکر

[1] الصواعق المحرقة ص [illegible]

ایسے لوگوں پر کوڑوں کی سزا جاری فرما رہے ہیں ؎

جن کی خاطر سب کچھ چھوڑا عالم سے پیکار کیا
وہ آشوبِ شہر کا باعث میری ذات بتاتے ہیں

خود انھوں نے فرمایا

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کے قلبِ مبارک میں خلفائے ثلٰثہ اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کتنی عظمت تھی اور ان کے بارے میں وہ جن نظریات کے حامل تھے وہ بعد کے شیعی خرافات سے کتنا بعد المشرقین رکھتے ہیں۔ اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کی ایسی شان دیکھی ہے کہ تم میں سے کسی کو ان کا مشابہ نہیں پاتا، وہ صبح کو اس حال میں نظر آتے تھے کہ بال بکھرے، غبار آلود ہیں۔ رات انھوں نے سجدے اور قیام میں گزاری ہے۔ کبھی وہ اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تو کبھی رخساروں پر، یادِ قیامت سے ایسے بے چین نظر آتے تھے، گویا انگاروں پر کھڑے ہوں۔ ان کی پیشانی ایسی لگتی جیسے کثرتِ سجود سے سخت اور خشک ہو گئی ہو۔ بکری کی ٹانگ کے مثل۔ اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھیں یوں اشکبار ہو جاتیں کہ گریبان اور دامن تر ہو جاتے۔ سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح لرزاں رہتے جیسے تیز آندھی میں درخت!!

متنِ خطبہ یہ ہے لقد رأیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فما اریٰ احدا یشبھھم منکم، لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما، یراوحون بین جباھھم وخدودھم ویقفون علی مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکب المعزیٰ من طول سجودھم اذا ذکر اللہ ھملت اعینھم حتی تبل جیوبھم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب [1]

حضرات شیعہ کے نزدیک چار صحابہ حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، حضرت مقداد بن الاسود حضرت عمار بن الیاسر رضی اللہ عنہم کے علاوہ تمام صحابۂ کرام (معاذ اللہ) حضور کے بعد مرتد ہو گئے۔ اور

[1] نہج البلاغۃ تحقیق الدکتور صبحی الصالح، طبع دار الکتاب اللبنانی بیروت ص ۱۲۳

حال یہ ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ اپنے دورِ خلافت کے خطبہ میں اپنے سے پہلے صحابۂ کرام کی توصیف اس انداز سے فرما رہے ہیں۔ بہ نگاہِ انصاف دیکھئے کہ یہ کن صحابۂ کرام کی تعریف ہو رہی ہے؟ صاف پتہ چل جائے گا کہ سیدنا بابِ مدینۃ العلم کے ممدوح وہی صحابہ ہیں جو حضرات شیعہ کے نزدیک قابلِ لعنت و ملامت ہیں ؎

اے چشمِ شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

یہ کون کہہ رہا ہے؟

خلفائے راشدین کے مبارک عہد کی خیرات ہے کہ اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں متعارف ہوا۔ وہ مقدس حضرات خود کو ذاتِ رسول میں فنا کر چکے تھے، اسی لیے اصولِ اسلام میں خلفاءِ راشدین کا طریقہ سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا اہم مبدأ اور ماخذ ہے۔ اور دنیا کے کسی ذی فہم انسان نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔ انگلش زبان میں اسلامی اسکالر کی حیثیت سے جسٹس امیر علی کا نام کون نہیں جانتا۔ یہ خود شیعہ خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود جب اسلام کی تاریخ لکھنے بیٹھے تو انھیں خلفاءِ ثلاثہ کی بے داغ شخصیات اور کارناموں کو خراجِ تحسین پیش کرنا پڑا۔ ان کی انصاف پسندی، سادگی، اور محنت و مشقت، اور حُسنِ کردار و عمل کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں

"جس مضبوطی سے خلفاءِ راشدین نے خود کو عوام کی بھلائی کے کاموں کے واسطے وقف کر رکھا تھا اور جس قدر سادگی سے وہ زندگی گزارتے تھے وہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوہ کی پوری پوری تقلید تھی، انھوں نے خدم و حشم اور ظاہری شان و شوکت کے بغیر محض اپنے حُسنِ کردار اور علوِ سیرت کی مدد سے لوگوں کے قلوب پر حکومت فرمائی" [۱]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسندِ خلافت پر بٹھانے والوں میں تمام مسلمانوں کے ساتھ اہلِ بیتِ رسول بھی شامل تھے اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

[۱] ترجمہ SPIRIT OF ISLAM روحِ اسلام صفحہ [illegible]

"ابوبکر اپنی دانشمندی، و اعتدال پسندی کے باعث خاص امتیاز کے مالک تھے، ان کے انتخاب کو حضرت علی اور خانوادۂ نبوت نے اپنی روایتی دریادلی، اخلاص، اسلام سے شیفتگی، اور دلی وابستگی کی وجہ سے تسلیم کیا" [۱]

جسٹس امیر علی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لازوال کارناموں کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جن کے چند جھروکے آپ نے ملاحظہ کیے۔ یوں ہی حضرت سیدنا فاروقِ اعظم (حق و باطل میں فرق کرنے والے فرزندِ اسلام) رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ ناز میں گلہائے تحسین لٹاتے ہوئے لکھتے ہیں

"حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر دورِ خلافت ریگستانی قبیلوں میں امن و امان قائم کرنے میں ہی صرف ہو گیا۔ انھیں صوبوں کی باقاعدہ تنظیم کی مہلت نہ ملی لیکن حضرت عمر جو صحیح معنوں میں ایک عظیم انسان تھے مسندِ خلافت پر بیٹھے، تو اس وقت محکوم قوموں کی فلاح و بہبود کے بارے میں انتھک کوششوں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو ابتدائی مسلم حکومت کا طرۂ امتیاز ہے" [۲]

اسلام کا وہ جیالا لازوال اخلاق و کردار کی پختگی، انصاف و دیانت کی عظمت کا کتنا عظیم پیکر تھا اور حضرت عمر فاروق کا دور اسلام کا زرّین دور تھا۔ اس اظہر من الشمس حقیقت کو شیعہ میں سے ایک غیر متعصب صاحبِ قلم کے ذریعہ ملاحظہ کیجیے

"حضرت عمر کی جانشینی، اسلام کے لیے بڑی قدر و قیمت کی حامل تھی، وہ اخلاقی طور پر ایک مضبوط طبیعت و سیرت کے آدمی، انصاف کے بارے میں نہایت با اصول اور حساس، بڑی قوتِ عمل اور پختہ کردار کے انسان تھے" [۳]

اسی کتاب میں آگے چل کر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد عالمِ اسلام کے عظیم خسارے کا ذکر کرتے ہوئے نہایت فراخ دلی سے اُن کے محاسن کو سراہتے ہیں

[۱] A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P.27

[۲] روحِ اسلام صفحہ [illegible]

[۳] A SHORT HISTORY OF SARACENS P.27

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسلام کے لیے ایک بڑا سانحہ اور خسارہ تھا۔ آپ سخت لیکن منصف، دُور بین، اپنی قوم کی فطرت و مزاج کا وسیع تجربہ رکھنے والے، ایک ایسی قوم کی رہنمائی کے لیے بہت موزوں تھے، جو بے آئینی کی دلدادہ۔ اپنے مضبوط ہاتھ میں تازیانہ رکھتے ہوئے خانہ بدوش قبائل اور ان نیم وحشی لوگوں کے فطری رجحانات کو انھوں نے قابو میں رکھا اور ان کو اس وقت اخلاقی گراوٹ سے بچالیا، جب ترقی یافتہ شہروں کے عیش و عشرت اور وسائل راحت، اور مفتوحہ ملکوں کی دولت سے اُن کا سابقہ پڑ رہا تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ وہ اپنی رعیت کے ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی دسترس میں تھے، رات میں لوگوں کی حالت معلوم کرنے کے لیے بغیر کسی محافظ یا مصاحب کے گشت کرتے۔ یہ اُس شخص کی حالت تھی جو اپنے وقت کا سب سے طاقتور حکمران تھا لہ

صحابۂ کرام غیروں کی نظر میں

الفضل ماشھدت بہ الاعداء کے مطابق اس وقت ایک مشہور مستشرق کی تحریر بھی سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد سے سلطنتِ اسلام میں سب سے بڑے شخص عمر تھے کیونکہ انہی کی فراست و استقلال کا نتیجہ تھا کہ محض دس سال کے عرصے میں شام، مصر، فارس کے علاقے جن پر اس وقت تک اسلام کا قبضہ رہا ہے۔ تسخیر ہو گئے ۔۔۔۔۔۔ مگر ایسی عظیم الشان سلطنت کے فرماں روا ہونے کے باوجود آپ کو کبھی اپنے فیصلے، دانائی اور متانت کی میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی، آپ نے سردارِ عرب کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب کے ساتھ، اپنے کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز صوبوں سے لوگ آتے، اور صحن مسجدِ نبوی کے چاروں

لہ A SHORT HISTORY OF THE SARACENS P. 49

طرف نظر دوڑا کر پوچھتے کہ خلیفہ کہاں ہیں حالانکہ خلیفہ سادہ لباس میں ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ لہ

مستشرق فاضل کائتانی صحابۂ کرام کے بارے میں پُرزور الفاظ کے ساتھ اظہارِ حقیقت کرتا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے

"درحقیقت ان لوگوں (صحابۂ رسول) میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا، اور بعد میں ان لوگوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین گھڑیوں میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول و افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی ہے جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے۔ یہ لوگ مقدس صحیفے کے امین اور اس کے حافظ تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انھیں پہنچا تھا، اس کے زبردست محافظ تھے۔" ٹہ

مشہور فرانسیسی اسکالر اپنی کتاب "تمدنِ عرب" میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھتا ہے

"غرض یہ کہ اس نئے دین کو بہتیرے مواقع درپیش تھے۔ اور بے شک وہ اصحاب نبی کی خوش تدبیری کے باعث ان مواقع پر کامیاب ہوا، انھوں نے خلافت کے لیے ایسے ہی لوگوں کو منتخب کیا جن کی اصل غرض و غایت دینِ محمدی کی اشاعت تھی۔"

انگریز قلم کار گبن اپنی کتاب "زوال و سقوطِ روما" میں خلفائے راشدین کے متعلق لکھتا ہے

"پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی کوششیں، مساعی دلدہی اور اخلاص پر مبنی تھیں، دولت اور اختیار ہوتے ہوئے انھوں نے اپنی زندگیاں اخلاقی فرض کی ادائیگی اور مذہبی امور کی انجام دہی میں صرف کیں۔" کہ

لہ آیاتِ بیّنات صفحہ ۲/۲۱

ٹہ JOL. N. P. 429 ANNALIDEL ISLAM

کہ تمدنِ عرب صفحہ ۱۳۳

صحابۂ کرام سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت کے نتیجے میں ابھرنے والی اولین قوم تھے۔ صحبتِ رسالت نے سنگدل انسانوں کو حق کے لیے موم سے زیادہ نرم کر دیا تھا۔ صحابۂ رسول کا اپنے ایمانِ کامل پر قائم رہنا خود رسالتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلیل بھی ہے۔ ان ہی مقدس نفوس کے وسیلے سے اسلام کا پیغام اقصائے عالم میں پھیلا۔ اس تناظر میں غیر مسلمین کے کچھ اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

اخبار رنبی بجنور نے اپنی یکم جولائی ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں پنڈت بہاری لال شاستری کا ایک مفصل مضمون سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تذکار میں شائع کیا تھا جس میں ایک جگہ انھوں نے لکھا کہ

"دھرم کا ٹھیک ٹھیک روپ سمجھایا، ایشور وشواس، آپس میں پریم، سب کے ساتھ بھلائی، آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی، بلکہ اونچ نیچ کا پاکھنڈ دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی لڑاکو عرب قوموں کو ایک مسلک کر کے، ان میں ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوشی برائیوں کے بجنے والے عرب لوگوں نے ملک میں ایسی زبردست حکومت قائم کی، جس کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔

سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں کی حکومت، کابل، مصر، افریقہ، اور سندھ تک قائم ہو گئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صاحب کی بدولت، وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا انھیں فخر حاصل ہے!"[1]

بمبئی کی ہندو قلم کار کملا دیوی یوں خراجِ محبت پیش کرتی ہیں

اے عرب کے مہاپرش! آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی، اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بے شک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل، کمانڈر، اور چیف جسٹس بھی تھے، اور آتما کے

---

[1] بحوالہ نقوش رسول نمبر ج ۴ ص ۲۵۶

سدھار کا کام بھی کرتے تھے[1]

کرشن سنگھ جو سکھ مکتبِ فکر کے رہنما ہیں ان کا قول ہے

"اس بعثت کے بعد صفحۂ ارض پر ایک جدید تہذیب اور ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے، جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے، اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اس قدر ننگ خیال کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پر پوتے لیتے تھے۔

ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوندِ عالم کی طرف سے خدائی مدد اور ہدایتیں تھیں کہ باوجود ان کے غیر تعلیم یافتہ ہونے۔ اور اس سوسائٹی میں نشو و نما پانے کے۔ ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگانِ خدا کی ہدایت کے لیے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں"[2]

ایک اور سکھ رہنما امر سنگھ نے اپنے اخبار شمشیر میں لکھا ہے کہ

کار لائل نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"آپ نے خاکِ عرب کے ذرّے ذرّے کو ڈائنامیٹ بنا دیا۔"

بلاشبہ اس سے دنیا بھر کی سلطنتوں، بادشاہتوں اور حکومتوں کی بنیادیں ہل گئیں، اور تمدن و تہذیب اور اخلاق کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ حضرت محمد نے تمام دنیا سے پس افتادہ عربوں میں کیا روح پھونکی، جس سے وہ اس قدر طاقتور بن گئے۔ یہ روح

---

[1] بحوالہ الامان دہلی ۷ر جولائی ۱۹۳۲ء

[2] بحوالہ غازیانِ ہند ص ۱۱

"داگر داکال پر کھ سرپ شکتی مان" کی ہستی و توحید میں ایمان و اعتقاد تھا"۔ [1]

پنڈت شیو نرائن سے نقل ہے انھوں نے کہا

وحشی جنگ جو عربوں کو وحدت کی لڑی میں پرونے اور انھیں ایک زبردست قوم کی صورت میں کھڑا کر دینے کے لیے ایک مہا پرش (عظیم انسان) کا ظہور ہوا۔ اندھی تقلید کے کالے پردے پھاڑ کر اس نے تمام قوموں کے دلوں پر واحد خدا کی حکومت قائم کی۔ [2]

غیر متمدن عرب کو صحبتِ رسالت کی برکت نے تاریخِ انسانی کا کتنا قیمتی جز بنا دیا۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے لاہور کے مشہور ہندو ایڈوکیٹ پنڈت لالہ رام چند لکھتے ہیں:

پیغمبرِ اسلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے مشن کے رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی، وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے۔ ناشائستہ، خونخوار، کینہ پرور، جنگ جو عربوں کے قبیلوں کو جو بُت پرستی اور توہم میں غرقاب تھے، آپسی جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے پاک اثر نے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا۔ تمام قبیلے ایک طرار کے جھنڈے کے نیچے آگئے۔ اور ایک متحدہ قوم بن گئی۔۔ [3]

مسز اینی بسنت نے اپنے ایک لکچر میں کہا کہ:

"جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہوا ہو، جس کا میں نے تذکرہ کیا جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہو، جس کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا۔ اور جس نے ان کو مہذب ترین اور متقی بنا دیا ہو، ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو"۔ [4]

ان ہندی نژاد غیر مسلمین کی چند آرا کے بعد قارئینِ کرام۔ اعجازِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالمِ ظہور میں آنے والی مقدس نسل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سلسلے میں، جن کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر لحاظ سے کایا پلٹ دی تھی۔ اور جو رسالتِ محمدی کے اولین مخاطب اور قرآنی تعلیم کے صفِ اوّل کے متعلمین تھے، اُن کے بارے میں مستشرقین کے اور بیانات و اعترافات

[1] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ ص ۴۵۴، ص ۴۵۵

[2] حوالہ مذکورہ

[3] حوالہ بالا ص ۴۹۵ [4] مدینہ بجنور جولائی ۱۹۳۳ء

ملاحظہ کریں۔ یقیناً ایک بت پرست، خانہ بدوش، جھگڑالو، اور وحشی قوم کو ساری دنیا کے لیے معلّمِ انسانیت بنا دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ جبلتوں کو بدل دینا نبوت و رسالت کے معجزات میں سے ہے۔ اور اس معجزے کا ظہور اس طبقے پر ہوا تھا جسے صحابۂ رسول کہا جاتا ہے۔

مسٹر گارس کا اعتراف ملاحظہ کیجیے

"عرب بت پرست تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو خدا پرست بنا دیا۔ وہ لڑتے اور جھگڑتے اور جنگ و جدال کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ایک اعلیٰ سیاسی نظام کے ماتحت متفق کر دیا۔ وحشت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ انسانیت شرماتی تھی، مگر آپ نے ان کو اخلاقِ حسنہ اور بہترین تہذیب و تمدن کے وہ درس دیئے جس نے نہ صرف ان کو بلکہ تمام عالم کو انسان بنا دیا"۔ [1]

فرنیسکو ریرد لنڈ بھی اسی مفہوم کو دُہراتے ہیں

عرب جو بالکل مُردہ ہو چکے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں سرے سے تازہ رُوح پھونک کر ان کو اشرف ترین قوم بنا دیا جس سے وہ بلند سے بلند مراتب پر جاگزیں ہو گئے۔ ایسے بلند کارنامے ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئے جس نے دُنیا کو اعتراف کرنا پڑا"۔ [2]

مشہور یورپین مورخ مسٹر ڈیلن نے لکھا ہے

"آپ نے ربع صدی سے بھی قلیل عرصے میں دُنیا کی تاریخ کو الٹ دیا۔ وحشی اور بالکل غیر مہذب قوم کو تہذیب و تمدن کے اوجِ فلک پر آفتاب بنا کر چمکا دیا۔ کیا اب بھی کوئی آپ کے معجزات کا انکار کر سکتا ہے کہ وہ خداوند کریم کے عطا کردہ نہیں تھے"۔ [3]

فرانس کا قلم کار سمیر لکھتا ہے

[1] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ ص ۴۹۳

[2] حوالہ بالا

[3] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ ص ۴۹۲

جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت اور سچائی کا انکار کیا حقیقتہً وہ جاہل اور آپ کی ذات اور سیرت پاک سے ناآشنا ہے جب کہ لوگ ضلالت کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے گزر رہے تھے، خالق اور مخلوق کے تعلقات کو بالکل بھلا بیٹھے تھے، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کو ہدایت کے نور سے منور فرمایا، فطری و طبعی قوانین بنائے اور بجائے تثلیث کے لغو عقیدے کے وحدانیت کے پاک عقیدے کا اعلان فرمایا یہی چیز اسلام کی اصل اصول ہے اور آپ کی کامیابی کی کنجی۔" لہ

مسٹر لیڈ پول نے کہا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام منتشر و پراگندہ قبائل کو اتفاق و اتحاد کے رشتے میں منسلک کر دیا۔ ان کا اصول دین اور مقصد ایک تھا۔ انھوں نے اپنی حکومت اور سلطنت کے بازو تمام اقطارِ عالم میں پھیلا دیئے۔ اور اپنی تہذیب و تمدن کے جھنڈے کو اس وقت بلند کیا، جب کہ یورپ جہالت کے عمیق غاروں میں غلطاں و پیچاں تھا۔" لہ

امریکی مصنف لائل ٹامکس کا بیان ہے

کولمبس نے جب نئی زمین دریافت کی اس سے ہزار سال قبل مکّے میں ایک بچّے کا ظہور ہوا، جس کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ عالم میں انقلاب برپا کرنے کے لیے چن لیا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اوّل شخص ہیں جنھوں نے جزیرۂ عرب کے تمام قبائل کو ایک کر دیا۔ آپ ایسے مناسب وقت میں تشریف لائے جب کہ عرب کو اجنبیوں کے ہاتھوں سے خلاصی کی سخت ضرورت تھی سہ

مسٹر گاڈفری ہگنس لکھتے ہیں

باوجودیکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی ابتدائی زندگی میں

لہ نقوش رسول نمبر ج ۴ صہ ۲۹۲
لہ ایضاً
سہ ایضاً صہ ۲۹۱

کچھ مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے امور بالکل مختلف ہیں۔ عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لانے والے بارہ حواری ناخواندہ، بے سمجھ اور کم حیثیت لوگ تھے۔ اس کے برعکس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے والے سوائے غلام زید اور حبشی بلال کے سب کے سب معزز طبقے کے لوگ تھے۔ اور بعض ان کے خاندان کے بزرگ بھی تھے، جنھوں نے بحیثیت خلیفہ اور سپہ سالار اسلام کی وسیع سلطنت کا نظم و نسق بہترین طریقے سے انجام دیا۔ لہ

ریمنڈ لیروگ کا قول سنیے

نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا۔ انھوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا۔ اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔ لہ

فرانس کے عظیم جرنیل، نپولین بونا پارٹ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک بار اس نے کہا

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت سرورِ اعظم تھے۔ آپ نے اہلِ عرب کو درسِ اتحاد دیا۔ ان کے آپس کے مناقشات ختم کیے۔ تھوڑی مدت میں آپ کی امت نے نصف دنیا کو فتح کر لیا۔ پندرہ سال کے قلیل عرصے میں، لوگوں کی کثیر تعداد نے جھوٹے دیوتاؤں کی پرستش سے توبہ کر لی۔ سہ

مشہور مصنف ہرگونجے اپنی کتاب "دی مسلم ورلڈ آف ٹوڈے" (THE MUSLIM- WORLD OF TODAY) میں رقم طراز ہیں

لہ نقوش رسول نمبر ج ۴ صہ ۲۸۱
لہ ایضاً صہ ۲۸۲
سہ ایضاً صہ ۲۸۸

"پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس جمعیۃ الاقوام کی بنیاد ڈالی، اُس نے قوموں کے اتحاد اور انسانوں کی اخوت کو ایسی وسیع بنیادوں پر قائم کر دیا، جس سے دوسری اقوام کو شرمندہ ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ الاقوام کے تخیل کی طرف جس طریق سے مسلمان اقوام نے پیش قدمی کی ہے اس سے بہتر مثال اقوام پیش نہیں کر سکتیں[1]

آؤٹ لائن آف ہسٹری کے مصنف پروفیسر ایچ۔ جی۔ ویلز اظہار خیال کرتے ہیں

"پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور با عظمت صفات موجود ہیں۔ پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفاکی کا خاتمہ کیا گیا[2]

کتاب "لائف آف محمد" کے مصنف مسٹر امیڈ ڈرمنگھم کے خیالات ملاحظہ کریں

"آپ فطرتاً امی اور سچے تھے۔ آپ کو حق کے علاوہ کچھ پسند نہ تھا۔ نہ تو حریص تھے نہ منکر، نہ متعصب نہ ہوائے نفس کے پیرو۔ بلکہ نہایت بُردبار، نرم دل، اور بہت ہی بڑے کیرکٹر کے مالک تھے۔ عرب جو بدنظمی اور پراگندگی کے عادی تھے، ان سب کو ایک دائرے میں لا کر ایک سلسلے میں منضبط کر دیا[3]

"لائف آف دی ہولی پرافٹ" کے مصنف ڈاکٹر کا بیان زیبِ نظر فرمائیں۔ وہ کس طرح انقلابِ اعظم برپا کرنے والے وحشیوں کو گلہ بانی، فقیروں کو دارائی، غلاموں کو آقائی بخشنے والے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی نذر گزارتے ہیں۔ لکھتے ہیں

---

[1] نقوشِ رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۸

[2] ایضاً صفحہ ۴۹

[3] ایضاً صفحہ ۴۹

"اے شہرِ مکہ کے رہنے والے، بزرگوں کی نسل سے پیدا ہونے والے، اے آباؤ اجداد کے مجد و شرف کو زندہ کرنے والے، اے سارے جہان کو غلامی کی ذلت سے نجات دلانے والے، دنیا آپ پر فخر کر رہی ہے۔ اور خدائی اس نعمت پر شکر ادا کر رہی ہے۔ اے ابراہیم خلیل اللہ کی نسل سے۔ اے وہ کہ جس نے عالم کے لیے اسلام کی نعمت بخشی۔ تمام لوگوں کے قلوب کو متحد کر دیا اور خلوص کو اپنا شعار بنایا[1]

رسولِ گرامی وقار کے صحابہ نے اپنے آقا کی غلامی کا سچا ثبوت ان کی حیاتِ ظاہری میں بھی قدم قدم پر دیا۔ غزوات و سریات اور امن کے ماحول میں گروہِ صحابہ نیّرِ رسالت کے گرد پروانہ وار نثار ہوتے تھے۔ جہاد میں سر دھڑ کی بازی لگا کر اسلام کی سربلندی کا سامان کرتے تھے۔ اہلِ عالم کی نظر میں وہ کسی سلطنت حکومت، اور ریاست کی زمام سنبھالے ہوئے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صرف رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جاں نثاری، فداکاری اور اپنی حیات و متاعِ حیات کو قربان کر دینا ہی اپنا مقصد بنا چکے تھے۔ اس قرآن اور صاحبِ قرآن والی نسل نے اپنے سرچشمۂ حقیقی سے استفادہ کر کے دنیا کو جو کچھ بخشا، اور ان مقدس صحابۂ کرام کے قدوم میمنت لزوم کی برکت دنیا میں جس طرح ابرِ رحمت بن کر برسی اس کا اعتراف چند غیر مسلمین سے سنیئے

ڈاکٹر وکٹر عمانوئیل ڈبوس کہتا ہے

"اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندرِ اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بھی بڑی بڑی سلطنتیں فتح کر لیں۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سیکڑوں برس میں ہوا تھا، عربوں نے اسے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہنچا دیا۔ اسی قرآن کی مدد سے شاہی اقوام میں، صرف عرب ہی شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہلِ فینیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے تھے۔ ان عربوں نے بنی نوعِ انسان کو روشنی دکھائی، جبکہ چاروں

---

[1] نقوشِ رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۹

طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی، ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا۔ اور مشرق و مغرب کو فلسفہ، طب اور علمِ ہیئت کی تعلیم دی۔ اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انھوں نے حصّہ لیا۔" [1]

صحابۂ رسول نے اپنے آقا کے مشن کو جان و دل سے قیمتی سمجھ کر اکنافِ عالم تک کس طرح پہنچایا۔ اور حیوانیت نشان دنیا کو تہذیبِ قرآنی اور اسوۂ محمدی کے سانچے میں کس طرح ڈھالا؟ اسے ڈاکٹر ریزن شیلر سے سماعت فرمائیے۔

"افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا، وہاں سے زنا، قماربازی، دخترکشی، عہدشکنی، قتل و غارت گری، توہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔ مگر اسی ملک کے دوسرے حصّے پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو اُن لوگوں کو مذکورہ بالا رذائل میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔" [2]

انگلینڈ کے مشہور مورخ، ایچ، جی، ویلز، جن کا ایک بیان ہم سطورِ ماسبق میں ذکر کر آئے ہیں، وہ ایک دوسرے مقام پر تعلیماتِ رسول سے استفادہ کرنے والی جماعت صحابہ اور اُن کے بعد کی نسلوں کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں

عربوں کا ذہن و دماغ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل مُثی ہو رہا تھا، وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے، مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی ان کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں وہ ولولہ پیدا کر دیا، کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر اُن کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک پیدا ہو گئی کہ یونانیوں کے بہترین دور کے لگ بھگ پہنچ گئی، یعنی، انھوں نے ایک نئے زاویے اور قوتِ تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرے کو باقاعدہ نشوونما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی

[1] پیشوا جنوری ۱۹۳۳ء

[2] سینٹ جیمس گزٹ لندن۔ ۸/ اکتوبر ۱۸۸۹ء

کی تحریک کو از سرِ نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و اقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ عربوں کے ذریعے ملی ہیں، جو تاریخ کے تمام اعلیٰ لٹریچر اور ٹھوس فلسفے کی جڑ بنیاد ہے، اور یہی مضمون تھا جس میں اوّلین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔

اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ ان کے علاوہ کوفہ، بغداد، قاہرہ، قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان یونیورسٹیوں نے چار دانگ عالم میں اجالا کر دیا، اسلامی فلسفے کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعے سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔

بارھویں صدی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا۔ مگر اس زمانے میں ایک عرب ماہرِ علمِ ریاضیات محمد امین موسیٰ نے صفر ایجاد کیا۔ اسی نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا۔ اور صفر و اعداد کی قیمت کا تعین ان کی حیثیت کے مطابق کیا ۔۔ الجبرا انہی کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔ ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہنچایا ۔۔ علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے جو آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فنِ ادویہ میں وہ یونانیوں سے بہت بڑھ گئے تھے، انھوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی، وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے، اُن کے علاج کے بہت سے طریقے ایسے تھے جن پر آج تک عمل درآمد ہے۔ ان کے جرّاح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے۔ اور دنیا میں مشکل سے جو جراحی عمل ہوتے ہیں ان میں ان کے آپریشن بھی شامل ہیں، اسی طرح کیمیا میں انھوں نے نہایت عمدہ ابتدا کی اور بہت سے نئے اوزار اور نئے مرکبات مثل الکحل وغیرہ دریافت کیے۔ فنِ تعمیر میں بھی وہ دُنیا سے بازی لے گئے۔ وہ ہر قسم کی دھات سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں کوئی اُن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ رنگ آمیزی کے گُروں سے بھی واقف تھے۔ اور کاغذ کی صنعت بھی انہی کی رہینِ منّت ہے۔ [1]

[1] الامان، دہلی مئی ۱۹۳۶ء از نقوش رسول نمبر ص ۴۲۶

ڈاکٹر فلپ ہٹی مختصر تاریخ عرب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متعلق لکھتا ہے

"ابو بکر مرتدین کو مغلوب کرنے والے اور جزیرۂ عرب کو پرچم اسلام کے نیچے متحد کرنے والے، ایک نہایت سیدھی سادی زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ ان کی زندگی سنجیدگی اور متانت سے مملو تھی۔ وہ اپنی خلافت کے چھ مہینے میں روزانہ اپنی قیام گاہ "سنح" سے جہاں وہ اپنے مختصر خاندان کے ساتھ ایک معمولی مکان میں رہائش پذیر تھے، صبح اپنے دارالحکومت مدینے کی طرف آتے تھے۔" ؎۱

اسلامی تاریخ کے انجم تاباں

یہ بیانات اور تبصرے خلفاءِ راشدین کی زندگیوں پر اپنوں کے نہیں غیروں کے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کے عکوس و ظلال ہی ہیں جو عالمِ اسلام کے ذرے ذرے کو رشکِ خورشید بنا رہے ہیں۔ دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلانے والے وہی ہیں۔ حیات اور سرمایۂ حیات لٹا کر رسولِ اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت اور مصاحبت کا حق انہی پاکیزہ ہستیوں نے ادا کیا۔ حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انھوں نے تن من دھن کے ساتھ ساتھ خاندان، کنبہ، عزت و ناموس، حتیٰ کہ ایک ایک سانس کو فنائے رسول کر دیا ؎

جیسے جن کے لیے جاں اُن پہ فدے دی
یہی بس داستانِ زندگی ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ شیرینی پکانے کی فرمائش کرتی ہیں۔ آپ خرچ دینے سے معذوری ظاہر کرتے ہیں، آپ روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑا تھوڑا پس انداز کر کے شیرینی بنا لیتی ہیں ——— سیدنا صدیق اکبر اس کے بعد بیت المال سے ملنے والے آزوقہ میں سے اتنا کم کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ جو پیسے شیرینی کے لیے بچائے گئے وہ لازمی خرچ سے زائد تھے لہٰذا اب بیت المال سے خرچ کے لیے اتنا کم کر کے ملے گا۔ ؎۲

؎۱ A SHORT HISTORY OF THE ARABS

؎۲ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲۳

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں، وہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور وہ لگن جس میں ہم کھانا کھاتے تھے، اور وہ چادر جو ہم استعمال کرتے تھے، جب میرا انتقال ہو جائے تو عمر کے پاس پہنچا دینا۔ انتقال کے بعد سیدنا عمر فاروق کے پاس وہ چیزیں پہنچیں، تو انھوں نے فرمایا: ابو بکر تم پر خدا کی رحمت ہو تم نے اپنے بعد والے پر بڑا بوجھ ڈال دیا ؎۱

یہ بھی روایت ہے کہ دمِ آخر فرمایا میں نے بیت المال سے دورانِ خلافت آٹھ ہزار درہم اپنے اوپر خرچ کیا ہے۔ میرے مال میں سے آٹھ ہزار بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ میں دو چادروں میں انتقال کر رہا ہوں انھیں کو دھو کر میرا کفن دیا جائے۔ نئے کپڑوں کی مُردوں کے بہ لحاظ زندوں کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ؎۲

یہ سیدنا فاروقِ اعظم ہیں۔ چھٹی صدی مسیحی میں شام کا سفر کر رہے ہیں جسم پر وہی پیوند لگا کرتا اور لنگی ہے۔ ستو کی گٹھڑی توشہ ہے۔ اہلِ عجم لرزہ براندام ہیں جس طرف امیر المومنین کی آمد آمد کا شور ہوتا ہے زمین دہل جاتی ہے۔ مقام جابیہ میں پہنچتے ہیں۔ آپ کے گھوڑے کے سم گھس گئے ہیں۔ امیرِ لشکرِ اسلامی نے ترکی نسل کا گھوڑا پیش کیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے تو اچھل کود کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کم نصیب! یہ غرور کی چال تجھ میں کہاں سے آئی؟ یہ کہہ کر اتر پڑے۔ بیت المقدس قریب آیا تو حضرت امین الامہ ابو عبیدہ بن الجراح اور سردارانِ لشکرِ اسلام نے لباسِ فاخرہ اور عمدہ گھوڑا پیش کیا، کہ اہلِ عجم اس طرح مسلمانوں کے امیر کو دیکھیں گے تو کیا خیال کریں گے۔ آپ نے سب کو رد کر دیا اور فرمایا

"خدا نے ہمیں جو عزت بخشی ہے وہ اسلام کی عزت ہے۔ اور ہمارے لیے یہی کافی ہے۔"

دوسرے سفرِ شام میں ایلہ پہنچے تو اونٹ پر غلام سوار ہے اور آپ اونٹ کی مہار تھامے چل رہے ہیں۔ اونی موٹا کرتا زیبِ تن ہے جو اونٹ کے کجاوے کی رگڑ سے پھٹ گیا ہے، مرمت کے لیے وہاں

؎۱ تاریخ الخلفاء ص ۶۲

؎۲ طبقات ج ۳ ص ۱۳۱

...... کے پادری کو دیا۔ پادری نے آپ کے کرتے کی اپنے ہاتھ سے مرمت کی اور ایک نیا کرتا اسی کے ساتھ آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اپنا کرتا پہن لیا اور فرمایا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

آلِ نبی اور سیدنا عمر

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر تو اُن کے جان و مال سب قربان تھے ہی، آلِ رسول کو اپنے جگر گوشوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ایک روز حضرت حسن مجتبیٰ سے فرمایا۔ شہزادے! آپ کبھی ہمارے پاس بھی آیا کریں۔ کچھ دیر بیٹھا کریں۔ چنانچہ حضرت حسن ایک روز حاضر ہوئے تو دیکھا حضرت عمر کے صاحبزادے آپ کے انتظار میں ہیں۔ یہ دیکھ کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد پھر ایک مرتبہ ٹوکا شہزادے آپ آئے نہیں؟ حضرت حسن نے کہا آیا تو تھا مگر آپ کچھ مشغول تھے اور آپ کے بیٹے خود باہر منتظر تھے یہ دیکھ کر واپس ہو گیا۔ فرمایا عبداللہ کو آنے کی اجازت ہو یا نہ ہو آپ کو بھلا اجازت کی کیا ضرورت؟

ہمارے دل میں دولتِ ایمان فضلِ خدا سے آپ ہی کے گھرانے کا فیض ہے۔ یہ کہہ کر پیارے حسن مجتبیٰ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ [۱]

اسی طرح چشم و چراغِ اہلِ بیت سے تعلقِ خاطر کا ایک اور واقعہ ابن سعد امام زین العابدین کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

"ایک بار سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے جبّے آئے۔ آپ نے لوگوں میں بانٹ دیئے۔ لوگ پہن پہن کر مسجد شریف میں آتے۔ آپ ریاض الجنہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ آ کر آپ کو سلام کرتے۔ اسی دوران حضرات حسنین اپنی والدہ کے مکان سے نکل کر آپ کے قریب آئے۔ ان کے جسموں پر وہ حلّے نہ دیکھ کر حضرت فاروقِ اعظم اداس ہو گئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں ان بچوں کی وجہ سے رنجیدہ ہوں کہ ان کے جسم کے مطابق کوئی حلہ نہیں تھا۔ پھر یمن کے گورنر کو لکھا کہ دو حلّے حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) کے لیے جلد بھیجو۔ دونوں حضرات کے لیے حلّے آئے اور آپ نے انھیں پہنا کر بہت خوشی محسوس کی۔" [۲]

[۱] کنز العمال ج ۷، ص ۱۰۵

[۲] کنز العمال ج ۷، ص ۱۰۰

صحابہ کے وظیفے آپ نے مقرر کیے تو سب سے مقدم حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب اقرباء کو رکھا۔ بعض صحابہ نے رائے دی کہ نمبر ایک پر خود کو رکھیے مگر آپ نے بنی ہاشم کو پہلے رکھا اور حضرت عباس اور حضرت علی سے شروع فرمایا۔ اپنے قبیلہ بنو عدی کو پانچویں درجے پر رکھا۔ اصحابِ بدر کی تنخواہ سب سے زیادہ رکھی اور حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی تنخواہ بھی اہلِ بدر کے مثل مقرر فرمائی۔ [۱]

امام خمینی کا فرمان ہے

ایک طرف آفتاب و ماہتاب کی طرح خلفاءِ راشدین کی درخشندہ و تابندہ پُرخلوص، آئینۂ نبوت میں ڈھلی ہوئی زندگیاں ہیں دوسری طرف ان پر شیعہ حضرات کی اتہام طرازیاں اور بہتان بازیاں ہیں۔ جس طرح ساری دنیا کے شیعہ خلفاءِ ثلاثہ کو غاصب، خائن اور معاذ اللہ کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی طرح موجودہ دور میں ایرانی انقلاب کے محرک امام خمینی صاحب بھی ان بزرگ اور مقدس شخصیات کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں۔ میں یہاں موصوف کی کتاب کشف الاسرار کی محض ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا خلافتِ حضرتِ علی کے سلسلے میں سیدنا صدیق و عمر کو معاذ اللہ مجرم ٹھہرانے کے لیے نہایت طول طویل سوال و جواب کرنے کے بعد نتیجۃً لکھتے ہیں کہ ان حضرات کو اپنے حصولِ مقصد کے لیے کسی بھی غلط کام میں کوئی عار نہیں تھا۔ لیجیے دل تھام کر پڑھیے

از مجموعِ ایں مادہا معلوم شد۔ مخالفت کردنِ شیخین از قرآن در حضور مسلماناں یک امرِ خیلے مہم نہ بود و مسلماناں نیز با داخل در حزبِ خود آنہا بودہ و در مقصود با آنہا بودند، و یا اگر ہمراہ نہ بودند جرأتِ حرف زدن در آنہا کہ با پیغمبرِ خدا و دخترِ او ایں طور سلوک می کردند نداشتند

جو مثالیں ہم نے دی ہیں ان سے شیخین (ابوبکر و عمر) کا قرآن کے خلاف کرنا معلوم ہوا، مسلمانوں کے روبرو۔ ان لوگوں کو ایسا کر لینا کوئی اہم بات نہیں تھی، مسلمانوں (صحابۂ کرام) کا بھی یہ حال تھا کہ یا تو انہی کی پارٹی میں شامل اور حکومت و اقتدار کے حصول میں ان کے ہم مقصد

[۱] کتاب الخراج ص ۲۴/۲۵

درجملہ کلام آنکہ اگر در قرآن ہم ایں امر با صراحت لہجہ ذکر می شد باز آنہاں دست از مقصود خود بر نمیدا شتند و ترک ریاست برائے گفتۂ خدا نمی کردند منتہا چوں ابوبکر ظاہر سازیش بیشتر بود بایک حدیث ساختگی کار را تمام می کرد۔ چنانچہ راجع بآیات ارث دیدند راز عمر ہم استبعادے نداشت کہ آخر امر بگوید خدا یا جبرئیل یا پیغمبر در فرستادن یا آوردن ایں آیت اشتباہ کردند مجبور شدند[1]

تھے۔ یا اگر ساتھ نہیں تھے تو اتنا ضرور تھا کہ پیغمبر خدا اور ان کی صاحبزادی کے ساتھ بد سلوکی کرنے والوں کے مقابلے میں حق گوئی کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر قرآن میں بھی بالفاظ صریح اس معاملے (خلافت علی) کا ذکر آجاتا پھر بھی وہ اپنے مقصد سے دست کش نہ ہوتے۔ اور خدا کے حکم دینے پر بھی حکومت کی کرسی ترک نہ کرتے۔ ابوبکر جنھوں نے پہلے سے منصوبہ گانٹھ رکھا تھا کچھ نہیں تو ایک حدیث گھڑ کر معاملہ ختم کر دیتے، جیسا کہ انھوں نے (فاطمہ کو) میراث سے محروم کرنے کے لیے کر دکھایا۔ اور عمر سے یہ کوئی بعید نہیں تھا کہ (امامت و خلافت علی کی) آیت کے بارے میں یہ کہہ کر نمٹا دیتے کہ یا تو خدا سے اس آیت کے نازل کرنے میں یا جبرئیل یا رسول سے اس کے پہنچانے میں بھول ہو گئی۔

آج ساری دنیا میں اسلامی انقلاب کی صدائے بازگشت جس امام وقت، مہدی زماں، روح اللہ، آیت اللہ ...... کے ذریعہ مشتہر کی جا رہی ہے۔ اور حکومت اسلامیہ کا عملی نمونہ بنا کر ایران

[1] کشف الاسرار مصنفہ امام خمینی ص ۱۱۹/۱۲۰

کو عالم آشکار کرنے کی سعی ہو رہی ہے۔ اس قائد اسلام اور رہبر اسلام کو کم از کم تاریخ امت کے تابندہ اور درخشندہ اوراق پر اس طرح کیچڑ نہیں اچھالنی چاہیے جن حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی حیات و کردار کا دامن صداقت و عدالت کے ستاروں سے چمک دمک رہا ہے۔ اور تاریخ عالم میں اپنے پرائے سب جن کی عظمتوں اور فضیلتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جناب خمینی صاحب شیعہ فرقے کے متعصب ترجمان کی شکل میں خود کو بے نقاب کر رہے ہیں ؎

ہم شیخ کی سنتے تھے بزرگوں سے بزرگی
جب سامنے آئے تو عملے کے ہوا ہیچ

قرآن اور اُس کی محفوظیت

قرآن مجید کلام الٰہی، خدائے تعالیٰ کی صفت ہے، اسلام کی صداقت و حقانیت کی سب سے محکم دلیل اور روئے زمین کی عزیز و ثمین ترین متاع، قوم مسلم کے لیے سبب فروغ و نجات، اسے خدائے تعالیٰ نے نازل فرمایا اور وہی ہر قسم کی کمی بیشی، تبدیلی و تحریف اور ضائع ہونے سے حفاظت کا ضامن ہے۔ قادر و قیوم پروردگار کا عہد ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1]

بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

تفسیر کنز الایمان میں ہے

"(ہم نگہبان ہیں) کہ تحریف و تبدیلی و زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، تمام جن و انس اور ساری خلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے، یا تغییر و تبدیل کر سکے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے، دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔ یہ حفاظت کئی طرح پر ہے

[1] الحجر — ۹

ایک یہ کہ قرآن کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں بل ہی نہ سکے۔ ایک یہ کہ اس کو معارضے اور مقابلے سے محفوظ کیا کہ کوئی اس کے مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو۔ ایک یہ کہ ساری خلق کو اس کے نیست و نابود اور معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار باوجود کمال عداوت کے اس کتاب مقدس کے معدوم کرنے سے عاجز ہیں [۱]
قرآن مجید کی ہمہ جہتی حفاظت کے الٰہی انتظام کو اسی مقدس کلام میں ایک اور مقام پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ارشادِ رب العالمین ہے

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ [۲] — بے شک اس قرآن کا محفوظ کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمے ہے۔

قرآن کے صفات و حسنات

یہ وہی خداوندِ قدوس کی حفاظت والا قرآن مجید ہے۔ جس کے بارے میں قرآن و حدیث اور آثار و روایاتِ صادقہ میں آتا ہے کہ

- تلاوتِ قرآن سب سے افضل عبادت ہے [۳]
- معلمِ قرآن افضل ترین شخص ہے [۴]
- تلاوتِ قرآن کا ہر حرف دس نیکیوں کے برابر ہے [۵]
- قرآن ہر فتنے سے نجات کا سامان ہے [۶]
- قرآن کی مشغولیت ذکر و دعا سے افضل ہے [۷]
- تعلیمِ قرآن مرغوب ترین مال سے بہتر ہے [۸]

[۱] کنز الایمان صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ صـ۳۴۹
[۲] القیٰمۃ ــــــ ۱۷
[۳] ترمذی ج ۲ صـ۱۱۵ [۴] البخاری ج ۲ صـ۷۵۲
[۵] انعام ـــ ۱۶۱ و ترمذی ج ۲ صـ۱۱۵ [۶] ترمذی ج ۲ صـ۱۱۴
[۷] ترمذی ج ۲ صـ۱۱۶ [۸] مسلم ج ۱ صـ۲۷۰ و ابو داؤد ج ۱ صـ۲۰۹ و الترغیب و الترہیب ج ۲ صـ۱۶۳

- قرآن کی حامل امت کو فرشتے بشارت دیتے ہیں [۱]
- قرآن پڑھنے والے کے والدین کو نہایت روشن تاج پہنایا جائے گا [۲]
- ماہرِ قرآن کے رفیق ملائکہ ہوتے ہیں [۳]
- اٹک اٹک کر قرآن کی تلاوت کرنے والے کو نہ اٹکنے والے سے دوگنا اجر ملتا ہے [۴]
- قرآن بہتوں کو بلند کرتا ہے اور بہتوں کو نیچا کر دکھاتا ہے [۵]
- قرآن والی کھال میں آگ اثر نہیں کرتی [۶]
- قیامت کے دن قرآن اور روزہ کی شفاعت قبول ہوگی [۷]
- تلاوتِ قرآن زمین کا نور اور آخرت کا سرمایہ ہے [۸]
- تلاوتِ قرآن اور موت کی یاد دلوں کے زنگ کا علاج ہے [۹]
- حافظِ قرآن اپنے گھر کے دس افراد کی شفاعت کرے گا [۱۰]
- تلاوتِ قرآن اور اس کا اہتمام کرنے والا مشک کے مثل ہے [۱۱]

[۱] احیاء علوم الدین للغزالی ج ۱ صـ۲۸۰
[۲] الترغیب والترہیب ج ۳ صـ۱۶۶
[۳] ابن ماجہ صـ۲۷۶۔ مسلم ج ۱ صـ۲۶۹
[۴] ابن ماجہ صـ۲۷۶
[۵] مسلم ج ۱ صـ۲۷۲
[۶] احیاء علوم الدین للغزالی ج ۱ صـ۲۸۰
[۷] الترغیب والترہیب ج ۳ صـ۱۶۰
[۸] الترغیب والترہیب ج ۳ صـ۱۶۰
[۹] مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۸۹
[۱۰] ابن ماجہ و ترمذی ج ۲ صـ۱۱۴ والترغیب ج ۳ صـ۱۶۳
[۱۱] ترمذی ج ۱ صـ۱۱۱ نسائی و ابن ماجہ و مشکوٰۃ صـ۱۸۸

- قابلِ رشک دو شخص ہیں قرآن سے شغف رکھنے والا اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والا [1]
- قرآن کی تلاوت کرنے والا فزعِ اکبر سے محفوظ ہوگا [2]
- قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے [3]
- قرآن پڑھنے سے فرشتے نازل ہوتے ہیں [4]
- خوش آوازی سے قرآن پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہوتی ہے [5]
- جس سینے میں قرآن نہیں، وہ ویران خانہ ہے [6]
- قرآن بھول جانا سب سے بڑا گناہ ہے [7]

قرآن امام خمینی کی نظر میں

قرونِ اولیٰ سے آج تک کے کروڑوں اہل اللہ، اہلِ ایمان جس قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا فضیلتوں کو تسلیم کرکے اسے حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ اور جو عالمِ اسلام کا توام اور فلاحِ دارین کی سب سے محکم رسی ہے

[1] بخاری ج ۲ ص ۷۵۱، مسلم ج ۱ ص ۲۷۲

[2] الاوسط والصغیر والکبیر از طبرانی

[3] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹ و ابن ماجہ والترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۳

[4] بخاری ج ۲ ص ۷۵۰، مسلم ج ۱ ص ۲۶۹

[5] ابن ماجہ ص ۹۶، الترغیب ج ۳ ص ۱۸۵، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۵۷۱

[6] ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۷۵

[7] ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۷۶، مرقاۃ ج ۲ ص ۱۱۵۔ رفیقِ محترم مولانا افتخار احمد قادری نے اپنی فاضلانہ تصنیف "فضائلِ قرآن" میں ان تمام مضامین کو نہایت شرح و بسط سے لکھا ہے، میں نے اسی کتاب سے عنوانات کا کر روایات نقل کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو زبان میں نہایت وقیع تصنیف ہے۔ جسے المجمع الاسلامی مبارک پور نے نہایت اہتمام سے طبع کیا ہے۔ منہ ۱۲

اس قرآنِ عظیم سے دلوں میں تنفر کے بیج بونے کے لیے، دورِ حاضر کے شیعہ امام خمینی کا فرمان سنیے

ہمہ عیبے را کہ مسلمانان بکتاب یہود و نصاریٰ می گرفتند عیناً برائے خود اینہا ثابت شود [1]	تحریف کا وہ عیب جو مسلمان یہود و نصاریٰ پر لگاتے ہیں، ان صحابہ پر ثابت ہے۔

موجودہ توریت، انجیل اور زبور وغیرہ کی طرح جناب خمینی صاحب اور حضرات شیعہ کے نزدیک قرآن بھی محرف و مبدل ہے، اور ان کے بقول اس کلامِ مجید کی تحریف کرنے اور اصل قرآن سے دنیا کو محروم کرنے والے رسول اللہ کے صحابہ ہیں (معاذ اللہ)

آں آیات را از قرآن بردارند و کتابِ آسمانی را تحریف کنند و برائے ہمیشہ قرآن را از نظرِ جہانیاں بیندازند [2]	(صحابہ کو آسان تھا کہ) ان آیات کو قرآنِ مجید سے نکال دیں، اور کتابِ آسمانی میں تحریف کریں، اور ہمیشہ کے لیے قرآن کو دُنیا والوں کی نگاہوں سے چھپا دیں۔

دیکھا آپ نے آفتاب سے زیادہ روشن دلائل کے باوجود کہ قرآن مجید، معجزۂ رسالتِ محمدی ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) اور قدرتِ الٰہ خود اس کی محافظت پر مستعد ہے۔ اور دورِ نبوت سے آج تک سینہ بہ سینہ یہ امانتِ خداوندی منتقل ہوتی آرہی ہے۔ بات صرف سفینے کی نہیں ہے۔ تحریر کرکے کتابی شکل میں آنے سے قبل اس سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم طریقۂ حفاظت حفظِ قرآن پر صحابۂ رسول نے اپنی زندگیاں لگائیں اور صحابہ و ائمہ کے حقیقی ماننے والے آج تک حفظِ قرآن سے مالامال ہوتے ہیں ——— مگر شیعہ امام خمینی صاحب جو آج دنیا میں اسلامی انقلاب کے رہنما اور قائد کہے جاتے ہیں وہ سراسر اس قرآن کو اصل قرآن ماننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

[1] کشف الاسرار تصنیف شیعہ امام خمینی ص ۱۱۴

[2] کشف الاسرار ص ۱۱۴

جناب امام خمینی صاحب کی زبان قلم نے جو بات کہی ہے وہ گہرائی میں اُتر کر دیکھنے کی شے ہے۔ دراصل پوری شیعہ قوم کا مذہبی ذخیرہ تحریف قرآن کا قائل ہے۔ نئی روشنی میں آکر سو ڈیڑھ سو سال پیشتر کچھ شیعہ علماء نے تحریف قرآن کے عقیدہ کو گھناؤنا تصور سمجھ کر جھٹکنے کی کوشش کی تھی ——— اور کچھ لکھنے والوں نے اس بارے میں لکھا بھی تھا مگر ان حضرات کی اصح الکتب، اُصول کافی اور دیگر معتبر کتابوں میں قرآن مجید کے محرف ہونے کی روایات اتنی زیادہ اور ان کے لحاظ سے اتنی ثقہ ہیں کہ ان روایتوں اور راویوں کا انکار گویا پوری شیعی مشنری کا انکار قرار پائے گا۔ اصول کافی میں ایک مستقل باب یہ ہے:

باب انه لم یجمع	"اس بیان میں کہ ائمہ کے سوا
القرآن کله الا الائمة	کسی نے پورا قرآن جمع نہیں کیا"

یہ باب ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کی صدیقی و عثمانی تدوین شیعوں کے نزدیک ناقص ہے۔ اسی باب میں ایک روایت کا یہ حصہ پڑھئے:

ما ادعی احد من	"جو آدمی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن
الناس انه جمع القرآن	جس طرح نازل ہوا تھا وہ پورا
کله کما اُنزل الاکذاب الخ	اس کے پاس ہے تو وہ کذاب ہے"

اس کے بعد ہے کہ:

"خدائی تنزیل کے مطابق قرآن کو علی بن ابی طالب اور اُن کے بعد ائمہ نے جمع کیا اور محفوظ رکھا"۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ:

"جب قائم (امام غائب) ظاہر ہوں گے تو وہ قرآن کو صحیح طور پر پڑھیں گے اور وہ مصحف علی نکالیں گے" [2]

---

[1] اصول کافی ص ۱۳۹ [2] اصول کافی ص ۶۷۱

یہ اور انہی جیسی روایتوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات یہ مانتے ہیں کہ اصل قرآن امام غائب کے پاس ہے اور موجودہ قرآن ناقص اور محرف ہے اس کے اندر ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے

اصول کافی کی ایک روایت میں ہے کہ:

حضرت جبریل جو قرآن حضور علیہ السلام پر لاتے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔ [1]

اور موجودہ قرآن مجید میں کل ۶۶۶۶ آیات ہیں ——— جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شیعی عقائد کے لحاظ سے اصل قرآن میں سے دس ہزار تین سو چونتیس آیتوں کو چھپا دیا گیا یا نکال دیا گیا۔ گویا آدھا سے بہت زیادہ قرآن غائب ہے۔؟

مشہور شیعہ محدث و مجتہد نوری طبرسی نے اس بارے میں اپنی قوم کو تحریف قرآن کے عقیدہ پر قائم و دائم رکھنے کے لئے نہایت عرق ریزی سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" یہ اس فرقہ کے عقیدۂ تحریف قرآن پر کتاب فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ نئی پود کے کچھ مجتہدین نے اس کتاب پر اعتراضات بھی کئے تھے جن کا جواب دیتے ہوئے نوری طبرسی صاحب نے رد الشبهات عن فصل الخطاب.. لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے قرآن مجید کے محرف ہونے کے بارے میں تقریباً تمام مآخذ کو سمیٹ لیا ہے۔ انہوں نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت قرآنیہ اِنْ خِفْتُمْ فِی الْیَتٰمٰی کے بعد اور فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ سے پہلے ایک تہائی قرآن سے زیادہ تھا جو غائب کر دیا گیا"، [2]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت علی اور ائمہ کے سوا کوئی سچا مدون قرآن ہے ہی نہیں تو ان سے وہ حصہ کیوں کر غائب کر دیا گیا۔؟ خیر چھوڑیئے۔؟

---

[1] اصول کافی ص ۲۷۱ [2] احتجاج طبرسی ص ۱۲۸

جناب طبرسی صاحب نے فصل الخطاب میں تحریف کی تمام روایات کا احتوا ر کرکے جو کچھ لکھا، اس سے متبادر ہے کہ یا تو ان روایات کو صحیح مان کر قرآن کو محرف مانو ورنہ بصورت دیگر ذخیرۂ شیعیات کی تمام روایتیں اور راویان یادر ہوا ہوتے ہیں[۱]۔ شیعی دنیا میں طبرسی صاحب نہایت معزز و معتبر ہیں کہ انہیں مشہد مرتضوی میں دفن کیا گیا۔ اور خود خمینی صاحب نے الحکومت الاسلامیہ کے اندر ولایت فقیہہ کے ثبوت میں ان کی کتاب مستدرک الوسائل کا حوالہ دیا ہے۔ اور ان کا ذکر نہایت شیفتگی سے کیا ہے۔ طبرسی صاحب کے بقول شیعی کتب احادیث میں تحریف قرآن کی روایتیں دو ہزار سے زائد ہیں — اور جناب خمینی صاحب کے دوسرے سربراہ باقر مجلسی نے کہا ہے کہ تحریف قرآن کی حدیثیں امامت کی حدیثوں سے کم نہیں۔ اور انہی محققین شیعہ نے فیصلہ دیا ہے کہ تحریف کی تمام حدیثیں مشہور و متواتر ہیں[۲]۔ جن کا صاف مطلب ہے کہ شیعوں کے نزدیک قرآن مجید اسی طرح محرف و مبدل ہے جس طرح توریت انجیل اور زبور مبدل و محرف ہیں۔ چنانچہ جناب نوری طبرسی روایات و اخبار نقل کرنے کے بعد بطور استدلال لکھتے ہیں:

فیہا دلالۃ او اشارۃ	"ان روایات سے دلالۃً یا
علی کون القرآن کالتوراۃ	اشارۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
والانجیل فی وقوع	تحریف اور تغیر ہونے میں قرآن
التحریف والتغییر فیہ	توریت اور انجیل ہی کی طرح ہے
ورکوب المنافقین	اور یہ کہ جو منافقین (معاذ اللہ صحابہ کرام)
الذین استولوا	اُمت پر غالب آگئے وہ تحریف قرآن
علی الامۃ فیہ	کے بارے میں بنی اسرائیل ہی کے
طریقۃ بنی اسرائیل	راستے پر چلے جو انہوں نے تحریف

۱ فصل الخطاب ص۳۰ ۲ فصل الخطاب ص۲۲۷

فیہا[۱] توریت و انجیل میں کیا۔"

معاذ اللہ! حضرات خلفائے راشدین میں سے تینوں اگلوں کو جب یہ لوگ منافق، مُرتد، خائن ہی سمجھتے ہیں تو ان کے ہر کام اور ہر تحریک میں خامیاں نکالنا اور ہر قسم کے عیوب ان پاک نفوس سے منسوب کرنا ان کا شیوہ بن گیا۔ اور اسی رجحان کو سامنے رکھ کر ان کی پیدائش کے اولین ہی دور میں ذہین سبائیوں نے خانہ ساز روایات کا ایک طویل سلسلہ باندھ دیا۔ اور نتیجتاً یہ فرقہ حقیقی اسلام سے دُور ہوتا گیا۔

فصل الخطاب کے مُصنف نوری طبرسی صاحب نے اپنی کتاب میں وضاحت کی ہے کہ قرآن مجید میں ایک مستقل سورہ "الولایت" کے نام سے تھی جو نہیں ہے[۲]۔ مجلۃ الفتح مصر[۳] نے ایران سے حاصل شدہ ایک قلمی نسخہ قرآن کے اندر مذکورہ نام کی سورہ کو شائع کیا تھا۔ جس کے نیچے فارسی زبان میں باریک ترجمہ بھی ہے۔ مگر عکس در عکس کے باعث وہ واضح نہیں ہو پا رہا ہے۔ البتہ عربی عبارت پڑھی جاسکتی ہے۔

۱ فصل الخطاب ص۳۰ ۲ فصل الخطاب ص۱۸۱ ۳ مجلۃ الفتح مصر شمارہ ۸۴۲ ص۹

اس کے علاوہ اصح الکتب کے مطابق اصل قرآن مجید اور شیعی قرآن کے چند نمونے لکھے جاتے ہیں۔ جس سے واضح ہو کہ تحریف قرآن کا عقیدہ ان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ ذیلی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا عقیدہ تقیہ انہیں ظاہر کرنے کی اجازت دے نہ دے۔

اصل قرآن	شیعی قرآن
وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ○ (طٰہٰ - ۱۱۵) "اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا، تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔" (وہ تاکیدی حکم یہ تھا کہ شجر ممنوعہ کے پاس نہ جائیں)	ولقد عهدنا إلى آدم من قبل كلمٰت في محمد وعلي وفاطمة والحسن والحسين والائمة من ذريتهم فنسي ولم نجد له عزماً○ (اصول کافی صـ۲۶۳) "اور ہم نے پہلے ہی آدم کو کچھ باتوں کا حکم دیا تھا محمد علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور ان کی نسل سے ہونے والے باقی اماموں کے بارے میں۔ پھر وہ آدم بھول گئے۔ اور اس کا قصد نہیں کیا۔"
إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ (البقرہ - ۲۳) "اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا، تو اس	إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فِي عَلِيٍّ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ الخ (اصول کافی صـ۲۶۴) "اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر علی کے بارے

اصل قرآن	شیعی قرآن
جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔"	میں اُتارا تو اس جیسی ایک سورہ بنا لاؤ۔"
وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ (احزاب - ۷۱) "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔"	وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ في ولاية علي والائمة من بعده فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ (اصول کافی صـ۲۶۲) "اور جو کوئی علی اور ان کے بعد کے ائمہ کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانے گا وہ بڑی کامیابی پائے گا۔"
بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (البقرہ - ۹۰) "کس بُرے داموں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اُتارے سے منکر ہوں اس جلن سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اُتارے۔" (یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی)	بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِي عَلِيٍّ بَغْيًا..... (اصول کافی صـ۲۶۳) "کس بُرے داموں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ علی کے بارے میں اللہ کے اُتارے سے منکر ہوئے۔"
سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ○ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ○ (المعارج - ۱-۲)	سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ بولاية علي ليس له دافع (اصول کافی صـ۲۶۶)

"ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔"	"ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر ولایت علی کی وجہ سے ہونے والا ہے اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں۔"
يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (النساء ۔ ۱۷۰)	يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فِي وِلَايَةِ عَلِيٍّ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا بِوِلَايَةِ عَلِيٍّ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (اصول کافی صـ ۲۶۷)
"اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے۔ تو ایمان لے آؤ اپنے بھلے کو۔ اور اگر تم کفر کرو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔"	"اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے ولایت علی کے معاملے میں حق کے ساتھ آئے ہو تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو اور اگر تم ولایت علی کا انکار کرو تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔"
وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا (النساء ۔ ۱۷۰)	وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ فِي عَلِيٍّ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ (اصول کافی صـ ۲۶۷)
"اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا اور ایمان کی مضبوطی تھی۔"	"اور اگر وہ لوگ اس کے مطابق عمل کرتے جو انہیں نصیحت دی گئی علی کے بارے میں تو اس میں ان کا بھلا تھا۔"

آفتاب سے زیادہ روشن دلائل کے باوجود کہ قرآن مجید، معجزۂ رسالت محمدی ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) اور قدرت الٰہ خود اس کی محافظت پر مستعد ہے۔ اور دورِ نبوت سے آج تک سینہ بہ سینہ یہ امانتِ خداوندی منتقل ہوتی آرہی ہے۔ بات صرف سینے کی نہیں ہے۔ تحریر کرکے کتابی شکل میں آنے سے قبل اس سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم طریقہ حفاظت، حفظِ قرآن پر صحابۂ رسول نے اپنی زندگیاں لگائیں اور صحابہ وائمہ کے حقیقی ماننے والے آج تک حفظ قرآن سے مالامال ہوئے ہیں ——— مگر فرقۂ شیعہ اور اس کے رہنما خمینی صاحب جو آج دُنیا میں اسلامی انقلاب کے رہنما اور قائد کہے جاتے ہیں۔ قرآن کے بارے میں ان کا عقیدہ کچھ اپنے فرقہ سے الگ تو نہیں —— ؟ اس کے بعد اب سوال یہ ہے کہ:

گستاخی معاف! "اے اسلامی انقلاب کا سبز باغ دنیا کو دکھانے والے! اگر قرآن ہی ناقابلِ یقین ہے تو احکام اسلام کہاں سے آتے اور شیعیت کے ماخذ ومراجع اگر اس قرآن کے سوا کسی اور راہ سے درآمد شدہ ہیں — اور یقیناً ہیں تو ایسا انقلاب شیعہ انقلاب تو کہلا سکتا ہے۔ خمینی انقلاب کے نام سے تو موسوم کیا جاسکتا ہے مگر العیاذ باللہ اسے اسلامی انقلاب جو سراسر قرآن ہی پر منتج ہو سکتا ہے کا نام دے کر اسلام، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کو رُسوا کرنے کی کوشش ہرگز نہ کی جائے۔

بھولے بھالے سُنیوں کو باور کرنا چاہیئے کہ اسلام کے نام پر لہرا اُٹھنے والا عَلم حقیقی اسلام کا پرچم نہیں ہوتا۔ آج ایشیا کے ممالک کی طرح یورپ کے ممالک میں بسنے والے کچھ سیدھے سادے لوگ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اسلام اسلام کا نام لینے والے

ایرانی رہنما۔ قرآن والے اسلام کا انقلاب لا رہے ہیں
ان حقائق کی روشنی میں میں کہہ سکتا ہوں کہ ؎

تمہیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

اسلامی انقلاب محض وہ ہو سکتا ہے جو قرآن کی بنیادوں پر برپا کیا جائے اور جو فرقہ خود قرآن کی صحت کا منکر اور عملی طور پر جس فرقہ میں کوئی حافظ قرآن ہی نہیں ہوتا اسے تم قرآن والا فرقہ کیسے کہہ سکتے ہو۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اس فرقہ کو تو خود قرآن نے مردود کر دیا ہے۔ قرآن مقبولانِ قرآن کے سینوں میں بستا ہے۔ اور انہیں ہدیٰ اور نور بخشتا ہے۔ مگر جس فرقے نے خادمانِ قرآن، اور رفقائے صاحبِ قرآن سے عناد کیا قرآن نے خود ان کو راندۂ درگاہ کر دیا۔ مقدس جماعتِ صحابہ کی دشمنی اور عناد کا دنیا میں اسی فرقہ کو یہ وبال بھگتنا پڑ رہا ہے۔ روزِ حشر کیا ہوگا اسے بھی فراموش نہ کیا جائے۔ صحابہ کی گستاخی ؎

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہئے سرخیِ خونِ شہیداں کچھ نہیں

قرآن کی صدیقی وعثمانی تدوین ۔ اور حضرت علی

مگر حیرت تو یہ ہے کہ جس طرح خلافتِ شیخین کے سلسلے میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے صاف اور واضح ارشادات موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے صفحاتِ سابق میں ملاحظہ فرمایا۔ حفاظتِ قرآن کے سلسلے میں اور اس کی تدوین کے معاملے میں حضرت سیدنا ابوبکر یارِ غارِ رسول کی مساعیٔ جمیلہ اور خدماتِ عالیہ کو بھی حضرت شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے واشگاف انداز میں خراجِ تحسین پیش فرمایا ہے

ابن سعد، ابو یعلیٰ (مسند میں) ابو نعیم (معرفہ میں) خیثمہ بن ابی داؤد (فضائل الصحابہ فی المصاحف میں) اور ابن مبارک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن راوی ہیں۔ مولا علی نے فرمایا

اعظم الناس فی المصاحف اجرًا ابوبکر۔ رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اوّل من جمع کتاب اللہ ۱	مصاحف کی خدمت کے سلسلے میں سب سے عظیم اجر حضرت ابوبکر کا ہے، ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کی تدوین فرمائی

اسی طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ مرتضوی ہے

لا تقولوا فی عثمان الا خیرًا فو اللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا من ملأ منا ۲	حضرت عثمان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہ کہو انھوں نے مصاحف کے بارے میں جو کیا ہماری ایک جماعت کے اتفاق اور مشورے سے کیا۔

---

۱ فتح الباری ج ۹ صـ۱۰ وکنز العمال ج ۱ صـ۲۷۹ بحوالہ تدوینِ قرآن مصنفہ مولانا محمد احمد المصباحی مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور صـ۲۲ ۲ ایضاً

دیکھا آپ نے ذخائرِ حدیث نے واضح کیا کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عثمانِ غنی کی قرآنی خدمات جمع و تدوین کے بارے میں صدیقی و عثمانی مساعی کو سراہتے ہوئے انھیں اپنی دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ اور ربِّ کائنات کے حضور انھیں اجرِ عظیم کا حقدار ٹھہرا رہے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو محبتِ علی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں —— اور خود ان کے ممدوح و مشکور کو الزامات کا نشانہ بنا کر غضبِ مرتضوی اور جلالِ اسد اللّٰہی کو برانگیختہ کر رہے ہیں —— ایک طرف یا درہو شیعیت ہے اور دوسری طرف خدا اور اس کی خدائی کے وہ تمام برگزیدہ بندے جو حق تعالیٰ کے قرآن کو حق سمجھ کر سینے سے لگائے ہوئے ہیں ؎

یہ وقتِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حفاظتِ قرآنِ عظیم کے سلسلے میں صحابۂ کرام کتنے حساس تھے، اور بابِ علم النبی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جلیل المرتبتی کا کیا کہنا! روایات میں ملتا ہے کہ

"دورِ علوی میں شہر انطاکیہ کے اہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ دربارِ مرتضوی میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ قرآنِ مجید میں جس جگہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ذکر ہے، اس میں ایک لفظ کے محض ایک نقطے کی وجہ سے شہر انطاکیہ کے باشندوں کے سر کلنک کا ٹیکہ لگا ہوا ہے۔ ہماری بدنامی کا یہ داغ اگر آپ چاہیں تو دُھل سکتا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کون سا مقام ہے؟ انھوں نے کہا کہ قرآنِ مجید کے سولھویں جز میں آیت اس طرح ہے فابوا ان یضیفوھما (جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر ان دونوں کی مہانداری سے انکار کر دیا۔)

ہماری آپ سے صرف اتنی درخواست ہے کہ آپ بار کا نقطہ ہٹا کر اوپر اگر دو نقطے لگا دیں یعنی فابوا کا فاتوا کر دیں تو اس کا مفہوم یہ ہو جائے گا کہ ان دونوں کی ضیافت کی، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ نے جواب دیا کہ اگر کوئی دنیا کی ساری دولت خرچ کر کے قرآن کے نقطے کو بدلنا چاہے گا پھر بھی یہ ناممکن ہے۔ گویا قرآن

حرف حرف نقطہ نقطہ جیسے ہے ویسے ہی رہے گا۔ میں پوچھتا ہوں کیا اب بھی یہ بات باور کرانے کی رہ گئی ہے کہ اہلِ عناد نے مقدس صحابہ پر بعد کے زمانے میں جہاں بہت ساری الزام تراشیاں کی ہیں انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

شیعی موقف پر تنقید

ہمارے فاضل دوست مولانا محمد احمد مصباحی نے اپنی محققانہ تصنیف "تدوینِ قرآن"[1] میں ایک مستقل عنوان "شیعہ اور قرآن" قائم کر کے اس موضوع کو براہان و دلائل سے خوب مزین کیا ہے۔ اب ہم اس کے چند اقتباسات درج کرتے ہیں

"روایاتِ شیعہ ہی سے ثابت ہے کہ تمام ائمۂ اہلِ بیت، اسی قرآن کی قرأت فرماتے، اسی سے استدلال، اسی سے استشہاد، اسی کی تفسیر اور اسی پر عمل کرتے، امام حسن عسکری کی طرف منسوب تفسیر اسی قرآن کی ہے۔ شیعہ اسے اپنے بچوں، خادموں گھر والوں کو پڑھاتے ہیں۔ اور نماز میں اسی کی قرأت کرتے کراتے ہیں۔

ذرا غور کریں کہ اس قرآن کی تحریف کیوں کر ہو سکے گی جسے ابتدائے نزول سے زمانۂ تدوین تک (اور آج تک بھی) بچے بوڑھے جوان سب پڑھتے پڑھاتے سیکھتے سکھاتے، حفظ کرتے اور حفظ کراتے رہے ہوں۔

ہزارہا ہزار حفاظ بھی پیدا ہو گئے ہوں۔ ان میں اہلِ بیتِ کرام بھی ہیں، شیعانِ علی بھی اور محبانِ اہلِ بیت بھی۔ کیا سب کے سب اپنی بصارت اور بصیرت اور اسلامی ضمیر کو کچل کر قرآن کے معاملے میں اتنے بزدل، نرم اور سہل بن جائیں گے کہ حفظ اور علم ہوتے ہوئے بھی تحریف شدہ قرآن قبول کر لیں گے؟

ایک ایسا قرآن جس کی ہزاروں غیر منسوخ آیات حذف کر دی گئی ہوں، اور کچھ کا کچھ بنا دیا گیا ہو جب کہ دین کے معاملے میں ان کے تصلب اور حق گوئی کی جرأتِ بے باک کا بے مثال نمونہ، اور شاندار ریکارڈ یہ تھا کہ فاروقِ اعظم جیسے صاحبِ دبدبہ و حشمت خلیفہ کو برسرِ منبر معمولی آدمی بھی ٹوک دیا کرتا —— پھر ان خلفاءِ

[1] مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)

برحق کا بھی عدیم المثال کردار یہ رہا ہے کہ قبولِ اصلاح سے انھیں کوئی ملال نہ ہوتا، بلکہ مسرت اور خوشی ہوتی اور اصلاح و تنقید سن کر پکار اٹھتے

الحمد للہ الذی جعل فی المسلمین من یسدد اعوجاج عمر	خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں میں ایسے لوگ بنائے ہیں جو عمر کی کجی دور کرتے ہیں۔

کیا یہ کسی سلیم الحواس شخص کے قیاس میں آنے والی بات ہے کہ معمولی لغزش و خطا پر تو صحابہ کی وہ شاندار جسارت۔ اور تحریفِ قرآن جیسے جرمِ عظیم پر یہ بزدلی اور مداہنت کہ جنگ و حرب اور مقابلہ و مقاتلہ تو کجا چون و چرا بھی نہ کریں۔ کسی سے کوئی صدائے احتجاج اور آوازۂ اصلاح و تردید بھی بلند نہ ہو؟ والعیاذ باللہ [1]

آگے چل کر لکھتے ہیں

رب العالمین ارشاد فرماتا ہے

یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (المائدہ پ ٦ ع ١٤)	اے رسول پہنچا دو جو کچھ پہنچا تمھیں تمھارے رب کی طرف سے، اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا

یہ بتائیں کہ رسولِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کارِ تبلیغ کی تکمیل فرمائی یا نہیں؟ اگر ان کی تبلیغ مکمل نہیں ہوئی تو یقیناً دینِ اسلام ابھی ناقص ہے۔ روافض بھی اپنے کو دینِ اسلام کا متبع ضرور بتاتے ہیں، تو وہ بھی ایک دینِ ناقص ہی کے متبع ٹھہرے اور اگر رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ پوری ہو گئی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم امت تک پہنچ چکا۔ اس وقت کی امت کو بھی اور موجودہ امت کو بھی۔ ورنہ وہ تبلیغِ قرآن کیسی جو چند آدمیوں یا چند برسوں تک محدود ہو؟ بتائیں کہ اس تبلیغ سے فائدہ ہی کیا ہوا؟ جب

[1] تدوینِ قرآن ص ١٩٨ - ١٩٩

(بقولِ شیعہ) قرآن آج تک اپنی اصلی شکل میں دنیا کے سامنے نہ آیا۔ اور پوری دنیا گمراہی و جہل مرکب میں مبتلا ہے۔ دوسری کتاب کو قرآن سمجھے عمل پیرا ہے" [1]

ردِ شیعہ بزبانِ شیعہ

حضراتِ شیعہ میں کے بعض ذی شعور علماء نے اپنے فرقے کے خلاف سخت تنقیدیں بھی کی ہیں اور اس کو غلط قرار دیا ہے، اور خود کو اس سے بری قرار دیا ہے، ان میں بابویہ اس عقیدے کا کھلا مخالف ہے شیعی عالم ابو علی فضل طبرسی نے اپنی تفسیرِ قرآن میں جس کا نام "مجمع البیان" ہے اس فاسد عقیدے کا خوب رد کیا ہے، ہم اس کا اردو خلاصہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

"قرآنِ مجید میں کچھ اضافے کا دعویٰ اجماعی طور پر سب کے نزدیک باطل ہے۔ رہا حذف اور کمی کا خیال تو یہ ہمارے اصحابِ شیعہ اور حشویہ عامہ کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ قرآن میں کوئی حذف اور کمی بھی نہیں ہوئی۔ مرتضیٰ (مستند شیعی عالم) نے اس بات کی تائید کی ہے اور مسائل طرسیات کے جواب میں اس پر بھرپور کلام کیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے کہ نقلِ قرآن کی صحت اس طرح یقینی ہے جیسے مشہور شہروں (مکہ، مدینہ، بغداد وغیرہ) کا ثبوت، بڑے بڑے حوادث و وقائع (جیسے طوفانِ نوح وغیرہ) کا ظہور، مشہور کتابوں اور عرب کے تحریر شدہ شعروں کا وجود یقینی ہے۔

قرآن کے ساتھ اعتنا بہت زیادہ، اس کی نقل و حفاظت کے اسباب فراواں اور اس حد کو پہنچے ہوئے تھے جہاں تک مذکورہ چیزوں میں نہ تھے، اس لیے کہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علومِ شرعیہ و احکامِ دینیہ کا ماخذ ہے۔ مسلم علماء اس کی حفاظت و صیانت میں آخری حد کو پہنچے، یہاں تک کہ اس کے اعراب، قرأت، حروف، آیات سب کے اختلافات بھی دریافت کیے۔ پھر یہ کیونکر ممکن کہ اتنے اہتمام اور ضبطِ شدید

[1] تدوینِ قرآن ص ٢٠١

کے باوجود قرآن میں کوئی تبدیلی یا کمی واقع ہو۔ مرتضٰی نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کی تفسیر اور اس کے اجزاء کے نقل کی صحت بھی اسی طرح یقینی ہے جس طرح مجموعے کی صحت بے داغ ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے تصنیف شدہ کتابوں کے بارے میں ضروری طور پر معلوم ہوتا ہے مثلاً سیبویہ اور مزنی کی کتاب، اس فن سے شغف رکھنے والے ان کی تفصیلات بھی اسی طرح جانتے ہیں جیسے مجموعے کے متعلق جانتے ہیں یہاں تک کہ سیبویہ کی کتاب میں اگر کوئی نحو کا ایسا باب داخل کر دے جو دراصل کتاب کا نہ ہو تو وہ پہچان میں آجائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ الحاقی ہے، اصل کتاب کا نہیں یہی بات کتاب المزنی کے متعلق بھی ہوگی۔

جب ان سب کا یہ حال ہے تو قرآن کے نقل و ضبط کا اہتمام تو کتاب سیبویہ اور دواوین شعراء کے ضبط و حفظ سے کہیں زیادہ ہے۔ مرتضٰی نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کی جمع و تالیف اسی طرح تھی جیسے اب ہے۔ یہ بھی بتایا کہ امامیہ اور حشویہ کے جو لوگ اس کے خلاف ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیوں کہ اس اختلاف کا اصل تعلق چند راویان حدیث سے ہے، جنھوں نے ضعیف حدیثیں صحیح گمان کر کے نقل کر دیں۔ اس طرح کی چیزوں کے باعث یقینی اور قطعی الصحۃ امر (قرآن کا ہر نقص سے محفوظ ہونا) سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔[1]

فاضل مصنف تدوین قرآن طبرسی کبیر کی مفصل عبارت کا حوالہ دینے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اس حوالے سے چند امور معلوم ہوئے

① قرآن میں کسی اضافے کا دعویٰ شیعہ و اہل سنت سب کے نزدیک بالاجماع باطل ہے

[1] مجمع البیان فی تفسیر القرآن للطبرسی کبیر۔ الفن الخامس فی اشیاء من علوم القرآن ج ا ص۵ مطبوعہ کارخانہ کربلائی۔ تہران بحوالہ تدوین قرآن ص ۲۰۲/۲۰۵

② شیعوں کے فرقہ امامیہ کا مذہب ہے کہ قرآن میں حذف و کمی ہوئی ہے حشویہ (ظاہر نصوص پر عمل کرنے والے محدثین) کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ ان کا تعلق صرف ان روایات کی نقل سے ہے، جن میں کچھ ایسے کلمات کا ذکر ہے جو قرآن میں نہیں۔ پہلے کسی نے انھیں جزو قرآن بتایا تھا مگر شاذ، خلاف، اجماع یا قرآن کے دورۂ اخیرہ میں منسوخ ہونے کے باعث وہ قرآن نہ ٹھہرے ۔ یا ان کا ثبوت آحاد سے اور غیر قطعی ہے۔ اس لیے ان کی کتابت و قرأت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہرحال حشویہ ان کلمات کی قرآنیت اور قرآن میں حذف و کمی کے قائل نہیں

③ قرآن میں حذف و کمی کا دعویٰ بھی باطل ہے

④ نقل قرآن کی صحت دیگر متواترات عالم کی طرح بالکل یقینی ہے

⑤ قرآن کی حفاظت اور حفظ و صحت کا حد درجہ اہتمام کیا گیا ہے جو اس کی صحت اور حذف و اضافے سے پاک ہونے کی کافی دلیل ہے

⑥ قرآن میں کوئی حذف و اضافہ یا تبدیلی نہیں، یہی صحیح ہے۔ جو لوگ اس کے مخالف ہیں اُن کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں[1]

قرآن کی صحت اور غیر مسلمین

"مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"[1]

یہ تو رہی خود فرقہ شیعہ کے اہل بصیرت کی تنقید اور رائے۔ اب ہم ذیل میں چند غیر مسلم مفکرین کی آراء قرآن مجید کی صحت کے بارے میں پیش کریں گے۔ جن سے اندازہ ہوگا کہ حد درجہ متعصب اور خود پسند ہونے کے باوجود انھیں اس اعتراف سے مفر نہیں کہ قرآن تبدیلی سے پاک ہے۔

"لائف آف محمد" میں صحابۂ کرام کی غیر معمولی قوت حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے وحی قرآن کی محفوظیت کا اقرار مشہور انگریز مؤرخ سر ولیم میور سے سنیے۔ وہ لکھتا ہے

[1] تدوین صفحہ ۲۰۵

"ان کی قوتِ حافظہ انتہائی درجے کی تھی اور اس گروہ لوگ قرآنِ کریم یاد کرنے کے سلسلے میں بڑی سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے۔" [1]

واضح رہے کہ یہ وہی میور ہے جو مستشرقین میں اپنی اسلام دشمنی اور پیغمبرِ اسلام سے عناد کے سلسلے میں حد درجہ مشہور ہے۔ اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے

"حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی وفات کے رُبع صدی کے اندر ہی، ایسے شدید مناقشات شروع ہوگئے اور پارٹی بندیاں ابھر آئیں جن کے نتیجے میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید کر دیئے گئے اور یہ اختلاف آج بھی ہے لیکن ان تمام فرقوں میں قرآن ایک ہی ہے۔ ہر زمانے میں تواتر کے ساتھ ان سبھی فرقوں کا ایک ہی قرآن پڑھنا، اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آج ہمارے سامنے وہی صحیفہ ہے جو اس بدقسمت (معاذ اللہ) خلیفہ کے حکم سے تیار کیا گیا تھا۔ شاید پوری دنیا میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جس کی عبارت بارہ صدیوں تک اسی طرح بغیر تبدیلی کے باقی رہی ہو۔ قرآن میں قرأت کا اختلاف حیرت انگیز طور پر بہت کم مقدار میں ہے۔" [2]

اور آگے بڑھیے۔ باسورتھ اسمتھ سے سنیے، لکھتا ہے

"ہم ایک کتاب (قرآن) رکھتے ہیں جو اپنی اصلیت، محفوظیت اور مضامین کی بے ترتیبی میں بالکل یکتا ہے۔ لیکن اس کی جوہری صداقت میں کوئی بھی کبھی سنجیدہ شک نہ کر سکا۔" [3]

قرآن کے بارے میں غیر مسلم قلم کاروں کی آراء

مسلمانانِ عالم کا اصل سرچشمۂ حیات قرآن ہی ہے یہی مقدس صحیفہ اس

[1] لائف آف محمد LIFE OF MOHAMMAD BY SIR W. MUIR

[2] LIFE OF MOHAMMAD BY SIR. W. MUIR P. 22 - 23

[3] BASWORTH OPCIL. P. 22

قوم و ملت کی ترقی، بقاء اور استحکام کا اصل مبدأ و ماخذ ہے۔ شرائع کا متن، زندگیوں کا اصول، مجموعۂ قوانین، رہبر، چشمۂ صدق و صفا ہے۔ مسلمانانِ عالم نے دنیا کے ہر میدان میں انہی قرآنی بنیادوں کو اپنا کر حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔

اسلام صاف و شفاف نظریات کا نام ہے، جو ہر لحاظ سے جامع مانع ہے، جس کا محرک اول غیر مسلموں کے نزدیک بھی یہی غیر مبدل قرآن ہے۔ اب ہم ذیل میں کچھ تفصیل کے ساتھ مستشرقین اور دیگر غیر مسلم اہلِ قلم اور علماء کی عمومی آراء پیش کریں گے۔

مسٹر ہولڈرسن کہتے ہیں

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پھیلایا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے، وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پر مبنی ہے۔" [1]

ہسٹری آف دی ورلڈ (HISTORY OF THE WORLD) میں جان ڈیون پورٹ کا بیان ہے

"قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے۔ اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبارت سے لے کر جسمانی صحت، جماعت کے حقوق سے لے کر حقوقِ افراد، اخلاق، جرائم، دنیوی سزا و جزا وغیرہ تک کے عام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ ان میں اصول بھی ہیں جن کی بنا پر، حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور اس سے ملکی قوانین اخذ کیے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ قرآن ایک بے نظیر قانونِ ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔" [2]

دی گریٹ ٹیچر (THE GRET TEACHER) میں قرآن کو تمام عیوب مذمومہ سے کس طرح منزہ اور پاک صاف لکھا گیا ہے، اسے بھی دیکھتے چلیں

[1] پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

[2] نقوش رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۶۹

"منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کرسکتا ہے، دو نہایت ہی عیاں ہیں، ایک تو وہ مؤدّبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے مدِنظر رکھتا ہے، کہ وہ خدا سے خواہشاتِ رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامُہذب و ناشائستہ احکامات اور بیانات سے بالکل مُنزّہ ہے جو بدقسمتی سے یہودیوں کے صحائف میں عام ہیں۔ قرآن تمام قابلِ انکار عیوب سے بالکل مُبرّا ہے، اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہوسکتی۔ اس کو شروع سے اخیر تک پڑھ جاؤ مگر تہذیب کے رخسار پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔

حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہوگئی تھی، ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ ہر سمت بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھر دل کو قابلِ پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے اور ۶۱۱ء میں انھوں نے قرآن کی اشاعت کی۔ یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے سب کچھ موجود ہے۔ اس کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرح رُوح کی اصلاح کے لیے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کیے ہیں۔" ۱؎

ڈاکٹر لڈولف کریہل نے کہا کہ

"قرآن میں عقائد و اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے" ۲؎

مشہور جرمن شاعر غیر مبدل قرآن کی جاذبیت، اثر انگیزی اور مقناطیسیت کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کرتا ہے

۱؎ نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۶۹

۲؎ حوالہ مذکورہ بالا

"قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دل فریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے، متحیر کرتی ہے اور آخر ش ایک رقّت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زبانوں میں اثر کرتی رہے گی"۔ ۱؎

ڈاکٹر ہٹلر کا قول "ادب العرب" کے حوالے سے منقول ہے کہ

اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے، جو تمدن کا جھنڈا اُٹھاتا ہے، جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اس کو سیکھے۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال، استقامت، عزتِ نفس، نہایت لازمی ہیں۔ اس کی خصوصیات شائستگی اور تمدن کی سب سے بڑی بنیاد ہیں ۲؎

قرآن کی جامعیت اور کاملیت بھی اس کے معجزات میں سے ہے، اس کا اعتراف موسیو سیدیو نے کیا ہے جسے ادب العرب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

"وہ آداب و اصول جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں۔ جن کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے، جو دنیا کو بھلائی اور اسلام کی تعلیم دیتے ہیں، ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کا طور سکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے، اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمال سے بدل دیتا ہے"۔ ۳؎

برٹش انسائیکلو پیڈیا لفظ قرآن کا مقالہ نگار لکھتا ہے

"قرآن کے احکام مطابقِ عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انھیں چشمِ بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہوسکتے ہیں" ۴؎

۱؎ رسالہ مولوی دہلی رمضان ۱۳۵۲ھ

۲؎ نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۰

۳؎ " " " " ۴۷۱

۴؎ ایضاً

مسٹر کارلائل نے کہا

میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو خوبیاں بیان ہو سکتی ہیں، اپنے میں رکھتی ہے۔ بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہو سکتی ہے [1]

مسٹر آسٹین لین پول نے قرآنی اعجاز کو تسلیم کرتے ہوئے گائیڈنس آف ہولی قرآن (GUIDANCE OF HOLY QURAN) میں لکھا ہے کہ

"قرآن کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا، جب کہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاقِ انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ بُت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے تمام گمراہیوں کو مٹایا، جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، علوم حقائق سکھلائے، ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے [2]

دی لائف آف ریلیجن میں کاؤنٹ ٹالسٹائی کا قرآن کے بارے میں بیان مذکور ہے

"یہ کتاب (قرآن) عالمِ انسانی کے لیے ایک بہترین راہبر ہے۔ اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے، تمدن ہے، معاشرت ہے، اور اخلاق کی اصلاح کے لیے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا، تو یہ عالمِ انسانی کی رہنمائی کے لیے کافی تھی ۔۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جب کہ ہر طرف آتشِ فساد کے شرارے بلند تھے۔ خوں خواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک

[1] نقوش رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۱
[2] " " " " ۴۷۲

جاری تھی، اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا، اس کتاب نے تمام گمراہیوں کا خاتمہ کر دیا۔ [1]

دی پاپولر ریلیجن آف دی ورلڈ (THE POPULAR RELIGION OF THE WORLD) میں مسٹر طامس کارلائل کیا کہتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جب کہ طرح طرح کی گمراہیاں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت، شرافت اور تہذیب و تمدن کا نام مٹ چکا تھا، ہر طرف بے چینی اور بدامنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کیے۔ بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہو گئیں۔ اور ظلم و ستم کا بازار سرد پڑ گیا ہزاروں گمراہ راہِ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل، اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ [2]

پکچر ان اسلام (PICTURE IN ISLAN) میں پروفیسر ہربرٹ وائل نے قرآن مجید کو، جو خدا کا غیر مبدل کلام ہے کی الٰہی تعلیمات کو دنیاوی معاملات کا حل اور ترقیات کا ذریعہ قرار دیا ہے

"قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے، ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جب کہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو، اور کوئی جماعت ایسی نہیں تھی جو سیدھے راستے پر چلتی ہو، قرآن نے عالمِ انسانیت کی زبردست اصلاح کی،

[1] نقوش رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۲
[2] ایضاً

اور وحشیوں کو انسانِ کامل بنا دیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانونِ ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی شاخ لے لیجیے، ناممکن ہے کہ اس شعبے میں اس کی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھ دار آدمی بیک وقت دُنیادی اور رُوحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لیجیے جو شرفِ انسانیت ہیں، مثلاً راست بازی، پرہیز گاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایتیں موجود ہیں۔ اور اگر ان اخلاق کو لیجیے جن کا تعلق دُنیاوی ترقی سے ہے، مثلاً محنت و مشقت، جرأت و استقلال، جرأت و شجاعت، تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہر کیف وہ ایک حیرت انگیز قانونی ہدایت ہے۔" [۱]

لا ثانی قرآن کے حُسنِ زبان و بیان کو بھی خود قرآن ہی نے معجزہ قرار دیا۔ اور فصحائے عرب اور بلغائے عالم کو تا امروز چیلنج ہے کہ

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ — اس جیسی ایک سورہ ہی بنا لاؤ

اہلِ مغرب میں سے جرمن شاعر گوئٹے کا اعتراف میں پہلے ہی ذکر کر آیا ہوں، اب اسی طرح کچھ دیگر مستشرقین کو بھی اس کا اقرار کرتے دیکھیے۔

جرمن مورخ ڈاکٹر ذوک کہتا ہے

قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جیسے لگتا ہے کہ ایک ناصح امین نصیحت کر رہا ہے اور حکیم فلسفی حکمتِ الٰہی بیان کر رہا ہے [۲]

ڈاکٹر سیل کہتا ہے

"قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے، اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی

---

[۱] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۳
[۲] ایضاً

انسان اس کی مثل نہیں لا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو مُردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے [۱]

ڈاکٹر لیبان تمدنِ عرب میں کہتا ہے کہ

"قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے نئے مسلمان پیدا کر لیتی ہے" [۲]

ڈاکٹر جے بی پول اپنا تاثر، جو مطالعۂ قرآن کے بعد اس کی فصاحت و بلاغت سے اس پر ہوا، بیان کرتا ہے

"تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گزشتہ سالوں میں میں نے غور سے اس کا مطالعہ کیا، تو اس کی بلاغت، الفاظ کی شان و شوکت اور روانی سے حیران رہ گیا" [۳]

پاپولر انسائیکلو پیڈیا (POPULAR ENCYCLOPEDIA) میں ہے

قرآن کی زبان بلحاظِ لغتِ عرب نہایت فصیح ہے۔ اس کی انشائی خوبیوں نے اس کو اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے۔ اس کے احکام اس قدر مطابقِ عقل و حکمت ہیں کہ اگر انسان انھیں چشمِ بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی کے لیے کفیل ہیں [۴]

یہودی قلم کار ڈاکٹر باروز کے مجموعۂ تقاریر کے صفحہ ۲۷ کے حوالے سے منقول ہے۔ اس نے کہا

"قرآن ایک فصیح و بلیغ، عجیب و غریب کتاب ہے۔ جو سرچشمۂ علوم اخلاق ہے" [۵]

اسی طرح قرآن مجید کے بارے میں غیر مسلم اہلِ قلم اور علماء کی رائیں، جو اس کی ہمہ گیر خوبیوں کے

---

[۱] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۳
[۲] ایضاً صفحہ ۴۷۴
[۳] ایضاً
[۴] ایضاً صفحہ ۴۷۵
[۵] ایضاً

اعتراف میں ہیں اور اسے تحریف و تبدیل سے منزہ، کامل اور مکمل سرمایۂ حیات ثابت کرتے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

پادری وال رنیس ڈیڈی کی رائے ہے کہ

"قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے۔" [1]

پروفیسر ڈیوپورٹ کا قول قرآن کے بارے میں اور قرآنی نسل کے بارے میں بحوالہ "صوت العرب" ہم تک پہنچا۔ انھوں نے کہا

"ہم پر واجب ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیعیہ، فلکیہ، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے، وہ قرآن سے مقتبس ہیں، اور اسلام کی بدولت ہیں۔" [2]

لائف آف محمد، الکس لوازن سے مصنف کتاب "قرآن ایک معجز نما کتاب" نے نقل کیا۔ اور ان کے ذریعے ہم آپ تک مصنف مذکور کا یہ بیان پہنچاتے ہیں

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باوجودیکہ امی تھے، انھوں نے ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد قومیت، مذہبیت، بادشاہت کی بنیاد ڈالی اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی، جو بلاغت کا ایک زبردست نشان، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادت کا قابلِ اذعان فرمان ہے۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جو اس وقت دنیا کے پانچ حصے میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے اور اس کے انشاء و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے۔" [3]

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے کا قول ہے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلۂ توحید کو ایسی پاکیزگی اور نفاست اور جلال

---

[1] نقوش رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۵۴۴
[2] ایضاً
[3] قرآن ایک معجز نما کتاب صفحہ ۳۵

جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔" [1]

اکسفورڈ کا ڈفری ہیگنس کہتے ہیں

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا غم خوار ہے [2]

الڈ سمویل جانسن نے کہا

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کے لیے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صداقتیں خواہ مخواہ اسے قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔ [3]

مصنف معجزات اسلام نے مصری اخبار "الوطن" کے حوالے سے کسی مسیحی اخباری رپورٹر کا یہ بیان نقل کیا جسے میں آپ تک پہنچاتا ہوں

"مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا، تو اپنی ہر دنیوی و دینی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔" [4]

مسیحی قلم کار ڈاکٹر موریس لکھتا ہے (لایا ردل)

"یہ کتاب قرآن تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لیے جو کتابیں تیار کی ہیں یہ ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لیے ایک علمی کتاب ہے۔ شائقین علم لغت کے لیے وہ ذخیرۂ لغات، شعراء کے لیے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ان کو یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری

---

[1] باطل شکن ص ۱۳۱
[2] میزان التحقیق ص ۱۳۳
[3] معجزات اسلام ص ۳۵
[4] ایضاً

کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت ان کو سارے جہان سے بے نیاز کیے ہوئے ہے۔ یہ بات واقعی ہے۔ اس کی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائب روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔ [۱]

دیویندر آر سکینویل کنگ نے کہا کہ

"دنیا نے الہام میں الہام اگر کوئی شے ہے، اور اپنے مکمل وجود میں موجود ہے، تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے"۔ [۲]

اس کے بعد اب ہم چند اقوال ہندی نژاد قلم کاروں اور اہلِ علم کے نقل کرتے ہیں، جس میں سے کچھ ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، کچھ سکھ اور کچھ دوسرے مکاتبِ فکر سے۔

گاندھی جی نے کہا

"مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں"۔ [۳]

مسٹر رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی نے اظہارِ خیال کیا کہ

قرآن کی بھاشا بہت سندر ہے۔ اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہے۔ اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں۔ صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا، محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قائم کیا"۔ [۴]

پروفیسر دوبجاد اس کے بارے میں "معجزاتِ اسلام" کے مصنف نے صراحت کی ہے کہ انھوں نے کہا

---

[۱] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۳
[۲] بحوالہ باطل شکن صفحہ ۲۷
[۳] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۶
[۴] پرکاش فروری سنہ ۱۹۲۷ء

"قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیغام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلے میں ہم شکل کوئی بیان پیش نہیں کر سکتیں"۔ [۱]

بھوپیندر ناتھ باسو کہتے ہیں

"حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اس (قرآن) نے دنیا کے ہر گوشے میں پھیلا دیں"۔ [۲]

لالہ لاجپت رائے نے اظہارِ خیال کیا

"میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں"۔ [۳]

ابندر ناتھ ٹیگور مشہور بنگالی شاعر اور مفکر نے اپنے علم و فہم اور تجربات کی روشنی میں قرآنی اعجاز کے اعتماد پر ایک پیشین گوئی کی تھی جسے رسالہ مولوی دہلی نے نقل کیا تھا، ہم آپ کو نذر کرتے ہیں۔

"وقت دور نہیں جب کہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ دن بھی دور نہیں، جب کہ اسلام ہندوستان کے مذاہب پر غالب آجائے گا"۔ [۴]

پنڈت بشاشتا رام پروفیسر اندرا کالج بمبئی سے کتاب "محمد صاحب جیون چتر" میں نقل ہوا کہ انھوں نے کہا

اس کی (قرآن کی) تعلیمات نہایت آسان، عام فہم اور انسان کی فطرت کے مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دھرم بھی اس کی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتا سکتا جو انسانی تہذیب کے معیار سے گرا ہوا ہو۔ [۵]

---

[۱] بحوالہ معجزاتِ اسلام صفحہ ۱
[۲] بحوالہ باطل شکن صفحہ ۲۶
[۳] مولوی رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ بحوالہ نقوش صفحہ ۴۷۶
[۴] ایضاً
[۵] نقوشِ رسول نمبر ج ۴ صفحہ ۴۷۷

گرونانک نے گرنتھ صاحب میں جو کچھ قرآن کے بارے میں لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی، چھوت چھات بے کار ہے، جنیو، اشنان، ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جس کے آگے پوتھی پران کچھ بھی نہیں"

انھوں نے جنم ساکھی بھائی بالا میں مزید کہا کہ

"ایمان والی کتاب قرآن ہے" اور "توریت انجیل، زبور وید سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے" [1]

گرو انگد یوجی کی لکھی ہوئی کتاب "جنم ساکھی کلاں" میں ہے

"قرآن میں تیس سپارے ہیں، جن میں نصیحتیں ہیں ان پر یقین کرو"

اسی مذہب کی ایک معتبر کتاب "لکھے دی ساکھی" میں مصنف نے لکھا ہے کہ

"ہندو مسلمان سب نے توریت، زبور، انجیل، وید، سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد ہاتھ نہ آیا، البتہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا، نماز روزہ اور عمل کیے بغیر دوزخ نصیب ہوگا" [2]

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے ایڈیٹر جام جمشید نے لکھا ہے کہ

"جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی وہ ملک ساری دنیا سے خراب حالت میں تھا، اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اور انسان و تہذیب کی روشنی پھیل گئی" [3]

ایک مغربی مفکر ڈاکٹر راڈویل کا ایک بھرپور تبصرہ بھی زیب نگاہ کرتے چلیے، جو "دیباچہ قرآن" کے حوالے سے نقوش کے اندر طبع ہوا ہے

---

[1] نقوش رسول نمبر ج ۴ ص [illegible]

[2] ایضاً

[3] ایضاً ص [illegible]

"قرآن نے اول تو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اس کے بعد اس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لیے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں خصوصیت قرآن یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے، جس نے ازمنہ وسطی میں، بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہود اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں پیشتر یورپ کے علماء فلسفہ، ہندسہ، ہیئت، اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصل عربی کتابوں کے لاطینی ترجموں کے ذریعے انھیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں کتابتاً ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق و شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا۔ یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بہ لحاظ صفات قدرت علم عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے، اس جیسا کہیں نہیں۔ اس بناء پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں، جن کے ذریعے سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں، جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ یہ قرآن تحریف سے پاک ہے" [1]

دھری نے قرآن کی تفسیر لکھی ہے اس میں لکھتا ہے

"تمام قدیم صحیفوں میں قرآن سب سے زیادہ غیر مخلوط اور خالص ہے" [2]

لین پول کا کہنا ہے

"قرآن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں ہے ہر

---

[1] نقوش رسول نمبر ج ۴ ص ۳۶۹

[2] COMMETARY OF THE QURAN VOL 1.PAGE 349

حرف جوہم آج پڑھتے ہیں، اس پر یہ اعتماد کر سکتے ہیں کہ تقریباً تیرہ صدیوں سے غیر مبدل رہا ہے" [1]

حکیم مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں

حرف او را ریب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

اب ہم قارئین کو زحمت دیں گے کہ ایک طرف ابو علی فضل طبرسی، اور غیر مسلم مستشرقین کے یہ خیالات رکھیے اور کشف الاسرار مصنفہ شیعہ امام خمینی صاحب کی عبارت پھر سامنے لائیے۔

ہم عیبے را کہ مسلمانان بکتاب یہود و نصاریٰ می گرفتند عیناً برائے خود اینہا ثابت شود [2]	تحریف کا وہ عیب جو مسلمان یہود و نصاریٰ پر لگاتے ہیں ان صحابہ پر ثابت ہوتا ہے۔

اور

آں آیات را از قرآن بر دارند و کتاب آسمانی را تحریف کنند و برائے ہمیشہ قرآن را از نظر جہانیاں بیند از ند [3]	(صحابہ کو دشوار نہیں تھا کہ) ان آیات کو قرآن مجید سے نکال دیں اور کتاب آسمانی میں تحریف کر دیں، اور ہمیشہ کے لیے قرآن کو دنیا والوں کی نگاہ سے مستور بنادیں۔

خمینی صاحب دراصل اصولِ کافی کے ان مندرجات پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں، جو شیعی راویوں کے ذریعے منقول ہیں کہ قرآن مجید سے فلاں فلاں آیات نکال دی گئی ہیں [4]۔ قرآن مجید کا دو تہائی حصہ

[1] SELECTION FROM THE QURAN P.C.
[2] کشف الاسرار ص۱۱۴
[3] ایضاً
[4] اصول کافی صفحہ ۲۶۲/۲۶۴/۲۶۶/۲۶۷

غائب کر دیا گیا ہے۔ ان کے اعتقاد کے مطابق قرآن مجید کی آیتوں کی تعداد سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) تھی [5] جب کہ موجودہ قرآن مجید میں کُل چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) آیتیں ہیں۔ اصل قرآن وہ ہے جو حضرت علی نے مرتب کیا وہ امام غائب آئیں گے تو لے کر آئیں گے [6] بعض شیعی ائمہ یہ بھی کہہ گئے کہ ہمارے پاس مصحفِ فاطمہ ہے جو موجودہ قرآن سے سہ گنا ہے۔ [7]

مگر اسے کیا کیجیے گا کہ یہ حضرات حضرت مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کسی دوسرے مکمل قرآن کو منسوب کرتے ہیں ——— اور خود حضرت علی موجودہ قرآن ہی کے حکیم و دانا، محرمِ راز، نکتہ رس، نکتہ سنج اور اسی کی ترتیب و تدوین پر حضرت ابوبکر و عثمان کے ممنون و مشکور نظر آرہے ہیں۔ اس کھلی حقیقت اور واضح ثبوت کے پیشِ نظر ہی تو خود شیعہ علماء میں سے کچھ لوگوں نے ان اصولِ کافی وغیرہ کی تمام روایات کو لغو قرار دے دیا ہے۔

اب ہمارا سوال اس ذات سے ہے جو علم و فراست اور اقتدار کی مسندِ اعلیٰ پر بیٹھ کر اسلامی احیاء کا خواب دیکھ رہی ہے۔ کیا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ جس قرآن پر مطمئن ہیں اسی قرآن کی روشنی میں احیاءِ اسلام ہوگا یا امام غائب والے قرآن کی روشنی میں۔ اگر جواب ثانی کی تائید میں ہے تو جو قرآن خود غائب ہے اس کی روشنی کہاں سے ظاہر ہوگی۔ نہایت عجز و اخلاص، اور اسلام کی دردمندی سے ہم جناب خمینی صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے گزارش کریں گے کہ خدارا انقلابِ اسلام برپا کرنے کا عمل شروع کرنے سے قبل، قرآن والے اسلام، رسول والے اسلام، اصحاب کرام اور ائمہ والے اسلام سے روشناس ہونا ضروری ہے۔

دل میں طوفانِ وفا آنکھوں میں سیلِ اشتیاق
عشق سے پہلے مذاقِ عاشقی پیدا کرو۔

[5] اصولِ کافی ص۲۷
[6] ایضاً
[7] ایضاً

اے بسا آرزو .... ایران میں شاہ کا تختہ الٹنے کے بعد اخبارات کی روشنی میں ہم نے اور ہم جیسے نہ جانے کتنے بھولے بھالے مسلمانوں نے یہ امید لگائی، اور آس باندھی تھی کہ موجودہ بحرانی دور میں جب کہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر ادبار و ذلت مسلط ہے، شاید شیراز کے خطے سے فرقہ بندیوں کے خول سے آزاد خالص قرآن و سنت والی کوئی صدا امام خمینی کے ذریعے سنائی دے گی، مگر جب خود موصوف کی تحریریں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو ہم سینہ پیٹ کر رہ گئے۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ حقیقت حال یہ ظاہر ہوئی کہ ؎

رہ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہیں اِنہی گم کردہ راہوں میں

گویا اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کے بمصداق ہمیں باور کرنا ہوگا کہ اگرچہ کل کا کنگڈم آف ایران آج اسلامی جمہوریۂ ایران سے ضرور پکارا جاتا ہے، مگر اسلام کے نام کے درپردہ اہانتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہانتِ قرآن کا وہی آوازہ بلند ہوگا جو شیعیت کا شعار ہے۔ یہ بات جناب خمینی صاحب کی تصنیفات کے مطالعے نے واشگاف کی ؎

نگاہ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بیٹھا ہے کوئی بے وفا ہو کر

فرقہ شیعہ اور ایک بزرگ کا مکاشفہ اہلِ سنت وجماعت سے شیعہ نظریات کا اختلاف آج کا نیا نہیں ہے بلکہ بہت قدیم ہے۔ اسی لیے اہلِ سنت خوب جان گئے ہیں کہ یہ ہماری ملت کا جز نہیں ہیں۔ مشہور اسلامی محقق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "اَلدُّرُّ الثَّمِین" میں اپنے مکاشفاتِ روحانی ذکر کیے ہیں، اس میں نواں مکاشفہ اس طور پر ہے کہ آپ حضور ختمی مرتبت سرتاج روحانیاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بارگاہِ ناز میں حاضرِ خدمت ہیں۔ پھر اس کے بعد انہی کے الفاظ میں سنیئے

سألتہ صلی اللہ علیہ وسلم سوالا روحانیا عن الشیعۃ فاومیٰ إلیّ ان مذھبھم باطل، و بطلان مذھبھم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندھم ھو المعصوم المفترض طاعتہ الموحیٰ الیہ وحیًا باطنیا وھذا ھو معنی النبی، فی مذھبھم یستلزم انکار ختم النبوۃ قبحھم اللہ تعالیٰ [1]

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فرقہ شیعہ کے بارے میں دریافت کیا۔ مجھے جواب ملا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔ اور ان کے مذہب کا بطلان لفظِ امام سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جب اس مراقبۂ روحانی کی کیفیت ختم ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ واقعی امام ان حضرات کے نزدیک وہ معصوم ہستی ہے جس کی اطاعت فرض ہے، اور جس پر باطنی وحی آتی ہے اور حقیقت میں یہی نبی کی تعریف ہے۔ اس بنیاد پر ان کا مذہب ختم نبوت کے انکار کا مستلزم ہے۔

اب ان حقائق کی روشنی میں اہلِ سنت کو شیعوں سے کیسے روابط رکھنے چاہییں۔ اس سلسلے میں از خود کچھ قلم فرسائی کے بجائے امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ حاضرِ خدمت کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ جلد ۱۰ کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ اہلِ سنت وجماعت اس بارے میں۔ آیا شیعوں کے ہمراہ ان کے مکان پر تیار شدہ کھانا کھانا درست ہے یا نہیں۔ اور یہ بات جو مشہور ہے کہ شیعہ اہلِ سنت وجماعت کو کھانا خراب کھلاتے ہیں اس کا کیا ثبوت عقلی یا نقلی ہے۔ اور نقلی ہے تو کس کی اور کس کتاب سے؟

الجواب:۔ روافض کے ساتھ کھانا کھانا، اُن کی تقریباتِ سرور میں دوستانہ شریک ہونا، اور جو امور ولاء و وداد و محبت پر دلالت کرتے ہیں، ان سے احتراز واجتناب

---

[1] الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ص۱۳

کی نسبت، احادیثِ کثیرہ، و اقوالِ ائمہ وافرہ متظاہرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ حدیث ابن حبان و عقیلی وغیرہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَاتُوَاکِلُوْھُمْ وَلَاتُشَارِبُوْھُمْ وَلَاتُجَالِسُوْھُمْ	نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ بیٹھو

قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے

وَلَاتَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ	ظالموں کی طرف رغبت نہ کرو، کہ تمہیں چھوئے دوزخ کی آگ

اور فرماتا ہے

وَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۞	اور یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو

یہ بات کہ یہ نا مقید فرقہ جب اہلِ سنت کے بعض نا واقفوں کو کھانا دیتا ہے، خراب کرکے دیتا ہے اس پر کسی دلیل و برہانِ عقل کے قیام کے کیا معنیٰ؟ یہ امور متعلق بہ شہادت ہیں۔ مشہور اسی طرح ہے والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ اور اس کا پتہ ان کی ان حرکتوں سے چلتا ہے جو خاص حرمِ محترم مکہ معظمہ میں ان کی بے باکیوں سے صادر ہوتی ہوئی سنی ہیں، اور بعدِ اطلاع سزائیں دی جاتی ہیں۔ فقیر جس زمانے میں حاضرِ حج تھا، خدامِ کرام مکہ معظمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک رافضی نے حرمِ مبارک میں پیشاب کیا، کہ اہلِ سنت کے کپڑے خراب ہوں۔ اسی زمانے میں مسموع ہوا کہ کوئی خدا نا ترس معاذ اللہ حجرِ اسود شریف پر کوئی گندی چیز لگا گیا کہ مسلمان ایذا پائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ؎۱

شیعہ سے متعلق مفصّل احکام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی مستقل کتاب "رَدُّ الرَّفَضَہ" ۱۳۲۰ھ میں بھی دیکھے جائیں وہ کافی بصیرت افروز ہیں۔ ●

؎۱ فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ صہ ۱۹۶

مسئلۂ خلافت اور شیعہ مذہب

مسئلہ خلافت اور شیعہ مذہب

خلافت اور اس کی اقسام

خلافت: مادہ خ ل ف، بمعنی جانشین اور نیابت، خاص معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت، (مفردات) امامت اور ولایت کے الفاظ بھی اسی خاص مفہوم میں ادا ہوتے ہیں ـــــ اس نیابت وجانشینی کی دو قسم ہے۔

۱. جزئی مقید ۲. کلی مطلق

قسم اول: ـــــــ وہ نیابت وجانشینی جو امام کسی خاص کام کے لئے، کسی خاص جگہ، کسی خاص وقت کے لئے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنا دے۔ مثلاً جنگ کے لئے کسی کو امیر لشکر بنا کر بھیجنا، اسی طرح حج کے لئے کسی کو اپنا امیر الحج بنانا، کسی علاقہ کے انتظام وانصرام، خراج اور زکوٰۃ وغیرہ کی وصول کے لئے کسی کو مقرر کرنا، یا کہیں جاتے ہوئے انتظام شہر کسی کے سپرد کر جانا، اپنے کسی شہر، علاقے یا صوبے کا ناظم، صوبہ دار گورنر یا حاکم بنا کر کسی کو مقرر کرنا وغیرہ۔ ایسے سے خلافت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ احادیث وسیر سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف صحابۂ کرام کو اس قسم کی ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔

(ا) ـــــ امیر لشکر کے طور پر سیدنا صدیق اکبر حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو غزوات کے لئے روانہ فرمایا۔

(ب) ـــــ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا خالد بن ولید کو اپنا نائب[1] بنا کر روانہ فرمایا۔

---

[1] ـــ امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں، اخذ صدقات اصل کام حضور والا صلوٰۃ

(ج) ـــــــــ ناظم اور صوبہ دار کی حیثیت سے، حضرت عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ، حضرت معاذ بن جبل کو ولایت جند، حضرت ابو موسیٰ اشعری کو زبید وعدن، حضرت ابو سفیان یا حضرت عمرو بن حزم کو نجران، حضرت زیاد بن لبید کو حضر موت، حضرت خالد بن سعید اموی کو صنعاء، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو عمان بھیجا۔

(د) ـــــــــ قاضی کی حیثیت سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن روانہ فرمایا۔ اسی طرح مختلف مواقع پر فاروق اعظم، معقل بن یسار اور حضرت عقبہ کو حکم قضا دیا۔

(ھ) ـــــــــ امیر الحج بنا کر ۸ھ میں حضرت عتاب کو اور ۹ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔

(و) ـــــــــ مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنا کر، غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت ابولبابہ انصاری کو، غزوۂ تبوک کے وقت حضرت علی کو اور دیگر غزوات و اسفار کے موقع پر حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ کا امیر و والی مقرر فرمایا۔

مگر یہ تمام نیابتیں عارضی اور وقتی تھیں۔ ان کو خلافت و امامت کبریٰ کے لئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

قسم ثانی ـــــــ وہ خلافت ہے، جسے امامت کبریٰ کہتے ہیں۔ جس کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً کسی کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کا نام ذکر فرما دیا ہوتا تو صحابۂ کبار مہاجرین وانصار کو مشاورت کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اور یہی بات حق ہے۔ کیونکہ خود امیر المومنین حضرت

اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ کا ہے۔ اس لئے اس کام کے لئے حضور جسے متعین فرمائیں وہ حضور کا نائب ہوگا۔ آیت کریمہ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (اے محبوب! ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو، جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو) کو بطور دلیل لائے ہیں۔ (غایۃ التحقیق، ص: ۴)

علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے عمل مبارک سے بھی قوی سندوں کے ساتھ ثابت ہے، کہ جب آپ کا وقت اخیر آیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ حضور کسی کو اپنا نائب مقرر فرما دیں۔ تو انہوں نے جواب ارشاد فرمایا۔ نہیں میں کسی کو اپنے بعد خلیفہ مقرر نہیں کر دوں گا بلکہ یونہی چھوڑ دوں گا، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے ؎

مسلمانانِ اہل سنت کی کتب احادیث میں حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے یہ مضمون اور اسی کے مؤید مضامین کی احادیث اس کثرت سے موجود ہیں جن سے رُوگردانی نہیں کی جا سکتی۔ اسی کے ساتھ ساتھ شیعوں کی کتابیں بھی ان مضامین سے خالی نہیں ہیں۔ آیئے ملاحظہ کیجئے۔

وصیت خلافت اور شیعی روایات

ابو وائل اور حکیم راوی ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام سے آخری وقت عرض کیا گیا کہ آپ اپنے قائم مقام کے لئے وصیت کیوں نہیں فرماتے تو انہوں نے جواباً فرمایا

قال ما اوصیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوصی ولکن قال ان اراد اللہ خیراً فیجمعھم علی خیرھم بعد نبیھم ؎ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں کی تو (تو میں کیسے کروں) البتہ حضور نے یہ فرمایا تھا اگر اللہ تعالٰے نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے بعد تم میں سے بہتر شخص پر لوگوں کا اتفاق ہو جائے گا

اسی صفحہ پر دوسری روایت ہے کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی علیہ السلام کو زخمی کیا، تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ حضور اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں۔

قال لا، فانا دخلنا علی رسول اللہ حین ثقل فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا فقال لا،

تو آپ نے فرمایا نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں ہم خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا گیا کہ ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں، تو جواب دیا نہیں،

مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر کر دوں تو تم اختلاف کرو گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کے متعلق اختلاف کیا تھا ——— لیکن یقین رکھو کہ اگر اللہ

نے تمہارے دلوں میں خیر دیکھا تو تمہارے لئے خود ہی بہتر خلیفہ مقرر کر دے گا ؎

اسی سلسلہ روایات میں یہ بھی ہے کہ مولائے کائنات سے اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا۔

ولکن اذا اراد اللہ بالناس خیراً استجمعھم علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم ؎

لیکن جب اللہ تعالٰے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کے بہتر شخص پر انہیں متفق کر دے گا۔ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالٰے نے لوگوں کو بہتر شخص پر جمع فرما دیا تھا

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بشمول حضرت علی تمام صحابہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہوا، روایت ماسبق جس کا پتہ دے رہی ہے۔

گویا اسلامی ذخیرۂ احادیث، اور سیر و تاریخ سے مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی جو باتیں خلافت کے بنیادی معاملات میں ملتی ہیں خود شیعی روایات میں بھی وہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ بایں ہمہ اگر مسئلہ امامت میں دور از قیاس، خلاف واقعہ باتیں بنائی جائیں تو ان کا دین و دیانت سے کیا تعلق ہے؟

اشارات

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خلافت کے لئے صراحۃً کسی کا نام نہیں لیا۔ مگر واضح اشارات کے ذریعہ نشاندہی ضرور فرمائی۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

اور نہایت روشن و صریح، قریب نص و تصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد و ترمذی نے بافادۂ تحسین اور ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے بافادۂ تصحیح، اور ابو المحاسن رویانی نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما اور ترمذی و حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰے عنہ، اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا۔

انی لا ادری ما بقائی فیکم	میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو، لہذا
فاقتدوا بالذین من بعدی	میں تمہیں حکم فرماتا ہوں کہ میرے بعد ابوبکر کی
ابی بکر (وفی روایۃ لفظ)	پیروی کرو (اور بعض روایتوں میں یہ الفاظ
اقتدوا بالذین من بعدی	مبارکہ ہیں) کہ میرے بعد میرے صحابہ میں ابوبکر
ابی بکر وعمر (رضی اللہ عنہما)[1]	وعمر کی پیروی کرو، رضی اللہ عنہما۔

سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنے کسی عمل مبارک کے ساتھ شیخین کا متصلاً ذکر فرماکر اپنے بعد استحقاق خلافت کی جانب اشارہ فرماتے۔ جیسا کہ صحیحین میں خود مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ میں نے بارہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

ذھبت انا وابوبکر وعمر	گیا میں اور ابوبکر وعمر، داخل ہوا میں اور ابوبکر
ودخلت انا وابوبکر وعمر	وعمر، نکلا میں اور ابوبکر وعمر (صلی اللہ علیہ وسلم
وخرجت انا وابوبکر وعمر[2]	ورضی اللہ عنہما)

ان کے علاوہ کثیر روایات ہیں جو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خلافت کا اشارہ دیتی ہیں۔ جنہیں ازالۃ الخفاء، اور غایۃ التحقیق وغیرہ کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مختصر میں زیادہ کی گنجائش نہیں۔

امام کا تقرر مسلمانوں پر واجب

مسلمانان اہل سنت کے عقیدہ میں مکلف لوگوں پر اپنا امیر مقرر کرنا واجب ہے۔ اس سلسلہ میں قرآنی ارشادات، اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الف صلوات میں تصریحات موجود ہیں۔ ارشاد رب العالمین ہے۔

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور
اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	اطاعت کرو رسول کی، اور اس کی جو تم میں
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[3]	صاحب امر ہے۔

صحیح مسلم میں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعتی زندگی کا (احکام اسلام) سننے کا، (احکام اسلام کی) اطاعت کا، ہجرت کا، جہاد فی سبیل اللہ کا[4]

ترمذی میں ہے۔

علیکم بالجماعۃ وایاکم	جماعت کو مضبوط پکڑے رہو، اور انتشار سے
والفرقۃ[5]	پوری طرح بچتے رہو۔

مسلم میں ہے۔

"جو کوئی مسلمانوں کے امیر سے کنارہ کشی اختیار کرے گا۔ وہ مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو رہے گا۔ اور اسی حال میں مر جائے گا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی"[6]

امام فخر الدین رازی آیت وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَہُمَا (مائدہ ۳۸) کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

"علمائے متکلمین اس آیت کو اس بات کا ثبوت قرار دیتے ہیں کہ امت پر واجب ہے کہ اپنا ایک امام مقرر کرے تاکہ اس کے ذریعہ حدود کا نفاذ ہو۔ کیونکہ عام افراد حد جاری کرنے کے مجاز نہیں۔[7]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

"شریعت اسلامیہ کا یہ آئین ہے کہ انسان کے جبلی امور میں تعیین اور تخصیص کو اپنے ذمہ نہیں لیتی، اور رکاوٹ کھڑی نہیں کرتی، بلکہ ان امور کی پوری پوری شرطیں اور لوازم جو درستگی اور حفظ انتظام کے لئے ضروری ہیں بیان کر دیتے ہیں۔ اور تعیین وتخصیص صاحب احتیاج کے حوالے کر دیتے ہیں۔ خواہ فرد ہو خواہ جماعت، جیسے نکاح کے معاملہ میں شرائط نکاح (شہادت، کفارت، مہر اور ولایت) بیان فرما دیا۔ اور عقد کے لوازم (نان، نفقہ، سکنیٰ وغیرہ) کی توضیح کر دی اب نکاح کرنے کرانے والے خود دیکھیں کہ ان آداب ولوازم کے ساتھ کس سے عقد کرتے ہیں۔۔۔

علیٰ ہذا القیاس تمام دنیوی معاملات بلکہ معاملات دین میں فرمایا۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ — تم اگر نہیں جانتے، تو جاننے والوں سے پوچھ لو۔

اللہ تعالےٰ نے علماء اور مجتہدین کا تعین نہیں فرمایا کہ فلاں سے پوچھو، ہاں البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے کسی میں امامت کبریٰ، منصب فتویٰ، اور اجتہاد کی قابلیت دیکھ کر یا بذریعہ وحی خبر پاکر ان کا استحقاق بیان فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے اربعہ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشادات موجود ہیں ——— تو یہ نورٌ علیٰ نور ہوا[١٤٣]

حاصلِ کلام یہ کہ مسلمانانِ اہل سنت کے نزدیک تعیین امام مسلمانوں پر واجب ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو باہمی مشاورت کے بعد بالاتفاق امیر منتخب کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کے لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو امیر نامزد فرمایا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منتخب صحابہ کے ایک بورڈ کو اپنے بعد تعیین امیر کے لئے متعین کیا، جس نے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اسی طرح خلیفۂ چہارم سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں نے حضرت عثمان غنی کے بعد امیر المومنین چنا ——— اس طرح صحابہ کے اولین دور میں مسلمان اپنا امیر منتخب کرتے رہے۔ اور امیر المومنین کے احکام کی اطاعت کرکے دین و دنیا کے امور میں سرخروئی پاتے رہے۔ زمانہ آگے بڑھا تو سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد اسلامی بادشاہت کا رجحان پیدا ہوا۔ اور اب نہ خلافت و امارت ہے، نہ اسلامی بادشاہت، اب تو سوشلزم ہے یا کمیونزم، یا بے لگام بادشاہت، ——— صدیاں گزر گئیں کہ مسلمان امامت کبریٰ کی دولت سے محروم ہیں۔ امریکی، یورپی اور دیگر سامراجی قوتوں کے پنجہ میں پھنس کر دنیا میں مسلمانوں کی من حیث المسلم نہ کوئی قیادت ہے، نہ امارت، تاہم مسلمان امامت صغریٰ کے حاملین سے دینی اور شرعی معاملات میں استفادہ

سکتے ہیں ——— اور بفضلہ تعالےٰ آج بھی دنیا میں افرادی قوت کے لحاظ سے بھی دوسری بڑی ملت مسلمان ہے۔ جو قرآنی ہدایات کی روشنی میں حتی الامکان شاہراہ زندگی پر جادہ پیما ہے۔ عالمی پیمانہ پر مسلمانوں کا کوئی امیر نہ ہونے کی بنیاد پر ہم ترک واجب کے مجرم ضرور ہیں۔ مگر ہماری یہ معصیت ہمارے ایمان کو اچک لے ایسا نہیں۔

خلافت و امامت اور شیعی نظریہ

اسلام، الٰہیات کے باب میں یہ عقیدہ دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کوئی شے واجب نہیں۔ مگر شیعوں میں امامیہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ پر خلیفہ اور امام مقرر کرنا واجب ہے۔ ایسا کہنا یقیناً شان الوہیت و ربوبیت کی توہین ہے ——— شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

"حدود کو جاری کرنا، اعداء سے جہاد کرنا، لشکر کے انتظامات، غنیمتوں کی تقسیم اور ریاست کی درستگی وغیرہ امور امیر سے متعلق ہیں۔ تو امیر کا تقرر بھی مکلفین پر ضروری ہوا۔ جیسے وضو، ستر عورت، استقبال قبلہ، لباس وغیرہ کی طہارت، نمازی کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اسی طرح تعیین امام چونکہ بہت سے واجبات کا مقدمہ ہے۔ اس لئے وہ بھی مکلف مسلمانوں پر واجب ہے، خدا پر نہیں"[١٤٤]

شیعی مجتہد جناب جعفر حسین لکھتے ہیں۔

"شیعہ عقائد کی رو سے سلسلۂ ائمہ کے کسی نہ کسی فرد کا ہر دور میں موجود ہونا ضروری ہے"[١٤٥]

امامت کے بارے میں جناب جعفر حسین مجتہد لکھتے ہیں۔

"امامت اس منصب کا نام ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دینی و دنیوی تنظیم کا واحد مرکز ہے۔ اور امام کے فرائض میں اسلامی مفاد کا تحفظ، شرعی احکام کا نفاذ، اور مسلمانوں کی عملی تربیت داخل ہے"[١٤٦]

امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ امام کا تقرر خدا کی جانب سے رسول کے ذریعہ ہونا

ہے۔ اس میں جمہور کی رائے کا دخل نہیں ہے"[17]

"شیعی نقطۂ نظر سے امام میں علم وفضیلت اور زہد وتقویٰ کے علاوہ عصمت بھی ضروری ہے تاکہ اس کا غلط طرز عمل، احکام شریعت پر اثر انداز ہو کر مفاد امامت کو مجروح نہ کر دے"[18]

جناب جعفر حسین مجتہد آگے لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں میں جب ملوکیت نے جنم لیا تو ائمہ نے مختلف طریقوں سے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ اور جب احتجاج کے باوجود ملوکیت پروان چڑھتی رہی تو خاموشی کو ناگزیر سمجھ کر سکوت اختیار کر لیا۔ نہ کسی سیاسی تحریک میں حصہ لیا۔ نہ سیاست وقت کا ساتھ دیا۔ بلکہ ایک خاموش فضا میں وہ فرائض جو بحیثیت امام عائد ہوتے تھے انجام دیتے رہے۔ اگرچہ حضرت علی کے خاندان میں سے زید بن علی، یحییٰ بن زید، محمد نفس زکیہ، ابراہیم بن عبداللہ المحض وغیرہ حکومت وقت کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کرتے رہے۔ مگر ائمہ اہل بیت کی روش میں تبدیلی پیدا نہ ہوئی"[19]

مگر دور حاضر کے شیعی امام خمینی صاحب تو کچھ اور ہی لکھتے ہیں۔

"حکومت حق وہ چیز ہے جس کے قیام کے لئے سلیمان بن داؤد، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عظیم الشان اوصیاء کے مانند افراد کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور وہ اہم ترین واجبات میں شمار ہوتی ہے۔ اور اس کی تشکیل عظیم ترین عبادات سے ہے۔ چنانچہ صحت مند سیاست جو ان حکومتوں میں پائی جاتی تھی۔ ضروری ولازم ہے۔ ایران کی ہوشیار اور بیدار قوم کو اسلامی بصیرت کے ساتھ ان سازشوں کو ناکام بنا دینا چاہئے۔ احساس ذمہ داری رکھنے والے مقررین ومصنفین ملت کی مدد سے اٹھ کھڑے ہوں اور سازشی شیطانوں کے ہاتھ قلم کر دیں"[20]

جناب خمینی اور عقیدۂ امامت

ایرانی انقلاب کے بانی جناب خمینی صاحب جن کو دنیا کے کچھ بھولے بھالے مسلمان بھی اسلامی رہنما، انقلاب اسلامی کے قائد، اور مسلمانوں کا نجات دہندہ وغیرہ نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں ——— امت مسلمہ کے متفقہ عقائد کے خلاف خود بھی مخصوص شیعی نظریۂ امامت کے نہ صرف ماننے والے بلکہ اس کے سرگرم مبلغ ہیں ——— اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں لکھتے ہیں۔

"ہم ولایت (امامت) پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد کرتے اور حضور نے ایسا ہی کیا بھی"[21]

خمینی صاحب کے نزدیک امام وخلیفہ کی تقرری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وائض نبوت میں سے ایک فریضہ تھا۔ حالانکہ یہ خود شیعی روایات میں ارشاد مرتضوی کے بھی خلاف ہے جیسا کہ ابھی آپ نے سطور ماقبل میں ملاحظہ کیا۔ لکھتے ہیں۔

"رسول کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کرے اگر رسول ایسا نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو جو ذمہ دیا گیا تھا وہ ادا نہیں کیا۔ اور فریضۂ رسالت کی تکمیل نہیں ہوئی"[22]

اور حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے حکمران (خلیفہ) نامزد کر دیا۔ اسی وقت سے قوم کے دلوں میں اختلاف پڑ گیا"[23]

خمینی صاحب اپنی اسی کتاب میں ایک جگہ سیدنا علی کی خلافت وامامت اور اپنے بارہ ائمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے امیر المومنین علیہ السلام کو لوگوں پر حاکم اور والی کی حیثیت سے نامزد کر دیا۔ اور پھر امامت وولایت کا یہ منصب ایک امام سے دوسرے امام کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں

تک کہ الحجۃ القائم (یعنی امام غائب) تک جاکر یہ سلسلہ تکمیل کو پہونچ گیا"[24]

جناب خمینی صاحب کے مطابق بارہ اماموں کی امامت کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ مرتے ہوئے آدمی کو توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ اماموں کی امامت کا بھی اقرار ضروری ہے۔ اور تلقین کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی بھی تلقین کریں[25]

"اور مُردوں کے کفن پر بھی ان اماموں کے نام چاروں کونوں پر لکھے جائیں یہ مستحبات کفن میں سے ہے"[26]

"اسی طرح دفن کے بعد ولی میت یا کوئی اس کا مجاز بلند آواز سے اور تمام تلقینات کے ساتھ ائمہ معصومین کی امامت کی بھی تلقین کرے"[27]

نائب خمینی جناب خامنائی "ائمہ کی سیاسی جد وجہد کے نمود و آثار" کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

ان میں سے ایک مسئلہ امامت کا ادعا اور اس کی طرف دعوت ہے، جو ائمہ کی زندگی میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ اور ان حضرات کی سیاسی جد وجہد کا یہی بنیادی محور ہے[28]

ایرانی علمائے شیعہ کے استاد مرتضیٰ مطہری کے بقول،

"جب ہم شیعہ اصول دین کو شیعی نقطۂ نظر کے مطابق بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصول دین توحید، عدل، نبوت، امامت، اور قیامت کا مجموعہ ہے۔ یعنی امامت کو اصول دین کا جزو شمار کرتے ہیں"[29]

ایک ایرانی مجتہد اور مسئلہ امامت

ایک ایرانی مجتہد اپنے مضمون بعنوان "امامت ائمہ اطہار کی نگاہ میں" کے اندر مسلمانوں کے نظریۂ امامت کا تمسخر اور اپنے عقیدۂ امامت کا تفوق جتاتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس سلسلہ میں اہل سنت کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم و ابراہیم سے لیکر حضرت رسول اکرم تک خداوند عالم نے ان افراد سے متعلق

انسان کے جتنے ماوراء الطبیعی پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔ آنحضرت کے بعد تمام ہوگئے۔ پیغمبر اکرم کے بعد اب تمام انسانی معمولی ایک جیسے ہیں۔ اب صرف علماء ہیں جو پڑھنے لکھنے کے بعد عالم ہوتے ہیں۔ اور ان سے کبھی غلطی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی۔ یا حکام ہیں جن میں سے بعض عادل ہیں، اور بعض فاسق، اب یہ مسئلہ امامت انہی کے درمیان دائر ہوتا ہے۔ اب وہ جواب ہمارے یہاں حجت الٰہیہ کے نام سے پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ افراد جو عالم ماوراء الطبیعہ یا عالم بالا سے ارتباط رکھتے ہیں (ان کے یہاں نہیں پایا جاتا، ان کا عقیدہ ہے کہ) پیغمبر اکرم کے بعد وہ بساط ہی لپیٹ دی گئی ہے"[30]

اسی مضمون میں مسلمانان عالم کے ساتھ بغض و عناد کے پھپھولے توڑتے ہوئے گروہ صوفیہ کو اپنا ہم خیال کہہ کر ان کی تذلیل کرتا ہے۔ اور حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو کٹر ناصبی گردانتا ہے۔ میں ذیل میں اس کی عبارت محض اس لئے نذر قارئین کر رہا ہوں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ یہ لوگ حقیقۃً مسلمانوں کو کس طرح اپنا غیر سمجھتے ہیں۔

"محی الدین عربی، اندلس کا رہنے والا ہے۔ اور اندلس وہ جگہ ہے جہاں کے رہنے والے نہ صرف سنّی تھے بلکہ شیعوں سے بھی عناد رکھتے تھے۔ اور ان میں ناصبیت کی بو پائی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ اندلس کو امویوں نے فتح کیا۔ اور بعد میں برسہا برس وہاں کی حکومت ان ہی کی رہی۔ اور چونکہ یہ لوگ بھی اہل بیت کے دشمن تھے۔ لہٰذا علمائے اہل سنت میں زیادہ تر ناصبی علماء اندلسی ہیں۔ شاید اندلس میں شیعہ ہوں بھی نہیں۔ اور اگر ہوں بھی تو بہت کم، اور نہ ہونے کے برابر ہوں گے"

بہرحال یہ محی الدین اندلسی ہے۔ لیکن اپنے عرفانی ذوق کی بنیاد پر وہ اس بات کا معتقد ہے کہ زمین کبھی کسی ولی یا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی یہاں وہ شیعی نظریہ کو قبول کرتے ہوئے ائمہ علیہم السلام کے ناموں کا ذکر

کرتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت حجت کا نام بھی لیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے سنہ چھ سو کچھ ہجری میں حضرت محمد بن حسن عسکری سے فلاں مقام پر ملاقات کی ہے۔ البتہ بعض باتیں اس نے ایسی کہی ہیں جو اس کی ایک دم ضد ہیں۔ اور وہ بنیادی طور پر ایک منصب سنّی ہے۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ اس کا ذوق عرفانی تقاضا کرتا ہے کہ صوفیوں کے مطابق کسی بھی "ولی" (اور ہمارے ائمہ کے مطابق حجت) سے خالی نہیں رہ سکتی۔[۳۱]

یہی شیعہ مجتہد اپنے اسی مقالہ میں اپنی ڈینگ مارتے ہوئے شیعی عقیدۂ امامت کو بڑے فخر سے پیش کرتا ہے۔ اور ببانگ دہل اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں میں صوفیہ کا طبقہ قطب، ابدال، اغواث رضی اللہ عنہم کی روحانی قوتوں کے سلسلہ میں جو نظریہ رکھتے ہیں وہ عامیانہ تصور ہے (معاذ اللہ) اور شیعوں کا عقیدۂ امامت نہایت وسیع اور عمیق ہے۔ لکھتا ہے۔

"ہم شیعوں کے یہاں ولایت کا مسئلہ اس عامیانہ تصور (صوفیہ کے تصور) کے مقابلہ میں بڑا دقیق اور عمیق مفہوم رکھتا ہے۔ ولایت کا مطلب ہے حجت زمان یعنی کوئی زمانہ اور کوئی عہد اس حجت سے خالی نہیں ہے۔ شیعہ اس انسان کامل کے لئے عظیم درجات و مراتب کے قائل ہیں۔ ہم اپنی اکثر و بیشتر زیارتوں میں اس طرح کی ولایت و امامت کا اقرار و اعتراف کرتے ہیں۔ یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام ایسی روح کلی رکھتا ہے جو تمام ارواح کا احاطہ کئے ہوئے ہے"[۳۲]

شیعوں کی سب سے بڑی کتاب اور امامت

شیعوں کے عقائد کی رو سے مخلوق کے اوپر اللہ کی حجت امام کی موجودگی کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔ ہر زمانے میں روئے زمین پر کسی زندہ امام کا وجود لازم ہے۔ دین کی معرفت کے لئے موجودگی امام ضروری ہے[۳۳]

- اگر زمین امام کے بغیر باقی رہے گی تو دھنس جائے گی۔ (امام جعفر صادق)[۳۴]

- اگر امام کو ایک گھڑی کے لئے بھی زمین سے اٹھا لیا جائے تو وہ اپنی آبادی کو لیے ہوئے اس طرح ہلنا شروع کر دے گی، جیسے سمندر میں موجیں اٹھا کرتی ہیں۔ (امام باقر)[۳۵]
- کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ اور رسول اور تمام ائمہ اور خاص کر اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہ حاصل کرلے۔ (امام جعفر صادق)[۳۶]
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام امام تھے۔ ان کے بعد امام حسن امام تھے ان کے بعد حسین امام تھے۔ ان کے بعد علی بن حسین امام تھے۔ ان کے بعد محمد بن علی امام تھے۔ جو اس کا انکار کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی معرفت کا منکر ہو[۳۷] (امام جعفر صادق)
- ہماری ولایت (امامت) اللہ کی ولایت ہے۔ جو نبی بھی اللہ کی طرف سے بھیجا گیا، وہ اس کا اور اس کی تبلیغ کا حکم لیکر بھیجا گیا۔ (امام جعفر صادق)[۳۸]
- حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے تمام صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور اللہ نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور علی علیہ السلام کے وصی ہونے پر ایمان کا حکم نہ لایا ہو، اور اس نے اس کی تبلیغ و اشاعت نہ کی ہو۔ (امام موسیٰ کاظم)[۳۹]
- آیت پاک آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا میں نور سے مراد ائمہ ہیں۔ (امام باقر)[۴۰]
- اماموں کی اطاعت رسولوں کی امامت کے مثل ہی فرض ہے۔ (امام جعفر)[۴۱]
- تمام مخلوقات پر امام کی اطاعت فرض ہے۔ تمام معاملات ان کے سپرد ہیں۔ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں[۴۲]
- امام ہر طرح کے گناہوں سے پاک، مبرا، اور معصوم اور لغزشوں سے محفوظ ہوتا ہے (علی بن موسیٰ رضا)[۴۳]
- امام کی دس نشانیاں خاص ہیں ——— وہ پاک صاف پیدا ہوتا ہے۔ ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ پیدا ہو کر دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھتا ہے۔ اس کو کبھی جنابت نہیں

ہوتی۔ نیند میں اس کی صرف آنکھ سوتی ہے، دل بیدار ہوتا ہے۔ اسے جماہی نہیں آتی۔ اور نہ کبھی وہ انگڑائی لیتا ہے۔ وہ آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہے۔ اس کے پاخانہ میں مشک کی سی خوشبو ہوتی ہے۔ اور زمین کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اسے ڈھک لے، اور نگل لے۔ اور جب وہ رسول خدا کی زرہ پہنتا ہے تو وہ اس کے جسم پر بالکل بیٹھ جاتی ہے۔ اور وہ اسی کو جب کوئی دوسرا پہنتا ہے خواہ وہ آدمی لمبا ہو یا پستہ قد تو وہ زرہ اس کے جسم پر ایک بالشت بڑی رہتی ہے۔ (امام باقر) [۴۴]

- ملا باقر مجلسی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ درجہ امامت، نبوت و پیغمبری سے بالا ہے [۴۵]

امام باقر کے زمانہ کا ایک جسزیہ بھی ہے۔

- اللہ ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دے گا، جو اس کی طرف سے نامزد کئے ہوئے ائمہ کی پیروی کرتے ہوں۔ اگرچہ وہ عملاً ظالم و بدکار رہوں [۴۶]

چند لمحے ٹھہریئے اور غور کیجئے

حضرات قارئین کرام! کلینی کی کتاب کافی کی مذکورہ باتیں پڑھنے کے بعد قرآنی علوم اور اسلامیات کی معمولی فہم رکھنے والا ہر انسان دو ٹوک فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ کتاب شیعی مذہب کی بنیاد ڈالنے والوں کی خود ساختہ ایجادِ بندہ اور من گھڑت ہے ـــــــ ورنہ بتایا جائے کہ توریت، زبور، انجیل ماسبق صحیفے اور قرآن کا نزول کیا اسی لئے ہوا کہ امامت کے شیعی نظریہ کی تعلیم دیں؟ ـــــــ اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء علیہم السّلام کیا اسی شیعیت کی تبلیغ کے لئے آئے تھے؟ اور کیا شیعوں کے عقیدۂ امامت کا انکار خدا اور رسول کا انکار ہے؟۔ اتنی بڑی بڑی باتوں میں کسی ایک کا بھی قرآن مجید اور صحف میں نہ پایا جانا اس ادعاء کے جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں؟ ـــــــ اور کیا انکار امامت کی بنا پر بیک زبان تمام امت مسلمہ کو گمراہ قرار دینے والے اقوال حضرات ائمہ اہل بیت کے ہو سکتے ہیں؟؟۔

ُوتِ امامت کے لئے تفسیر میں خرد برد

شیعہ مذہب میں مسئلہ امامت اتنا اہم ہے کہ اس کے بغیر تمام ارکانِ ایمان ناقص ہیں۔ ان کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ اصول کافی کی روایت کے مطابق سورۂ احزاب میں اللہ تعالٰے نے زمینوں، اور آسمانوں اور پہاڑوں پر جس امانت کے پیش کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا۔ الآیۃ ہِیَ وِلَایَۃُ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ ـــــــ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی امامت ہے [۴۸]

حالانکہ جمہور مفسرین نے امانت سے مراد اس کے خلاف لئے ہیں۔ خلاصہ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

- امانت سے مراد فرائض ہیں۔ (مجاہد، ضحاک اور حسن بصری)
- امانت سے مراد اطاعت ہے۔ (دیگر مفسرین متقدمین)
- امانت ہی کے اندر عورت کا اپنے محلِ شہوت کی نگہداشت کرنا ہے۔ (ابی بن کعب)
- امانت دین، فرائض اور حدود ہیں۔ (قتادہ)
- امانت تین چیزیں ہیں۔ نماز، روزہ، اور غسلِ جنابت۔ (زید بن اسلم)

قدماء مفسرین کے یہ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان تمام اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام سے تکالیف شرعیہ، اوامر کی بجا آوری، اور منہیات سے اجتناب کی ذمہ داری مراد ہے۔ یعنی انسانوں میں سے جو ان ذمہ داریوں پر قائم رہے گا۔ ثواب پائے گا۔ اور جو ترک کرے گا مستحق عذاب ہوگا۔ انسان نے اس ذمہ کو قبول کرلیا ہے [۴۹]

صوفیہ کا مسلک تفسیر مظہری میں ہے۔

امانت سے مراد تکالیف ہوں تو اس میں انسانیت کی خصوصیت نہیں، بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں۔ کیونکہ شب و روز تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ذرا نہیں تھکتے۔ اس لئے امانت سے نورِ عقل ہے (جس سے استدلال

کرکے انسان معرفتِ الٰہی پاتا ہے) اور "نارِ عشق" (جو حجابات کو جلا کر معرفت تک لیجاتی ہے وہ) ہے۔ فرشتے مقربانِ بارگاہِ حق ہونے کے باوجود ایک مقام ہی تک ترقی کرتے ہیں۔ یہ صرف حضرت انسان کی خصوصیت ہے جو عشق کی دولت کے ذریعہ لاانتہائی درجات طے کرتا چلا جاتا ہے۔[49]

غیرِ انساں کش نہ کرد قبول — زانکہ انساں ظلوم بود و جہول
نیک ظلمے کہ عینِ معدلت است — لغزِ جہلے کہ مغزِ معرفت است، (جامی)

سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا[50]

اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا۔ اور ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

اس عہد سے متفق طور پر سب مفسرین نے شجرِ ممنوعہ کے پاس جانا بتایا ہے۔

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ)

مگر مذہبِ شیعہ میں اس عہد سے کیا مراد ہے، ملاحظہ کیجئے۔

"اور ہم نے آدم کو پہلے کچھ باتوں کا حکم دیا تھا۔ جو محمد اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے بارہ اماموں کے بارے میں تھا۔ پھر آدم وہ بھول گئے"[51،52]

سورۂ بقرہ میں ہے۔

إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ[53]

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ، اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

اس سے ماسبق آیات میں توحیدِ الٰہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بیان

ہے۔ اس کے بعد قرآن کے معجزہ ہونے اور کتاب کے حق ہونے پر دلیل قاہر بیان ہو رہی ہے۔ جس کے مخاطب تمام منکرینِ خدا و رسول اور منکرینِ قرآن ہیں[54]

مگر اصولِ کافی میں ہے کہ آیتِ کریمہ میں "عَلَىٰ عَبْدِنَا" کے بعد "فِي عَلِيٍّ" کا لفظ تھا۔ یعنی اس آیت میں بھی امامتِ علی کا ذکر تھا[55]

العیاذ باللہ! اس کا ایک رخ تو یہ ہے کہ قرآن محرَّف ہے یعنی رد و بدل کیا ہوا ہے دوسرا نشانہ حضرات اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ کیوں کہ وہ حضرات جامعِ قرآن ہیں۔ آپ نے اندازہ فرمایا کہ ان من گھڑت روایات نے ایک طبقہ کو قرآن کی محفوظیت کا منکر کرکے بے ایمان بنا دیا۔ دوسری طرف صدیق عتیق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما جیسے پاکانِ امت پر اتہام طرازی کی لعنت میں لا ڈبویا۔

رب تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ

اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے روح الامین لے کر اترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ، روشن عربی زبان میں۔

تمام مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ مگر شیعہ حضرات کی دینیات کا نصاب ہی انوکھا اور نرالا ہے۔ ان کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لے کر نازل ہوئے۔ هِيَ الْوِلَايَةُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ[56] وہ امیر المومنین (علی) کی امامت کا حکم تھا۔

سورہ مائدہ میں ارشاد رب العالمین ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم۔ (الآیۃ)[57]

اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے اترا تو انہیں رزق ملتا، اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے،

مفسرین کے نزدیک توریت وانجیل پر اہل کتاب کی اقامت کا یہ مطلب ہے کہ ان صحف میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیاں لکھی ہیں ان کی رو سے حضور پر ایمان لاتے اور دین حق کا اتباع کرتے۔ تو ان کے لئے ہر طرف سے رزق کی فراوانی ہوتی۔ یہی بات عام تفاسیر میں موجود ہے۔ مگر اس کے برخلاف شیعی تفسیر دیکھئے "تو ملتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو حضرت علی کی امامت کے مسئلہ پر اقامت مراد ہے ۵۹

"الولایۃ" شیعوں کے قرآن کی ایک سورہ

اتنے ہی پر بس نہیں، بلکہ اس نامراد فرقہ نے اپنے من گھڑت عقائد کو عوام کی نظر میں صحیح ثابت کرنے کے لئے جہاں ہزاروں جعلی روایات بنائیں وہیں اپنا الگ قرآن بھی بنا لیا۔ جس میں ایک خاص سورہ کا نام "الولایۃ" ہے۔

من گھڑت سورۂ ولایت کا عکس

شیعوں کی جس طرح حدیث الگ ہے، ان کا قرآن بھی الگ ہے۔ ان کے قرآن کی ایک سورہ کا نام "الولایۃ" ہے۔ نوری طبرسی جوان کے بڑے علامہ ہیں، انہوں نے اور کئی لوگوں نے قرآن کے محرف ہونے پر موٹی موٹی کتابیں لکھی ہیں۔ نوری طبرسی کی کتاب "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" میں بھی سیکڑوں دلیلیں دی گئی ہیں کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں ہے (معاذ اللہ) بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فضائل علی و اہل بیت کی کئی سورتیں جلا دیں۔ انہوں نے کتاب مذکور میں ضائع شدہ سورۃ الولایۃ پوری نقل کی ہے۔ جو ص ۱۸۰ کی چودھویں سطر سے شروع ہو کر ص ۱۸۱ کی اٹھارہویں سطر کے نصف پر تمام ہوتی ہے۔ یہ من گھڑت شیعی سورہ آپ بھی ص ۲۴،۲۳ پر دیکھیں اور ان پر لعنت کریں۔

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

مسلمان تو مسلمان عوام شیعہ بھی اپنے فرقہ کے حقائق و مکائد سے بالکل نابلد ہیں۔ کیا کوئی مسلمان کہلاتے ہوئے اس بات کو باور کر سکتا ہے، کیا کسی انسان کی یہ ہمت و جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ نقلی قرآن گھڑلے۔ ان کرتوتوں کے باوجود کیا کسی ایسے شخص،

عکس "فصل الخطاب" جس میں نقلی "سورۃ الولایۃ" دیکھی جا سکتی ہے۔

فاذا نظرتم مسودة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال لا يشفع فيه فطرة ثم ترد علي راية فرعون هذه
الامة فاقوم فاخذ بيده فرجف قدماه وسود وجهه ووجوه اصحابه فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين فيقولون
اما الاكبر فحرقنا واما الاصغر فمزقناه فاقول ردوا ظماء مظمئين مسودة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال
لا يشفع فيه فطرة ثم ترد علي راية ذي الثدية معها اول الخارجين وآخرها فاقوم فاخذ بيده فترجف قدماه وسود
وجهه ووجوه اصحابه فاقول ما فعلتم بالثقلين بعدي فيقولون اما الاكبر فحرقنا واما الاصغر فمزقنا
ولعنا فاقول ردوا ظماء مظمئين مسودة فوجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال لا يشفع فيه فطرة ثم ترد علي
راية امير المؤمنين سيد المسلمين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين فاقوم فاخذ بيده فيبيض وجهه ووجوه
اصحابه فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين بعدي فيقولون اما الاكبر فاتبعنا واطعنا واما الاصغر فاحببنا
فقلنا فاقول ردوا رواء مرويين مبيضة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات اليمين وهو قول الله تعالى يوم تبيض
وجوه وتسود وجوه واما الذين اسودت وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون
واما الذين ابيضت وجوههم ففي رحمة الله هم فيها خالدون وانما ذكرنا تمام الخبر بتمامه تبركا بكرامة
القوم ومناقب الائمة الراشدين من نسل الخالقين وبالى ان شاء الله ان الظاهر من الحريف بحرف
لا اللغة سحي صاحب كتاب دبستان المذاهب بعد ذكر ما يا الشيعة مثا وبعضهم يقولون ان عثمان
احرق المصاحف واتلف السور التي كانت في فضل علي واهل بيته عليهم السلام منها هذه السورة بسم الله الرحمن الرحيم
يا ايها الذين آمنوا آمنوا بالنورين انزلناهما يتلوان عليكم آياتي ويحذرانكم عذاب يوم عظيم
نوران بعضهما من بعض وانا السميع العليم ان الذين يوفون ورسوله في آيات لهم جنات نعيم
والذين كفروا من بعد ما آمنوا بنقضهم ميثاقهم وما عاهدهم الرسول عليه يقذفون في الجحيم
ظلموا انفسهم وعصوا الوصي الرسول اولئك يسقون من حميم ان الله الذي نور السموات والارض
بما شاء واصطفى من الملائكة وجعل من المؤمنين اولئك في خلقه يفعل الله ما يشاء لا اله
الا هو الرحمن الرحيم قد مكر الذين من قبلهم برسلهم فاخذتهم بمكرهم ان اخذي شديد اليم
ان الله قد اهلك عادا وثمود بما كسبوا وجعلهم لكم تذكرة فلا تتقون وفرعون بما طغى على
موسى واخيه هارون اغرقته ومن تبعه اجمعين ليكون لكم آية وان اكثركم فاسقون ان
الله يجمعهم في يوم الحشر فلا يستطيعون الجواب حين يسألون ان الجحيم مأواهم وان الله عليم حكيم

۱۸۰

امی یا پارٹی کو مسلمان کہا جا سکتا ہے ؟ نہیں اور ہرگز نہیں ۔ حاشا وکلاّ ، ایسی جرأت مشرکین مکہ کو بھی نہیں ہوئی ۔ انہوں نے اگر کچھ کوشش بھی کی تو قرآن کے مقابل کوئی کلام مرصع کرنے کی ، مگر قرآنی چیلنج نے انہیں ریت کے محل کی طرح پست کر دیا ۔ شیعہ اپنے کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اسلام اور روح اسلام کو ذبح کرنے والی نہایت خطرناک سازش کے سوا کچھ نہیں ۔ جس کی داغ بیل یہود نژاد ابن سبا رکھی ہے ۔ جس کی تاریخ ہم اسی کتاب میں مناسب مقام پر پیش کریں گے ۔ یہاں گفتگو عنوان مسئلہ امامت ہے ۔ جس سے ہم انحراف نہیں کرنا چاہتے ۔

خلافتِ صدیقی اور حضرت علی

مقام حیرت ہے کہ جس فرقہ کے بانیوں نے قرآن مجید کو ناقابل اعتبار ، محرف ، اور نہ ماننے کیا کیا کہا ۔ اور خود اپنی مرضی کا قرآن اختراع بھی کر لیا ۔ وہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر یہ اتہام بھی لگاتے ہیں کہ معاذ اللہ انہوں نے نص قرآنی کی مخالفت کی ۔

(کشف الاسرار ، خمینی)

اس فرقہ کا سنجیدہ سے سنجیدہ ذمہ دار بھی اتنا ضرور کہتا ہے کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا ۔ جو ان سے غصب کیا گیا ۔ پھر جب ان کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کیوں کی ۔ اور اس مسئلہ میں ان کی بنیادی کتابیں مختلف جوابات دیتی ہیں ۔ مسلمان اہل علم اگر صرف شیعی روایات کے تضادات کا محاسبہ کریں تو اس فرقہ کا باطل اور من گھڑت ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے ۔

ہم اس کی تفصیل میں گئے بغیر محض جوابی روایات کے حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں ۔ اور پھر اپنی اور ان کی کتابوں کے حوالوں سے صورت واقعہ دکھاتے ہیں ۔

- حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ازراہ تقیہ کے طور پر کی ۔ متضاد روایات کے لئے دیکھئے ۔ (ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۲)
- حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت

يا أيها الرسول بلغ إنذاري فسوف يعلمون قد خسر الذين كانوا عن آياتي وحكمي معرضون مثل
الذين يوفون بعهدك إني جزيتهم جنات النعيم إن الله لذو مغفرة وأجر عظيم وإن عليا لمن
المتقين وإنا لنوفيه حقه يوم الدين ما نحن عن ظلمه بغافلين وكرمناه على أهلك أجمعين فإنه
وذريته لصابرون وإن عدوهم إمام المجرمين قل للذين كفروا بعد ما آمنوا أطلبتم
زينة الحياة الدنيا واستعجلتم بها ونسيتم ما وعدكم الله ورسوله ونقضتم العهود
من بعد توكيدها وقد ضربنا لكم الأمثال لعلكم تهتدون يا أيها الرسول قد أنزلنا إليك
آيات بينات فيها من يتوفاه مؤمنا ومن يتوليه من بعدك يظهرون فأعرض عنهم إنهم معرضون
إنا لهم محضرون في يوم لا يغني عنهم شيء ولا هم يرحمون إن لهم في جهنم مقاما عنه لا يعدلون
فسبح باسم ربك وكن من الساجدين ولقد أرسلنا موسى وهارون بما استخلف فبغوا هارون
فصبر جميل فجعلنا منهم القردة والخنازير ولعناهم إلى يوم يبعثون فاصبر فسوف يبصرون
ولقد آتينا بك الحكم كالذين من قبلك من المرسلين وجعلنا لك منهم وصيا لعلهم يرجعون
ومن يتول عن أمري فإني مرجعه فليتمتعوا بكفرهم قليلا فلا تسأل عن الناكثين يا أيها الرسول
قد جعلنا لك في أعناق الذين آمنوا عهدا فخذه وكن من الشاكرين إن عليا قانتا بالليل
ساجدا يحذر الآخرة ويرجو ثواب ربه قل هل يستوي الذين ظلموا وهم بعذابي يعلمون سنجعل
الأغلال في أعناقهم وهم على أعمالهم يندمون إنا بشرناك بذريته الصالحين وإنهم لأمرنا لا
يخلفون فعليهم مني صلوات ورحمة أحياء وأمواتا يوم يبعثون وعلى الذين يبغون عليهم
من بعدك غضبي إنهم قوم سوء خاسرين وعلى الذين سلكوا مسلكهم مني رحمة وهم في الغرفات
آمنون والحمد لله رب العالمين قلت ظاهر كلامه أنه أخذها من كتب الشيعة ولم أجد لها أثرا
فيها غير أن الشيخ محمد بن علي بن شهرآشوب المازندراني ذكر في كتاب المثالب على ما حكي عنه أنهم
أسقطوا من القرآن تمام سورة الولاية ولعلها هذه السورة والله العالم وسط علي بن عيسى الإربلي
كشف الغمة عن طريق العامة عن جابر بن عبد الله قال نزل على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله يا أيها
الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك أن عليا مولى المؤمنين فإن لم تفعل فما بلغت رسالته والله
يعصمك من الناس ومع الشيخ محمد بن أحمد بن شاذان الفقيه في المناقب المائة من طريق المخالفين

جبراً کی یا تقیہ کے طور پر کی۔ متضاد روایات کے لئے دیکھئے۔ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۶۲

● حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت جبراً کی یا تقیہ کے طور پر کی۔ متضاد روایات کے لئے دیکھئے۔ (کافی، کتاب الروضہ ص ۱۲۹)

● حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت جبراً کی یا خوشی سے کی دل سے نہیں کی۔ دیکھئے۔ (ناسخ التواریخ ج ۲ حصہ ۲ ص ۲۲، ۴۸)

● مگر اس کو کیا کیجئے گا کہ حضرت علی کے خطبہ سے خود ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ دینے سے بھی بیعت ہو جاتی ہے۔ (ناسخ التواریخ ج ۲، حصہ ۲، ص ۴۸) [61]

خود سیدنا علی کیا فرماتے ہیں؟

جلیل القدر محدثین کرام نے متعدد طرق اور کثیر اسناد سے روایت کیا ہے کہ دو شخصوں نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے ان کے دور خلافت میں، خلافت ہی کے بارے میں سوال کیا۔ جس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے واضح فرما دیا کہ بخدا میرے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد اور قرارداد نہیں عطا کی۔ ● اگر ایسا ہوتا تو میں ابوبکر و عمر کو منبر شریف پر جست نہیں کرنے دیتا۔ بلکہ ان سے قتال کرتا۔ اگرچہ اپنی اس چادر کے سوا کوئی اپنا ساتھی نہ پاتا ● رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کچھ قتل نہیں ہوئے نہ آپ نے یکایک انتقال فرمایا، بلکہ کئی دن رات حضور کو مرض میں گزرے۔ مؤذن آتا، نماز کی اطلاع دیتا حضور ابوبکر کو امامت کا حکم فرماتے۔ حالانکہ میں حضور کے پیش نظر موجود ہوتا۔ پھر مؤذن آتا اطلاع دیتا حضور ابوبکر ہی کو نماز کا حکم فرماتے، حالانکہ میں کہیں غائب نہیں تھا ● پس جب حضور نے وصال فرمایا ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دنیا یعنی خلافت کے لئے اسے پسند کرلیا جسے حضور نے ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا تھا۔ لہذا ہم نے ابوبکر سے بیعت کی اور وہ اس کے اہل تھے۔ پس میں نے ابوبکر کو ان کا حق دیا۔ اور ان کی اطاعت لازم جانی۔ اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے لشکروں میں جہاد کیا۔ جب وہ مجھے بیت المال سے کچھ دیتے میں لیتا۔ اور جب لڑائی پر بھیجتے میں جاتا۔ اور ان کے سامنے اپنے تازیانے سے حد جاری کرتا۔ ● اسی طرح حضرت عمر

حضرت عثمان کے عہد سے متعلق فرمایا [62]

جار اللہ زمخشری رقمطراز ہیں ——— مولائے کائنات نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد ہم نے اپنے معاملہ میں غور کیا۔ تو ہماری سمجھ میں یہ آیا کہ نماز اسلام کا ستون ہے اور دین کی بنیاد ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس شخص کو ہمارے دین کی امامت کا حکم فرمایا تھا۔ ہم نے اسی کو اپنی دنیوی رہنمائی کے لئے منتخب کر لیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا امیر بنالیا۔ جب انہوں نے جہاد کا اعلان کیا ہم نے ان کے حکم پر جہاد کیا۔ جو انہوں نے عطا کیا اسے بخوشی قبول کیا۔ اور ان کے حکم سے حدود اللہ قائم کیں۔ کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اور باہم ہمیشہ متفق و متحد رہے مختصر یہ کہ اب کوئی ہمارے متعلق کسی قسم کی برائی اور گمراہی نہ پھیلائے [63]

نہج البلاغہ کی روشنی میں

نہج البلاغہ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کے خطبات، مکتوبات اور کلمات کا مجموعہ ہے جسے مرتضیٰ شیعی نے مرتب کیا ہے۔ اور اسے اکثر شیعہ ہی طبع کراتے اور اس کی من مانی شرح کرتے ہیں۔ مگر اس میں بھی یہی بات ملتی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت جو لوگ حضرت علی کی خلافت کے خواہشمند تھے ان کو مخاطب کر کے اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے کیسا بلیغ اور جامع خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔

"مجھے خلیفہ بنانے کی خواہش ایک مکدر پانی کی طرح ہے۔ یا ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنس جائے، میرے خلیفہ بننے کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی کچے پھل کو قبل از وقت توڑ لے، یا جیسے کوئی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پس اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق خلافت کا دعویٰ کر دوں، تو فتنہ باز لوگ کہیں گے کہ اس نے ملک کے لالچ کے لئے کیا ہے۔ اگر چپ رہوں تو یہی کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ افسوس کہ خوف موت میری شان سے کتنا بعید ہے۔ واللہ علی ابن ابی طالب موت کو ماں کے دودھ کی رغبت کرنے والے بچے سے زیادہ پسند کرتا ہے" [64]

خود باب مدینۃ العلم تو حضور کے متصلاً بعد خلافت کو اپنے لئے قبل از وقت توڑ ہوا خام پھل فرمائیں۔ اور روافض اسی کو بنیاد بنا کر اجلۂ صحابہ کو سب و شتم کریں۔ اور اپنے من ملنے عقیدہ کو اسلام ثابت کرنے کے لئے خود قرآن تصنیف کریں۔ حدیث وضع کریں۔ اور اسی من گھڑت قرآن و حدیث کی بنیاد پر ساری امت مسلمہ کو گمراہ کہیں۔ صد بار معاذ اللہ! اگر ایسوں ہی کو مؤمن کہتے ہیں تو بتایا جائے کہ مرتد، زندیق اور دشمن اسلام کسے کہتے ہیں۔

باب خلافت ہی میں حضرت علی کے ایک خطبہ کا یہ حصہ بھی قابل توجہ ہے۔ خطبہ کا تیور بتا رہا ہے کہ کچھ فاسد عناصر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیعت خلافت لیجئے۔ اس کے جواب میں آپ نے ان مفسدوں کا منہ بند کرنے کے لئے یہ شیرانہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں واضح کر دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ کی مخالفت کرنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ فرماتے ہیں۔

اترانی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لانا اول من صدقہٗ فلا اکون اول من کذب علیہ فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی و اذا المیثاق فی عنقی لغیری۔

کیا تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں۔ اور بخدا سب سے پہلے میں نے حضور کی تصدیق کی تھی۔ تو سب سے پہلے حضور کو جھٹلانے والا میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی خلافت کے متعلق خوب غور و خوض کر لیا ہے۔ پس میرا اطاعت کرنا بیعت لینے پر مقدم ہے اس لئے کہ حضور کا عہد دوسرے کی اطاعت کے سلسلہ میں مجھ پر لگ چکا ہے۔

شیعوں کے علامہ ابن میثم بھی خطبہ کے اس حصہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا عین منشائے رسول کے مطابق ہوا اور حضور نے اس باب میں وعدہ لے لیا۔

"مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس قوم کے ساتھ بیعت کرنے میں پہلے

ہی سے واجب ہو چکی تھی۔ تو مجھے ان کے ساتھ بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اور حضرت علی کا یہ فرمانا کہ میرے ذمہ دوسروں کی اطاعت کا وعدہ پہلے ہی سے لگ چکا ہے۔ اس کا یہ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی مخالفت نہ کروں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا۔ تو اس لازم شدہ وعدہ کے بعد تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں ان کی مخالفت کروں" ۵ھ

زمانۂ شیخین رضی اللہ عنہما میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کس طرح رہے، ان دونوں بزرگوں کو کس طرح خلیفہ اور امیر المؤمنین تسلیم کیا، شیعوں کے مجتہد اعظم صاحب ناسخ التواریخ کے حوالے سے دیکھیں۔ اگرچہ روایت میں کتر بیونت ہے، مگر مقصود حاصل ہے۔ روایت کی ابتداء اس طرح ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلافت کے مستحق نہیں تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی۔ اور اگر وہ مستحق خلافت تھے تو میں ان سے کم نہیں ہوں — معاذ اللہ، تو آپ میرے ساتھ بھی اسی طرح ہو کر رہیں۔ جیسے ان دونوں کے ہمراہ رہے؛ اس پر حضرت علی کا جواب،

"تفرقہ اندازی، تو اللہ مجھے اس کا دروازہ کھولنے سے بچائے اور اس بات سے محفوظ رکھے کہ فتنہ کا راستہ آسان کروں، میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے۔ اور میں آپ کو راہ رشد و ہدایت دکھاتا ہوں"

واما عتیق و ابن الخطاب فان کان اخذا ما جعلہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی فانت اعلم بذلک

لیکن ابوبکر صدیق عتیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو اگر انہوں نے اس چیز (خلافت) کو مجھ سے غصب کیا ہوتا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے خاص کیا تھا تو آپ اور باقی

مصہ کا خلاصہ ہم نقل کرتے ہیں۔

فضائلِ صدیق شیعی تفسیر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت جب غار کی طرف تشریف فرما ہوئے تو اپنے صحابہ اور امت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالےٰ نے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ آپ پر (صلوٰۃ) سلام بھیجتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور کفار قریش نے آپ کے خلاف منصوبہ بنایا ہے۔ اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آپ علی مرتضیٰ کو اپنے بستر مبارک پر شب باشی کا حکم دیں۔ اور فرمایا کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا اسحٰق ذبیح[عہ] کا مرتبہ۔ حضرت علی اپنی زندگی اور روح کو آپ پر فدا کریں گے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ ہجرت میں ابوبکر کو اپنا ساتھی مقرر فرمائیں۔ کیونکہ اگر وہ حضور کی اعانت و رفاقت اختیار کرلیں اور حضور کے عہد و پیمان پر پختہ کار ہو کر ساتھ دیں تو آپ کے رفقاء جنت میں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین سے ہوں گے

——— لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ دشمن مجھے تلاش کرے تو نہ پائے۔ اور تمہیں ڈھونڈے تو تم اسے مل جاؤ۔ اور شاید جلدی میں تیری طرف پہونچ کر بے خبر لوگ تجھے (اشتباہ میں) قتل کر دیں ——— حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی مقدس روح کے لئے سپر ثابت ہو۔ اور میری زندگی حضور کی زندگی پر قربان ہو۔ بلکہ میں اس بات پر بھی راضی ہوں کہ میری روح اور میری زندگی حضور پر، اور حضور کے ساتھی پر اور حضور کے بعض حیوانات پر فدا ہو۔ حضور امتحان فرمالیں۔ میں زندگی کو پسند ہی اس لئے کرتا ہوں کہ حضور کے دین کی تبلیغ کروں۔ اور حضور کے دوستوں کی حمایت کروں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں۔ اگر یہ نیت نہ ہوتی تو میں دنیا

عہ ذبیح تو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ البتہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک حضرت اسحٰق کے ذبیح ہونے کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ کیا عجب کہ کئی ایک یہودی نظریات کی طرح ابن سبا نے یہ نظریہ بھی یہود سے مستعار لے کر اپنے اس نئے مذہب میں شامل کیا ہو۔ منہ

والمسلمون۔ مسلمان اس کو زیادہ جانتے ہوں گے۔ اور مجھے اس خلافت سے واسطہ ہی کیا ہے۔ میں نے تو خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ خلافت کے بارے میں دو ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضور کے بعد خلافت میرا حق نہ تھا۔ بلکہ سارے صحابہ برابر اس کے حقدار تھے تو اس صورت میں حق بحقدار رسید، دوسری صورت یہ تھی کہ

واما ان یکون حقی دونھم	خلافت صرف میرا حق تھا باقی کسی کا حق نہیں
فقد ترکتہ لھم طبتُ نفسًا	تھا۔ تو اس صورت میں میں نے خوشی رضامندی
ونفضت یدی عنہ	سے بطیب خاطر انہیں بخش دیا۔ اور صلح صفائی کے
استصلاحًا لہ	طور پر ان کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

خلفائے ثلٰثہ کے فضائل شیعی روایات میں

تولّائے اہل بیت کے خود ساختہ زعم میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت بلافصل کا راگ الاپنے والے خود اپنی کتابوں کی ان روایات کی روشنی میں بے نقاب نظر آتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ مولا تعالےٰ انہیں اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر سچے مرتضوی عقائد و ایمان کی توفیق بخشے۔ آمین۔

شیعوں کی معتبر قدیم کتاب میں ان کے معتبر عالم ابن بابویہ قمی کے ذریعہ حضرات خلفائے ثلٰثہ کے فضائل کی ایک روایت یہ ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع	بیشک ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے کان، عمر رضی اللہ
وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان	عنہ میری آنکھ اور عثمان رضی اللہ عنہ میرے
عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد ۶	دل کی جگہ ہیں۔

شیعوں کی اکثر امہات الکتب میں فضائل خلفائے ثلٰثہ امہات المؤمنین و بنات طاہرات کی روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر اس خائن اور بدباطن فرقہ کے اجتہادیوں نے ہر ممکن خرد برد اکثر ہیونت کر کے اپنے قلبی غلّ و غش کا ثبوت دیا ہے۔ ایسی ہی طویل روایت کے ایک

میں ایک ساعت بھی زندگی پسند نہ کرتا۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سر کو بوسہ دیا ——— اور فرمایا اے ابوالحسن! تیری یہی تقریر مجھے فرشتوں نے لوح محفوظ سے پڑھ کر سنائی ہے۔ اور اس تقریر کا جو اجر اللہ نے تیرے لئے آخرت میں تیار فرمایا ہے وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے۔ وہ ثواب جیسا نہ سننے والوں نے سنا نہ دیکھنے والوں نے دیکھا اور نہ انسانی عقل و فہم میں آسکتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق سے فرمایا۔

ارضیت ان تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب و تعرف بانک انت الذی تحملنی علی ما ادعیہ فتحمل عنی انواع العذاب قال ابوبکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب فی جمیعہا اشد عذاب لا ینزل علی موت صریح ولا فرج مبیح وکان ذلک فی محبتک لکان ذلک احب الی من ان اتنعم فیہا وانا مالک لجمیع ممالیک ملوکہا فی مخالفتک وھل انا و مالی و ولدی الا فداؤک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا جرم ان اطلع اللہ علی قلبک و وجد موافقا لما جری علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والرأس من الجسد الی آخرہ ۶۹

اے ابوبکر تو میرے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہے؟ کہ تجھے بھی لوگ اسی طرح تلاش کریں جیسے مجھے، اور تیرے متعلق دشمنوں کو یقین ہو جائے کہ تو نے مجھے ہجرت پر اور اعدار کے مکر و فریب سے بچ نکلنے پر آمادہ کیا۔ کیا تجھے میری وجہ سے مصائب آلام گوارا ہے؟۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا، یا رسول اللہ! اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت عذاب اور مصائب میں مبتلا رہوں جس مصیبت والم سے بچانے کے لئے نہ مجھے موت آئے نہ کوئی اور مجھے آرام دے سکے اور یہ تمام حضور کی محبت میں ہو تو مجھے بطیب خاطر منظور ہے۔ اور یہ مجھے منظور نہیں کہ لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بنکر رہوں اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔ لیکن حضور کی صحبت سے محرومی ہو۔ اور میں اور میرا مال اور اولاد حضور پر فدا اور قربان ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً اللہ تعالےٰ تیرے دل پر مطلع ہے۔ اور جو کچھ تو نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری دلی کیفیت کے مطابق پایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تجھے میرے کان اور میری آنکھ کی طرح کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے اللہ تعالےٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے۔

جسٹس امیر علی کا بیان ہے۔

حضرت ابوبکر اپنی زندگی اور اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین منتخب ہوئے۔ آپ کی دانائی فراست اور اعتدال پسندی مسلم تھی۔ اس لئے ابوبکر کے انتخاب کو حضرت علی اور آں حضرت کے خاندان نے تسلیم کر لیا۔ ۷۰

خلافِ قیاس استدلال

غزوۂ تبوک میں تشریف لے جاتے ہوئے سرکارؐ نے حضرت علی کو اپنا نائب بنایا۔ اس پر حضرت علی نے عرض کیا۔ حضور کیا مجھے آپ عورتوں اور بچوں پر خلیفہ مقرر فرماتے ہیں۔ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ سے فرمایا۔ اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (کیا تو اس سے راضی نہیں کہ میرے لئے موسیٰ کے نائب ہارون کی طرح ہو) روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے بارے میں اس مشابہت کو دلیل بناتے ہیں۔ حالانکہ اس کو دلیل بنانا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ کی حیات مبارکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اور بعد وفات موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیابت نہیں فرمائی۔ اور وہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ ہی نہ تھے تو خلیفہ کس طرح بنتے۔ البتہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشیر و معاون اور ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے زمانے میں ان کے خلیفہ رہے تھے۔ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک میں روانگی کے وقت مدینہ طیبہ میں اپنا عارضی نائب اور جانشین بنایا۔ خود شیعوں کی کتب ناسخ التواریخ، حیات القلوب

تفسیر صافی اور مجمع البیان میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے انتقال فرمایا ——— شیعہ علماء نے واقعہ کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ وہیں ہارون علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ آپ ہی نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مار ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت قرآن میں اس آیتِ مبارکہ کے ذریعہ بیان فرمائی۔

فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۔ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (احزاب ۲۲:۶۹)	پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس اتہام سے بری فرمایا جو یہود نے ان پر لگایا تھا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے۔

اس شیعی تفسیر سے بھی پتہ چل گیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہوئے۔[۱۲] پھر ان کی ذات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت بلا فصل کی دلیل بنانا کتنی صریح بے عقلی ہے ——— فَمَا لِهٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا

شیعوں کے عقائد باطلہ امامت، تقیہ وغیرہ اسلام کے دامن پر ایسے بدنما داغ ہیں، جن کی بنا پر اسلام دشمن مستشرقین نے زبان درازی کا موقع پالیا۔ دشمنانِ اسلام مسلمانوں کے اندر سے ابھرنے والی ایسی مفسد تحریکوں کو نہایت دقتِ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ پروفیسر فلپ ہٹی شیعی افتراق اور عقیدہ امامت پر اپنے انداز سے اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"مسلمانوں کی پہلی تفریق خلافت کے قضیئے سے شروع ہوئی۔ مسلمان اسی فتنہ کی وجہ سے دو گروہوں میں بٹ گئے۔ پیغمبر اسلام نے خدا اور بندے کے درمیان صرف وحیٔ الٰہی یعنی قرآن مجید کو واسطہ بنایا تھا۔ مگر شیعوں نے ایک انسان یعنی امام کو اپنا واسطہ بنایا"[۱۳]

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔

"انتہا پسند شیعہ یہاں تک بڑھے کہ امام کو اس کی ربانی صفات اور نورانی وجود

کے باعث خود اللہ کا اوتار سمجھنے لگے۔ ان کی دانست میں حضرت علی اور ان کی اولاد جو امام ہوئے وہ انسانی صورت میں خدا تھے، یا خدا کا کلام تھے جسے یہ لوگ قرآن ناطق کہتے ہیں یعنی بولتا ہوا قرآن۔ ایک اور فرقہ کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل نے غلطی سے پیغمبر اسلام کو علی سمجھ لیا۔ ورنہ وحی دراصل حضرت علی پر آنی تھی"[۱۴]

اسلام کو داخلی فتنوں رفض و خروج وغیرہ نے جتنا شدید نقصان پہنچایا۔ خارجی دشمنوں سے دین و ملت کو اتنا نقصان ہرگز نہیں ہوا۔

دوستوں سے اس قدر صدمے ملے ہیں جان کو
دل سے دشمن کی جفاؤں کا گلہ جاتا رہا

شیعیت کی نئی لہر

امام خمینی صاحب کے دم قدم سے شیعیت آج بہت ترقی پر ہے شیعوں کے متعدد فرقوں میں سے خمینی صاحب کا تعلق اثنا عشری گروہ سے ہے۔ اور یہی گروہ آج شیعوں میں غالب اکثریت رکھتا ہے۔ ایران، عراق، اور ہند و پاک میں جو شیعہ ہیں وہ اکثر اسی خیال کے ہیں۔ شیعہ فرقوں کی صحیح تعداد اور باہم مختلف عقائد کے لئے ملاحظہ کریں تحفۂ اثنا عشریہ، اور غنیۃ الطالبین اور آیات بینات وغیرہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا، شیعہ تھیالوجی ڈپارٹمنٹ کی انچارج پروفیسر رشیدہ رضیہ جعفری نے خود شیعی فرقوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

- غالی وہ فرقہ ہے جو حضرت امیر المومنین کو خدا مانتا ہے[۲۲]
- مفوضہ اس فرقہ کا یہ مذہب ہے کہ خدا نے صرف جناب محمد مصطفیٰ اور حضرت علی کو پیدا کیا۔ پھر وہ بیکار ہو گیا۔ اور اس نے تمام دنیا کا انتظام ان ہی دو بزرگوں کے سپرد کر دیا ہے۔ وہی جسے چاہتے ہیں مارتے ہیں۔ انہوں نے ہی سارے عالم کو پیدا کیا۔ یہی دونوں رزق دیتے ہیں[۲۳]
- علویہ ان کا عقیدہ ہے کہ وحی پہنچانے میں جبرئیل سے غلطی ہوئی۔ علی کے بجائے محمد مصطفیٰ کو پہنچا دی[۲۴]

بارہ امام

شیعہ فرقہ اثنا عشریہ کی رو سے بارہ ائمہ کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) حضرت علی بن ابی طالب (متوفی ۲۱ر رمضان ۴۰ھ ۹ر جنوری ۶۶۱ء)
(۲) سیدنا امام حسن بن علی (متوفی ۲۸ر صفر ۵۰ھ ۲۶ر مارچ ۶۷۰ء)
(۳) سیدنا امام حسین بن علی سید الشہداء (م ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ ۱۰ر اکتوبر ۶۸۰ء)
(۴) سیدنا علی بن حسین زین العابدین (م ۲۵ر محرم ۹۵ھ ۲۱ ستمبر ۷۱۳ء)
(۵) سیدنا محمد بن علی باقر (م ۷ر ذوالحجہ ۱۱۴ھ ۲۸ر جنوری ۷۳۳ء)
(۶) سیدنا جعفر بن محمد الصادق (م ۱۰ر شوال ۱۲۸ھ ۱۰ر جولائی ۷۴۶ء)
(۷) سیدنا موسیٰ بن جعفر کاظم (م ۲۵ر رجب ۱۸۳ھ یکم اکتوبر ۷۹۹ء)
(۸) سیدنا علی بن موسیٰ رضا (م ۲۳ر ذی القعدہ ۲۰۳ھ ۲۲ر مئی ۸۱۹ء)
(۹) سیدنا محمد بن علی تقی (م ۳۰ر ذوالقعدہ ۲۲۰ھ ۲۵ر نومبر ۸۳۵ء)
(۱۰) سیدنا علی بن محمد نقی (م ۵ر رجب ۲۱۴ھ ۹ر ستمبر ۸۲۹ء)
(۱۱) سیدنا حسن بن علی عسکری (م ۲۶۰ھ / ۸۷۲ء)
(۱۲) سیدنا محمد بن حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

آخر الذکر محمد بن حسن ہی کو اہل تشیع مہدئ زماں کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ بمطابق ۳۰ر جولائی ۸۶۸ء کو ہوئی۔ شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ ۲۶۱ھ ۸۷۳ء میں آپ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ جس کے بعد ۳۲۹ھ ۹۴۰ء تک کا زمانہ غیبتِ صغریٰ کہا جاتا ہے ــــ جس دور میں چار نائبین خاص کے ذریعہ قوم سے آپ کا رابطہ رہا۔ ان چاروں کو وکلائے اربعہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد غیبت کبریٰ کا دور شروع ہوا۔ اب ان وکلائے اربعہ کے ذریعہ علماء و مجتہدین کا دور چل رہا ہے۔

"اور انہی شیعوں کے فرقہ کیسانیہ کے نزدیک حضرت محمد بن الحنفیہ کوہ رضوی پر اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اور اپنے وقت پر خروج کریں گے"

اسماعیلیوں کے نزدیک سات اماموں کے بعد امام غائب کے ظاہر ہونے تک جو لوگ امامت کے فرائض انجام دیں گے وہ نائب امام ہوں گے۔ مگر ان کو منتخب کرنے کا امام کو حق نہیں۔ نائب امام کا سب سے بڑا بیٹا امامت کا حقدار ہوتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے امام مہدی کون ہیں؟ ــــ اور ان کا کیا مقام ہے؟ اس سے واقفیت کے بغیر امام مہدی اور شیعوں کے مہدی منتظر کا فرق سمجھنا دشوار ہے۔ اس لئے اب ہم اس پر قلم اٹھاتے ہیں۔

ظہور مہدی کی چند احادیث

اس باب میں ہم سب سے پہلے حضرت امام مہدی کے بارے میں وارد چند احادیث کے ترجمے لکھتے ہیں۔

• ابو داؤد کی سنن میں ہے۔ حضرت ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف ہوگا۔ اس وقت مدینہ طیبہ کا ایک باشندہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آئے گا۔ مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے۔ اور اسے مجبور کرکے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کریں گے۔ پھر شام سے اس کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا جائے گا۔ اور وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ ان کی یہ کرامت دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے لوگ بھی آآکر ان سے بیعت کریں گے۔ اس کے بعد پھر قریش میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے ماموں قبیلۂ کلب کے ہوں گے۔ وہ ظاہر ہوکر ان کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس (امام مہدی) کو ان کے اوپر غالب فرمائے گا۔ اور یہ بنو کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو اس قبیلۂ کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو ــــ کامیابی کے بعد وہی شخص (امام مہدی) اس مال کو تقسیم کرے گا۔ اور سنت کے مطابق لوگوں سے عمل کرائے گا ــــ اور اس کے عہد میں روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا۔ اور سات برس تک وہ زندہ رہے گا۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو جائے گا۔ اور مسلمان اس کی نماز پڑھیں گے۔

• ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا ــــ جو اس امت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک

وقت اتنا شدید ظلم ہوگا کہ پناہ لینا دشوار ہوگا ——— اس وقت اللہ تعالٰی میری اولاد میں ایک شخص (امام مہدی) کو پیدا فرمائے گا۔ جو زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ زمین وآسمان کے سب باشندے اس سے خوش ہوں گے۔ آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا۔ اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی۔ حتی کہ زندہ لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ جو لوگ ان سے پہلے ظلم اور تنگی میں گزر گئے کاش اس وقت ہوتے۔ اسی بابرکت انداز میں وہ (امام مہدی) سات یا آٹھ یا نو سال زندہ رہیں گے [10]

• حضرت ثوبان جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آرہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا۔ اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل کیوں نہ چلنا پڑے فَاِنَّ فِیْھَا خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ الْمَھْدِی کیوں کہ ان میں اللہ تعالٰی کا خلیفہ مہدی ہوگا

(احمد و بیہقی)

• حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں۔ جو ایسے دور میں ظہور پذیر ہوں گے۔ جب لوگوں میں بڑا اختلاف ہوگا۔ اور بڑے زلزلے آئیں گے۔ وہ آکر زمین کو عدل وانصاف سے پھر اسی طرح بھر دیں گے۔ جس طرح وہ ان کی آمد سے قبل ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔ آسمان کے فرشتے اور باشندگان سب ان سے راضی ہوں گے۔ اور وہ مال تقسیم کریں گے صِحَاحًا۔ سوال کیا گیا۔ صحاحًا کا کیا مطلب ہوا۔ فرمایا ——— انصاف کے ساتھ، اور امت کے دل غنا سے بھر دیں گے۔ ان کا انصاف عام ہوگا۔ (فراغت کا یہ حال ہوگا) کہ وہ ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیں گے۔ وہ اعلان کرے گا کہ کیا کسی کو مال کی حاجت باقی ہے؟ تو محض ایک شخص کھڑا ہوگا۔ اسی حالت پر سات سال گزر دیں گے۔

(احمد، ابویعلیٰ)

• حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے

اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آلِ ہارون ہوگا۔ اور یہ صلح سات سال تک قائم رہے گی۔ حضور سے دریافت کیا گیا اس وقت لمانوں کا امام کون ہوگا۔ فرمایا وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا۔ جس کی عمر چالیس سال گی۔ چہرہ ستاروں کی طرح چمکدار ہوگا۔ دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا۔ اور دو قطوانی مائیں زیب تن کئے ہوگا۔ ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا کوئی شخص دس سال حکومت ے گا۔ زمین سے خزانوں کو نکالے گا۔ اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔ [11]

• ذی مخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم روم سے صلح کرو گے کامل صلح، اور دونوں مل کر اپنے دشمن سے جنگ و گے اور تم کو کامیابی ہوگی، اور مال غنیمت ملے گا۔ حتی کہ جب ایک خطۂ زمین پر لشکر ترا اترے گا۔ جس میں ٹیلے ہوں گے اور سبزہ، تو ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب ٹھا کر کہے گا۔ صلیب کا بول بالا ہو۔ اس پر ایک مسلمان کو غصہ آجائے گا۔ وہ اس صلیب کو توڑ ڈالے گا۔ اور اس وقت نصاریٰ غداری کریں گے۔ اور جنگ عظیم کے لئے سب ایک محاذ پر جمع ہو جائیں گے [12]

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مایا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے اندر عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔ اور اس فت تمہارا امام وہ شخص ہوگا جو خود تم میں سے ہوگا۔ اور اس وقت کی نماز میں تمہارا ام وہی ہوگا [13]

• حضرت حذیفہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہدی انتظار میں ں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوگا گویا ن کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اس وقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہو کر عرض یں گے۔ تشریف لائیے اور لوگوں کو نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے اس نماز کی اقامت اپ کے لئے ہو چکی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے [14]

• حضرت ابو امامہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اور دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ——— مدینہ گندگی کو اس طرح دور کر دے گا، جیسے بھٹی لوہے کی گندگی کو دور کر دیتی ہے۔ اور یہ دن یوم الخلاص کہلائے گا۔ ام شریک نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرب کہاں ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت ان کی تعداد کم ہوگی۔ ان میں کے بیشتر بیت المقدس میں ہوں گے۔ اور ان کے امام ایک مرد صالح مہدی ہوں گے۔ وہ ایک روز نماز صبح کی امامت کے لئے آگے بڑھیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور یہ (امام مہدی) الٹے پاؤں لوٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام امامت کریں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے کہ آپ آگے بڑھئے یہ اقامت آپ ہی کے لئے کہی گئی ہے۔ اور ان کے امام ہو کر نماز پڑھائیں گے [۵۵]

• حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّیْ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَہٗ [۵۶] (اخرجہ ابو نعیم)	ہماری نسل سے ایک شخص ہوگا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم جس کی اقتدا فرمائیں۔

ان احادیث کا معنوی تواتر ثابت ہے

حضرت امام مہدی کے متعلق اسلامی ذخیرۂ احادیث سے ہم نے دس حدیثوں کے ترجمے نقل کر دیئے ہیں۔ یہ اور اسی قسم کی اور متعدد روایات ہیں۔ جن کی بنیاد پر مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرب قیامت کے وقت ایک عظیم الشان ہستی روئے زمین پر ظہور پذیر ہوگی۔

ابن خلدون اور اس کے اتباع کا یہ گمان فاسد ہے کہ مسلمانوں میں "ظہور مہدی" کا عقیدہ روافض کی روایات کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔ بلکہ سلف سے آج تک امام مہدی کے بارے میں مسلمانوں کے عقائد متواتر ہیں۔ حضرت علی، ابن عباس، ابن طلحہ، ابن عمر، عبداللہ بن مسعود، ابن ہریرہ، انس، ابو سعید، امہات المومنین ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، قرہ بن ایاس، علی الہلالی، اور عبداللہ بن الحارث، رضی اللہ عنہم سے امام مہدی کے بارے

میں حدیثیں مروی ہیں۔ ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں اس بارے میں حدیثیں بیان کی ہیں۔ امام ترمذی ابو داؤدؒ اور ابن ماجہ نے تو اپنی کتابوں میں امام مہدی کے متعلق مستقل باب باندھے ہیں۔ شارح عقیدۂ سفارینی نے لکھا ہے کہ

"خروج امام مہدی کی روایات اتنی زیادہ ہیں کہ اسے معنوی تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ اور علمائے اہل سنت کے نزدیک یہ بات اس قدر مشہور ہے کہ عقائد میں ایک عقیدہ کی حیثیت سے شمار کی جاتی ہے" [۵۷]

اسی طرح علامہ سیوطی، قاضی شوکانی، اور شیخ علی متقی وغیرہ نے امام مہدی کے بارے میں کافی مواد اکٹھا کیا ہے۔

احادیث ظہور مہدی کا واقعاتی خاکہ

حضرت امام مہدی کا نام سید محمد، قد لمبا بدن چست، رنگ کھلا ہوا، چہرہ روشن اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ، اور عادات وخصائل شمائل نبوی میں ڈھلے ہوئے والد ماجد کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ، زبان میں قدرے لکنت، دوران گفتگو کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے۔ علم لدنی سے نوازے ہوئے ہوں گے۔

آپ کے ظہور کے وقت دنیا ظلم سے لبریز ہوگی۔ اسی دور میں عرب و شام میں ابو سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ہوگا جو سادات کو قتل کرے گا۔ وہ شام و مصر کا حکمران ہوگا۔ اس دور میں روم کے بادشاہ کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہوگی — لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے گا۔ بادشاہ روم دار السلطنت چھوڑ کر ملک شام چلا جائے گا۔ اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی مدد سے اسلامی فوج فریق مخالف پر فتح حاصل کرے گی۔ دشمن کی شکست کے بعد موافق فوج میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب فتح ہو گئی۔ یہ سنکر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے لڑ پڑے گا۔ اور کہے گا نہیں۔ اسلام غالب ہوا ——— یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے۔ جس کی وجہ سے باہم جنگ ہوگی۔ بادشاہ اسلام شہید ہوگا۔ عیسائی شام پر قابض ہوں گے اور دونوں عیسائی گروہوں کی صلح ہو جائے گی۔ باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔

عیسائیوں کی حکومت خیبر تک ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمان امام مہدی کے منتظر ہوں گے امام مہدی اس وقت مدینہ طیبہ میں موجود ہوں گے۔ انہیں کوئی پہچانتا نہ ہوگا۔ وہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ چلے آئیں گے۔ اس زمانے کے اولیاء وابدال آپ کو تلاش کرتے ہو مقام ابراہیم اور رکن یمانی کے درمیان طواف کرتے ہوئے ایک جماعت آپ کی شناخت کرے گی۔ اس سے قبل کے ماہ رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگ چکا ہوگا لوگ آپ سے بیعت کا تقاضا کریں گے۔ اس وقت آسمان سے آواز آئے گی۔

هذا خليفة الله المهدي فاستمعوا له واطيعوا۔ — یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں۔ ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

شرف بیعت

یہ آواز وہاں کے سب خاص وعام سنیں گے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ آپ کی خلافت کی خبر عام ہوتے ہی مدینہ منورہ کی فوج مکہ معظمہ چلی آئے گی۔ شام، عراق، اور یمن کے اولیائے کرام اور ابدال آپ کے ہمراہ اور ملک کے بیشمار لوگ آپ کی فوج میں شامل ہوں گے۔ اسلامی دنیا میں امام مہدی کے خروج کی خبر سنکر خراسان سے ایک بڑی فوج آپ کی اعانت کے لئے روانہ ہوگی۔ جو راستہ میں بد دینوں کا صفایا کرتے ہوئے مدینہ اور مکہ کے درمیان دامن کوہ میں دھنس جائے گی۔ صرف دو آدمی زندہ بچیں گے —— ایک امام مہدی کو خبر دے گا اور دوسرا سفیان کو —— عرب فوجوں کے اجتماع کی خبر پاکر عیسائی بھی فوجیں جمع کریں گے اور شام میں اکٹھا ہوں گے۔ ان کی فوج کے ستر علم ہوں گے۔ اور ہر ایک علم کے نیچے ۱۲ ہزار سپاہی ہوں گے۔ (کل ۸ لاکھ چالیس ہزار)

جہاد و فتح

حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائیں گے۔ اس کے بعد مع لشکر شام کی طرف نکلیں گے۔ دمشق کے پاس عیسائیوں سے مقابلہ ہوگا۔ اس وقت امام مہدی کے لشکر میں تین گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ عیسائیوں کے خوف سے راہ فرار اختیار کرے گا۔ (اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول

نہ فرمائے گا) —— دوسرا گروہ جہاد کرتے ہوئے شہادت پاکر بدر واحد کے شہداء کا درجہ پائے گا۔ تیسرا گروہ فتحیاب ہوگا۔ چار روز تک مقابلہ ہوگا۔ چوتھے روز فتح ملے گی اور بیشمار عیسائی مارے جائیں گے۔ اس کے بعد امام مہدی مال غنیمت تقسیم فرمائیں گے —— کسی کو لینے کی خوشی نہیں ہوگی۔ اس کے بعد امام مہدی بلاد اسلام کے انتظام و انصرام متوجہ ہوں گے۔ اور چاروں جانب اپنی فوج پھیلا دیں گے۔

فتح قسطنطنیہ

اور اس سے فراغت کے بعد فتح قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہوں گے۔ قبیلۂ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کرکے استنبول کی آزادی کے لئے مقرر فرمائیں گے۔ جب یہ لوگ فصیل کے قریب اللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں گے تو اسم جلالت کی برکت سے فصیل گر جائے گی۔ اور مسلمان فاتح ہوں گے۔ اس کے بعد امام مہدی ملکی انتظام میں ہوں گے کہ دجال کے نکلنے کی افواہ اڑے گی۔

طلیعۂ امام مہدی

اس بات کو سنکر حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور خروج دجال کی تحقیق کے لئے پانچ یا نو سوار (باختلاف روایت) آگے روانہ فرمائیں گے۔ جو پتہ لگاکر خبر دیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ یا نو کے بارے میں فرمایا۔ ان کے ماں باپ اور قبیلوں کے نام اور ان کے گھوڑے کے رنگ تک جانتا ہوں۔ وہ اس دور میں تمام روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے۔

خروج دجال

اس کے بعد امام مہدی عجلت کے بجائے اطمینان سے مصروف سفر ہوں گے اس کے کچھ دنوں بعد دجال ظاہر ہو جائے گا۔ مگر حضرت امام مہدی اس وقت تک دمشق پہونچ کر جہاد کی تیاری فرما چکے ہوں گے۔ حتی کہ لوگوں کو ہتھیار دیا جا چکا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تشریف آوری

عصر کا وقت ہوگا۔ مؤذن اذان دے گا۔ لوگ نماز کی تیاری میں

ہوں گے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینارے پر دو فرشتوں کے کاندھوں کے سہارے رونق افروز ہوں گے۔ اور آواز دیں گے کہ سیڑھی لاؤ۔ سیڑھی حاضر کی جائے گی۔ آپ نیچے تشریف لاکر امام مہدی سے ملاقات کریں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع سے پیش آئیں گے اور کہیں گے۔ اے اللہ کے نبی امامت فرمائیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ امامت آپ ہی کریں کیونکہ اس امت محمدیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے بعض بعض کے امام ہیں ——— امام مہدی نماز پڑھائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے۔ نماز کے بعد امام مہدی عرض کریں گے۔ یا نبی اللہ! اب یہ لشکر کا انتظام ہی فرمائیں اور حکم جاری فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے نہیں، یہ کام آپ ہی کریں۔ میں تو صرف قتل وقتال پر مامور ہوں۔ اللہ کی ساری زمین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل انصاف سے بھر جائے گی۔ روئے زمین تابناک ہوجائے گی۔ ظلم وستم کا کہیں نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ ہر طرف عبادت واطاعت کا دور دورہ ہوگا۔ آپ کی خلافت کا زمانہ ۷ یا ۸ یا ۹ سال ہوگا ——— علماء نے لکھا ہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے دفع کرتے اور انتظامات ملکی میں لگیں گے۔ آٹھواں سال دجال سے جنگ کی تیاریوں میں اور جنگ میں۔ اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں گزاریں گے۔

وفات امام مہدی

اس طرح ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز جنازہ پڑھاکر ان کی تدفین فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور مسعود ہوگا ۸۸؎

امام غائب کون ہیں؟

شیعوں کی کتابوں کی روشنی میں امام غائب امام حسن عسکری بن علی کے صاحبزادے ہیں۔ جو پیدا ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد منصب امامت پر فائز ہوگئے۔ ایک روایت کی رو سے ۲۵۵ھ، دوسری روایت کی رو سے ۲۵۶ھ میں اپنے والد کے انتقال سے چار یا پانچ سال پہلے تولد ہوئے۔ مگر ان کے حقیقی چچا کا بیان ہے کہ حسن عسکری لاولد فوت ہوئے ۸۹؎

انہی کی کتب میں ہے کہ انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یا ان کا جسم کسی کو نظر نہیں آتا تھا ۹۰؎ اس کمسنی میں آپ اپنے والد کی وفات سے دس دن پہلے ایک غار میں روپوش ہوگئے ۹۱؎

امام غائب کی والدہ مسیحی شاہ روم کی پوتی ملیکہ ہیں۔ جو حیرت انگیز طور پر اپنے دو چچازاد منگیتروں کے عقد میں جاتے جاتے صلیب ٹوٹ کر گرنے اور مجلس شادی درہم برہم ہونے کی وجہ سے بچ رہیں ——— پھر خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی وغیرہ کی زیارت کرکے مشرف باسلام ہوئیں۔ اور ان حضرات کی موجودگی میں ان کا رشتہ امام حسن عسکری کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد روم پر اسلامی لشکر کے حملے ہوئے۔ اور یہ باندی بناکر اور دوسری عورتوں کے ساتھ بغداد لائی گئیں۔ اور امام حسن عسکری نے ادھر ان کو بغداد سے لانے کے لئے اپنے ایک مصاحب بشیر بن سلیمان کو کچھ رقم دے کر قبل از وقت ہی بغداد بھیج رکھا تھا جو جو نشانیاں بی بی ملیکہ کی بیان کی تھیں وہ سب دیکھ کر بشیر نے انہیں خریدا۔ اور اپنے ساتھ شہر سُرّمن رائی لائے۔ جہاں وہ رہیں ان سے امام غائب پیدا ہوئے۔ (جلاء العیون)

امام غائب کے بارے میں ملا باقر مجلسی کی کتاب حق الیقین میں یہ دلخراش روایت بھی ہے۔

"جب قائم آل محمد (امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا۔ اور سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے والے حضرت محمد ہوں گے۔ اور ان کے بعد حضرت علی ۹۲؎

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شیعی بغض وعناد کی مظہر یہ عبارت بھی دل پر جبر کرکے دیکھتے چلیں۔

"امام قائم جب ظاہر ہوں گے تو وہ عائشہ کو زندہ کرکے ان پر حد جاری کریں گے اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں گے۔" ——— ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ونعوذ باللہ من ذلک ۹۳؎

امام غائب کے بارے میں عقل ونقل سے بعید شیعی روایات خود ان کی تکذیب کا منہ بولتا نمونہ ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ ائمہ کی غیبت کا عقیدہ انہی شیعی فرقوں نے حضرت

محمد بن حسن سے پہلے بھی کئی لوگوں کے بارے اختراع کیا تھا۔ مثلاً حضرت محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد ان کو بھی مہدی مستور مان لیا گیا تھا۔ اس شیعی گروہ کا نام کیسانیہ ہے۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق انتقال فرما گئے تو کچھ لوگوں نے ان کی مہدیت اور غیبت کا عقیدہ ظاہر کیا۔ انہیں شیعوں میں کا ناووسی فرقہ کہا گیا۔ پھر امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد انکے مہدی ہونے اور نظر سے غائب ہوکر دوبارہ ظہور کا عقیدہ جس طبقہ میں آیا۔ اسے واقفہ یا واقفیہ کہا جاتا ہے ——— یہ تمام فرقے شیعوں ہی کے اندر ابھرے۔ گویا اس نامراد قوم میں عقیدۂ غیبت کے جراثیم ان کے شروع دور ہی سے چلے آرہے ہیں۔ اپنی بدنصیبی سے کیسانیہ، ناووسیہ اور واقفیہ کو تو پھولنے پھلنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ اثنا عشریہ باقی رہ گئے۔ اور ہر دور امام کے ساتھ بعد والوں میں پہلے والوں کی ہر بات خواہ وہ خالص کذب افتراء اور اختراع کیوں نہ ہو سند بنتی گئی ——— اور وہ صریح قرآن عظیم کے مخالف کیوں نہ ہو۔ اسی کو عین اسلام سمجھنے لگے۔

اِمام غائب اور شیعی روایات

امام غائب کے بارے میں شیعوں کے ملا باقر مجلسی کی کتاب "بحار الانوار" طبع جدید، جلد ۵۱ باب ہفتم ص نمبر ۱۰۹ سے ۱۲۲ تک روایات پھیلی ہوئی ہیں۔ اس عنوان پر ان کے شیخ صدوق کی کتاب "اکمال الدین واتمام النعمۃ" اور محقق طوسی کی "الغیبۃ" اور اسی نام کی نعمانی کی کتاب نیز ان کے شیخ مفید کی کتاب "الاختصاص" ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں ——— تنہا شیخ مفید نے امام غائب کے متعلق پانچ رسالے لکھے ہیں۔ اسی طرح تقیہ، متعہ، اور قرآن مجید کے خلاف بانیانِ مذہب نے بڑی بڑی کاوشیں سرانجام دی ہیں۔ امام غائب کے بارے میں ان کی روایتوں کے چند خاص حصے ملاحظہ کریں۔

کمیل بن زیاد نخعی راوی کہ میں امیر المومنین کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ زمین پر کچھ نشان کھینچ رہے ہیں۔ (کمیل کے پوچھنے پر فرمایا) میں حسین کی نسل سے نویں فرزند کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جب کہ وہ ظلم وجور سے بھر جائے گی۔ اس کے لئے ایک (طویل)

غیبت ہوگی۔ جس دوران جھوٹے لوگ اس کے وجود کے بارے میں شک میں پڑ جائیں گے۔ اے کمیل بن زیاد! ہر زمانے میں زمین میں ایک حجت کا وجود ضروری ہے۔ چاہے وہ ظاہر اور مشہور ہو یا مخفی اور مستور۔۔۔۔ ۹۴

امام علی رضا نے شاعر دعبل سے فرمایا۔

میرے بعد میرا بیٹا محمد امام ہوگا۔ محمد کے بعد ان کا بیٹا علی امام ہوگا۔ علی کے بعد ان کا بیٹا حسن امام ہوگا۔ اور حسن کے بعد ان کا بیٹا حجت قائم امام ہوگا۔ جس کا اس کی غیبت میں انتظار کیا جائے گا۔ ۹۵

شیعوں کے عقیدہ کی رو سے امام غائب، غیبت کی حالت میں رہتے ہوئے بھی اپنے شیعوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ اس بارے میں یہ لوگ حضور انور رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی طرف اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے اولو الامر کی تعیین کرتے ہوئے اگیارہ اماموں کے نام لئے اور بارہویں امام کا نام لے کر اس طرح کہا۔

۔۔۔۔۔۔ حسن بن علی (اگیارہویں امام) کے جانشین ان کے فرزند ہوں گے، جن کا نام میرا نام ہوگا۔ اور کنیت میری کنیت ہوگی۔ اور وہ روئے زمین پر حجت خدا اور لوگوں کے درمیان بقیۃ اللہ ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔ وہ اتنے طویل عرصہ تک پوشیدہ رہیں گے کہ ان کی امامت کا عقیدہ صرف انہی دلوں میں باقی رہ جائے گا کہ جن کا اللہ نے ایمان کے سلسلہ میں امتحان لے لیا ہوگا۔ لوگ ان کی غیبت میں ان کی روشنی سے فیضیاب ہوں گے۔ جیسے لوگ بادلوں میں چھپنے والے آفتاب سے فیضیاب ہوتے ہیں الخ ۹۶

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ احادیث ہیں تو اسلامی ذخیرۂ احادیث میں ان کا سراغ کیوں نہیں ملتا؟ ——— اور اگر یہ خاص ائمہ کی باتیں بھی ہیں جب بھی ۱۸۳ھ سے پہلے پہلے حضرت محمد بن حنفیہ، امام جعفر صادق، اور امام موسیٰ کاظم کو امام غائب ماننے والے شیعوں کو ان روایات کا علم ضرور ہونا چاہیے۔ مگر انہوں نے شیعی عقیدۂ امامت رکھنے کے باوجود اپنے اپنے وقت میں ان تینوں بزرگوں کو امام غائب مانا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ

روایتیں اس وقت تک موجود نہیں تھیں ۔ اور بعد میں اختراع کی گئیں ۔ ورنہ کم از کم سیلوں ہی میں فرقۂ کیسانیہ ، ناؤوسیہ ، اور واقفیہ کا وجود نہ ہوتا ——— خدا کرے اب سے انہیں قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات والااسلام میسر آجائے ۔ آمین ۔

مراجع

۱ غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق للامام احمد رضا القادری علیہ الرحمہ ، مطبوعہ ، المجمع الاسلامی بمبارکپور ص ۳۰۴
۲ الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ ، للمحدث احمد بن حجر الہیتمی المکی ، مطبوعہ ، استنبول ،
۳ تلخیص الشافی ، للمحقق الطوسی ، مطبوعہ ، نجف اشرف ج ۲ ص ۲۷۲
۴ تلخیص الشافی ، للمحقق الطوسی ، مطبوعہ ، نجف اشرف ج ۲ ص ۲۷۲ ،
۵ الشافی ، مطبوعہ ، نجف اشرف ص : ۱۷۱ ،
۶ مشکوٰۃ المصابیح ، مطبوعہ رشیدیہ ص ، ۵۶۰ والصواعق المحرقہ ص ۲۱ ،
۷ اللؤلؤ والمرجان فیما اتفقا علیہ الشیخان مطبوعہ ، الکویت ، ص ، ۶۲۲ ،
۸ القرآن الکریم ، سورۃ النساء ، ۵۹ ،
۹ مشکوٰۃ المصابیح ، ص ، ۳۲۱ ،
۱۰ جامع الترمذی ج ۲ ص : ۱۴۱ ،
۱۱ الصحیح للمسلم ج ۲ ص : ۲۷۶ ،
۱۲ تفسیر کبیر ج ۲ ، ص : ۵۱۶ ،
۱۳ تحفۂ اثنا عشریہ ، للمحدث الشاہ عبد العزیز الدہلوی ، باب ہفتم در امامت (اردو) ص : ۳۴۵
۱۴ " " "
۱۵ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ، مطبوعہ ، دانشگاہ پنجاب ، لاہور ، ج ۱۱ ، ص ، ۹۰۳ ،
۱۶ " " " ۹۰۲ ،
۱۷ " " "
۱۸ " " "
۱۹ " " "
۲۰ امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ ، مجلہ توحید ، قم ایران ، ج ۶ ، شمارہ ۵ ، ص : ۲۸ ،
۲۱ الحکومۃ الاسلامیہ ، للامام خمینی ص : ۱۱۸ ،
۲۲ " " ص ، ۲۳ ،

۲۳ الحکومۃ الاسلامیہ للامام خمینی ص ۱۳۱ ،
۲۴ " " " ص ۱۹۸ ،
۲۵ الوسیلہ ج ۱ ، " " ص ۶۵ ،
۲۶ " " " ص ۶۷ ،
۲۷ " " " " ص ۹۲ ،
۲۸ ہمارے ائمہ اور سیاسی جدوجہد ، علی خامنہ ای ، مجلہ توحید ، قم ایران ، ج ۴ ، شمارہ ۶ ، ص : ۱۱۸ ،
۲۹ مجلہ توحید ، قم ایران ، ج ۶ ، شمارہ ۱ ، ص : ۴۳ ،
۳۰ مقالہ امامت ائمہ اطہار کی نگاہ میں " مجلہ توحید ، قم ، ج ۷ ، شمارہ ۳ ، ص ۳۳ ،
۳۱ " " " ص ۳۴ ،
۳۲ " ج ۲ ، شمارہ ۱ ، ص ۵۲ ، ۵۳
۳۳ الاصول من الکافی للکلینی ص : ۱۰۲ ، مطبوعہ لکھنؤ
۳۴ " " " ص : ۱۰۴ ،
۳۵ " " " "
۳۶ " " " ص ۱۰۵
۳۷ " " " ص ۱۰۶
۳۸ " " " ص ۲۷۶
۳۹ " " " "
۴۰ " " " ص ۱۱۷
۴۱ " " " ص ۱۱۰
۴۲ الاصول من الکافی ، للکلینی ، ص : ۲۷۸ والصافی جز ۳ ، حصہ دوم ، ص : ۱۴۹ ،
۴۳ الاصول من الکافی ، للکلینی ، ص : ۱۲۱ ، ۱۲۲
۴۴ " " ص ۲۴۲ ،
۴۵ حیات القلوب ج ۳ ، ص : ۱۰ ،
۴۶ الاصول من الکافی ، ص : ۲۳۸ ،
۴۷ القرآن الکریم ، احزاب ، آیت ۷۲ ،
۴۸ الاصول من الکافی ، ص ، ۲۶۱ ،
۴۹ مختصر تفسیر ابن کثیر ، للصابونی ج ۳ ص ۱۱۷ ،
۵۰ تفسیر ضیاء القرآن ، للشیخ کرم شاہ الازہری ج ۴ ص ، ۱۰۳ ،
۵۱ القرآن الکریم ، نحل ، آیت ، ۱۱۵ ،
۵۲ الاصول من الکافی ، ص : ۲۶۳ ،
۵۳ القرآن الکریم ، بقرہ ، آیت ۲۳ ،
۵۴ خزائن العرفان علی کنز الایمان ص : ۸
۵۵ الاصول من الکافی ، ص ، ۲۶۴ ،
۵۶ القرآن الکریم ، شعراء ، پ ۱۹ ، آیت ۱۹۵
۵۷ الاصول من الکافی ، ص : ۲۶۱ ،
۵۸ القرآن الکریم ، مائدۃ ، آیت ۶۶ ،
۵۹ الاصول من الکافی ، ص : ۲۶۲ ،
۶۰ الصورۃ ، فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب ، للنوری الطبرسی ص ۱۸۰ ، ۱۸۱
۶۱ ناسخ التواریخ ، ج ۲ ، ص : ۶۳ ، الکافی

کتاب الروضہ، ص: ۱۲۹، ناسخ التواریخ ج۲، ص: ۲۳، ۴۸ حصہ ۲،
۶۲؎ الصواعق المحرقہ، ص: ۴۷،
۶۳؎ الموافقہ بین اہل البیت والصحابہ للزمخشری، ص: ۱۶،
۶۴؎ نہج البلاغۃ، خطبہ ۵،
۶۵؎ شرح نہج البلاغۃ، لابن میثم ص ۱۵۸
۶۶؎ ناسخ التواریخ ج۲، ص: ۵۱۹،
۶۷؎ معانی الاخبار، مطبوعہ ایران ص: ۱۱۰،
۶۸؎ تفسیر حسن عسکری، مطبوعہ ایران، ص: ۱۶۴، ۱۶۵
۶۹؎ تاریخ اسلام جسٹس امیر علی ص ۴۲،
۷۰؎ حیات القلوب، للمجلسی، ص: ۳۴۸،
۷۱؎ تاریخ ملت عربی، پروفیسر خلیل پتی، ص: ۳۹۰،
۷۲؎ " " " ص: ۳۹۱
۷۳؎ رسالہ "فرق اسلامی" مطبوعہ امامیہ مشن لکھنؤ ۱۹۵۳ء، ص: ۲۱،
۷۴؎ " " " ص: ۳۲،
۷۵؎ " " " ص: ۳۲،
۷۶؎ اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب لاہور،
۷۷؎ الملل والنحل، لابن حزم الظاہری ص ۱۹۶/۱۲۰،
۷۸؎ اردو انسائیکلوپیڈیا، مطبوعہ فیروز سنز پاکستان، ص: ۱۱۹،
۷۹؎ سنن ابوداؤد، باب المہدی،
۸۰؎ مستدرک، للحاکم،
۸۱؎ طبرانی،
۸۲؎ سنن ابوداؤد،
۸۳؎ الصحیح، للمسلم،
۸۴؎ الحاوی، ج۲، ص: ۸۱،
۸۵؎ سنن ابن ماجہ، الحاوی، ج۲، ص: ۶۵،
۸۶؎ الحاوی، ج۲، ص: ۶۳،
۸۷؎ شرح عقیدۃ السفارینی، ص: ۷۹،
۸۸؎ رسالہ علاماتِ قیامت، شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، ملخصاً،
۸۹؎ الاصول من الکافی، ص: ۲۰۶،
۹۰؎ " " ص: ۲۰۷،
۹۱؎ " " ص: ۲۰۲، الی ص: ۲۰۷ و ۲۲۳، الغایۃ ۲۲۳،
۹۲؎ حق الیقین، مطبوعہ ایران، ص: ۱۳۹،
۹۳؎ " " ص: ۱۳۹
۹۴؎ الرسالۃ الخامسۃ فی الغیبۃ، للشیخ مفید ص: ۲،
۹۵؎ بحار الانوار، ج ۴۹، ص: ۲۴۲، ۲۵۱،
۹۶؎ اکمال الدین واتمام النعمۃ، للشیخ صدوق مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ھ، ص: ۱۴۶، ۱۴۷،

صحابۂ کرام

اسلامی موقف، جناب خمینی اور شیعیت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اسلامی موقف، جناب خمینی اور شیعیت

صرف امام خمینی نہیں، پورے فرقہ شیعہ نے اکابر صحابہ کرام اور صحابیات عظام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی اہانت میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں۔ اسلام کے دور غربت میں سر پر کفن باندھ کر جن جاں باز ہستیوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اسلام کے لئے بے مثال ایثار و قربانی کی مثالیں قائم کیں۔ مالک ذوالجلال کے مقدس کلام میں جن برگزیدہ لوگوں کی تعریف نازل ہوئی۔ فرقہ اہل تشیع نے ان کی شان میں گستاخی کرنا اپنے ایمان و عقائد کا جز بنایا۔ اور جن نورانی دامن والی امہات المومنین کے حجرات میں رسول خاتم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر وحی ربانی اترتی رہی۔ اور جو قیامت تک کے لئے تمام مسلمانوں کی مائیں قرار پائیں انہیں کافرہ اور منافقہ کہنے اور لکھنے کی جسارت کی۔

جن صحابہ کی شان قرآن میں ہے

قرآن مجید اصحاب رسول کو باہم نرم خو، اور دشمنان اسلام کے حق میں سخت نیز خلوص قلب سے راکع و ساجد، روشن جبیں، شجر اسلام کی خون سے آبیاری کرنے والا قرار دے رہا ہے — ارشاد رب العالمین ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ — محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے (صحابہ) کافروں پر سخت ہیں۔ اور آپس میں

...نَھُمْ تَرٰىھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا ...وْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ ...انًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ ...اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ ...ھُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ ...زَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ ...سْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِہٖ ...جِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ ...فَّارَ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ ...نُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ ...غْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا [1]

نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل اور رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے، سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا، پھر اسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں۔ بخشش اور بڑے ثواب کا۔

جنہیں رسول نے تزکیہ بخشا اور تعلیم دی

اور سورۂ آل عمران کی آیت کریمہ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی۔ اور اُن کے قلوب کو پاک صاف فرمایا۔ بھلا ان لوگوں کی شان کا کیا کہنا، قرآن مجید تو انہیں فلاح پانے والا بتا رہا ہے۔

بامراد لوگ

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2]

تو وہ جو اس پر ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی تعظیم کی اور اسے مدد دی۔ اور اس نور کی پیروی کی — جو اس (نبی) کے ساتھ اترا — وہی کامیاب بامراد ہوئے۔

---

[1] القرآن الکریم سورۃ الفتح ۴۸/۲۹) [2] القرآن الکریم الاعراف ۷/۱۵۷)

خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا ۱
اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے

دورِ غربت میں اسلام کے مددگار

جب اسلام دورِ غربت میں تھا . اس
وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ
وسلم کی رفاقت کا حق ادا کرنے والے صحابہ ہیں ۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ
وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ
فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ
اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝
[2]

بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب
خبریں بتانے والے ، اور ان مہاجرین او
پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ
دیا ۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ
لوگوں کے دل پھر جائیں ۔ پھر ان پر رحمت
متوجہ ہوا ۔ بیشک ان پر نہایت مہربان
رحم والا ہے ۔

بیعتِ رضوان سے مشرف ہونے والے

بیعتِ رضوان کرنے والے
کے بارے میں قرآن ناطق ہے

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ
فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ
السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ
فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً
یَّاْخُذُوْنَھَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب
وہ پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے . تو ا
نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے ، تو ان پر ا
اتارا ۔ اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام
اور بہت بہا غنیمتیں جنہیں لیں ۔ اور اللہ
حکمت والا ہے ۔

---

[1] القرآن الکریم البینۃ ۹۸/۸ [2] القرآن الکریم التوبہ ۱۱۸،
[3] القرآن الکریم الفتح ۱۸ ،

ان میں سبقت اور رضائے حق سے سرفراز

ایمان لانے میں
سبقت کرنے والے

۔ کرام کو قرآن مجید رضائے الٰہی اور جنت ابدی کی بشارت دیتا ہے ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ
الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ
ذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ
اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ
دَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَ
یْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

اور سب میں اگلے پہلے مہاجرین اور انصار ،
اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے ،
اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور
ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ ، جن کے نیچے
نہریں بہیں ۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں ۔ یہی
بڑی کامیابی ہے ۔

وفاشعار صحابہ

اور دیکھئے اس آیتِ مبارکہ میں صحابۂ رسول کی وفاشعاری
کا جلوہ زیبِ نظر کیجئے ۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ
صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ
فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ
مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا
لِّیَجْزِیَ اللّٰہُ الصّٰدِقِیْنَ
بِصِدْقِھِمْ وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ
اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اِنَّ
اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ [2]

مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا
جو عہد اللہ سے کیا تھا ۔ تو ان میں کوئی اپنی منت
پوری کر چکا ۔ اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے ۔ اور وہ
ذرا نہ بدلے تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ
دے ۔ اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے
یا انہیں توبہ دے ——— بیشک اللہ بخشنے
والا مہربان ہے ۔

صفات حسنہ والے صحابہ

اور آیاتِ ذیل میں صحابۂ رسول کی صفاتِ عالیہ
اللہ پر کامل اعتماد ، معاصی سے اجتناب ، بھلائی

---

[1] القرآن الکریم التوبہ ۱۰۰ ، [2] القرآن الکریم الاحزاب ۲۲/۲۳ ،

سے کنارہ کشی، عفو و درگزر، رب تعالےٰ کی اطاعت، قیام صلوٰۃ، باہمی مشاورت، سخاوت اور جذبۂ جہاد کا ذکر ملاحظہ کریں۔

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ [1]

تمہیں جو کچھ ملا وہ جیتی دنیا میں برتنے کا اور وہ جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا ان کے لئے جو ایمان لائے اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا۔ اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔ اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ کہ جب انہیں بغاوت کا سامنا کرنا پڑے بدلہ لیتے ہیں۔

بے غرض اور سچے صحابہ

اور فقراء مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دینی و اسلامی استقامت اور سخاوت کے بارے میں رب تعالےٰ کا یہ ارشاد مبارک کتنا عظیم ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

اُن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے۔ اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے۔ وہی سچے ہیں ـــــ اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [1]

بنا لیا۔ دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے ـــــ اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں ـــ اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو ـــــ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا ـــــ ـــــ تو وہی کامیاب و کامران ہے۔

جنّت کی بشارت پانے والے صحابہ

رب کائنات سب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ الحسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرما چکا ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی [2]

تم میں برابر نہیں وہ جس نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا ـــــ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں، جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔

تقویٰ میں منتخب صحابہ

اللہ تبارک و تعالےٰ نے صحابۂ کرام کے دلوں کو تقویٰ کے لئے منتخب فرما لیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی [3]

جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے حضور پست رکھتے ہیں ـــــ یہی وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا۔

کفر و فسق اور گناہوں سے متنفّر صحابہ

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دلوں میں کفر و فسق اور معاصی سے نفرت ڈال دی ہے ——— فرماتا ہے۔

وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ؎۱

اور کفر اور حکم عدولی و نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی۔ ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان کی پاکیزگی اور شانِ براءت کے لئے قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

أُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ؎۲

وہ پاک ہیں ان الزاموں سے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

فضائلِ صحابہ بزبانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی شان اور ان کا مرتبہ خود بیان فرمایا ہے۔ جس سے کتب حدیث لبریز ہیں۔ فرمایا۔

- میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیوں کہ تم میں سے کوئی اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد (تقریباً ایک کلوگرام سے کچھ زیادہ) بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔؎۳
- اللہ کا خوف کرو، اللہ کا خوف کرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، میرے بعد انہیں اپنی بدزبانی کا نشانہ نہ بناؤ۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض و عناد رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔

؎۱ القرآن الکریم ، الحجرات ، ۷/۴۹ ؎۲ القرآن الکریم ، النور ، ۲۶/۲۴
؎۳ جمع الفوائد ، مطبوعہ ، ج ۲ ، ص : ۲۹۰ ،

اور جس نے انہیں ایذاء پہونچائی، اس نے مجھے ایذا پہونچائی۔ اور جس نے مجھے ایذاء پہونچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہونچائی۔ اور جو اللہ کو ایذاء پہونچائے تو عنقریب اللہ اس کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔؎۱

جنت کی بشارت پانے والے صحابی سیدنا سعید بن زید سے روایت ہے۔ جسے ابو داؤد اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے ——— انہوں نے سنا کہ بعض لوگ امراء کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا ——— افسوس ہے میں تم لوگوں کے سامنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی کرتے دیکھتا ہوں اور تم اس پر مخالفت نہیں کرتے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے (پھر بیان حدیث سے پہلے یہ بھی جتا دیا کہ) اور مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات نہ فرمائی ہو، وہ ان کی طرف منسوب کروں کہ قیامت کے دن جب میں حضور سے ملوں تو سرکار اس کا مجھ سے مواخذہ فرمائیں۔ (اس کے بعد حدیث بیان کی)

آبو بکر جنت میں ہیں ——— عمر جنت میں ہیں ——— عثمان جنت میں ہیں ——— علی جنت میں ہیں ——— طلحہ جنت میں ہیں ——— زبیر جنت میں ہیں ——— سعد بن مالک جنت میں ہیں ——— عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں۔ ابو عُبیدہ بن جراح جنت میں ہیں ——— (یہ نو اسماء لینے کے بعد تو اضعاً خاموش ہو گئے) تو لوگوں نے دریافت کیا۔ دسواں کون ہے؟ ——— تو اپنا نام لیا کہ سعید بن زید جنت میں ہیں۔ (اور فرمایا) خدا کی قسم صحابہ میں سے کسی کا کسی جہاد میں شریک ہونا، جس سے اس کا چہرہ گرد آلود ہو کسی غیر صحابی کی زندگی بھر کی عبادت سے افضل ہے۔ خواہ اسے عمر نوح عطا ہو جائے۔

؎۱ جمع الفوائد مطبوعہ مصر ج ۲ ص : ۲۹۱ ،

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ اللہ تعالٰی نے سوائے نبیوں اور رسولوں کے تمام عالمین سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا۔ اور پھر ان میں سے میرے لئے چار کو منتخب فرمایا۔ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، پس انہیں میرا صحابی بنا دیا[1]
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ میرے جملہ اصحاب میں خیر ہی خیر ہے۔[2]
- ارشاد فرمایا ــــــ اللہ تعالٰی نے مجھے چنا، اور میرے لئے اصحاب چنے، اور انہیں میں سے اقرباء، وزراء اور اصہار بنائے۔

فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ تو جس نے انہیں برا کہا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب کی لعنت ہے۔

اور قیامت کے روز اللہ تعالٰی اس شخص کو درگزر نہ فرمائے گا[3]

- ارشاد فرمایا ــــــ میرے بعد تم میں سے جو رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ اس وقت تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو ــــ اس کو دانتوں سے مضبوط تھامو ــــ اور دین میں اختراع شدہ چیزیں بدعت ہیں۔ ان سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے[4]
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ــــ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو، ان کا ایک گھڑی کا قیام تمہاری تمام عمر کی عبادت سے بہتر ہے عہ

---

[1] مجمع الزوائد، ص: ۱۰، [2] مجمع الزوائد، ص، ۱۰،
[3] " " ص، ۱۲۰، [4] سنن ابو داؤد، قلمی،

عہ یہ اور اس کے بعد کی متواتر تین روایتیں "الشرف المؤبد لآل محمد" سے ماخوذ ہیں۔ جو علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف ہے۔ اور جس کا نہایت ایمان افروز ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کے قلم سے اردو میں ہوا ہے۔

- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ لوگ زیادہ ہوں گے اور میرے صحابہ کم ہوں گے۔ تم انہیں گالی نہ دینا۔ اللہ تعالٰی انہیں گالی دینے والے پر لعنت فرمائے۔

- حضرت ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ــــــ سرکار نے ارشاد فرمایا۔

"روز قیامت سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا۔ جس نے انبیاء کو گالی دی۔ پھر اس شخص کو جس نے میرے صحابہ کو گالی دی۔ پھر اسے جس نے مسلمانوں کو گالی دی۔"

- ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

"اللہ تعالٰی جب میرے کسی امتی کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔"

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو، جو میرے صحابہ کو گالی دے رہے ہوں۔ تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہو۔"

- حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ــــ جو اقتدا کرنا چاہے اسے چاہئے کہ اصحاب رسول کی اقتدا کرے۔ کیونکہ یہ حضرات قلوب کے لحاظ سے ساری امت سے زیادہ پاک، اور علم کے اعتبار سے عمیق، تکلف اور بناوٹ سے دور، عادات کے اعتبار سے معتدل، اور حالات کے لحاظ سے بہتر ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی مصاحبت، اور اپنے

اور برکات آل محمد کے نام سے جون ۱۹۸۰ء میں رضا پبلی کیشنز لاہور سے عربی، اردو دونوں کتابیں ساتھ ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ تو زیر نظر مضمون میں الشرف المؤبد سے ہم علامہ شرف قادری کے پر جہد قلم کے ذریعہ ہی استفادہ کریں گے۔ ــ

دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا۔ تو تم ان کی عزت پہچانو! اور ان کے آثار کا اتباع کرو، کیونکہ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں [1]

- انہی سے روایت ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں کو دیکھا تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب قلوب میں بہتر پایا۔ انہیں اپنی رسالت کے لیے معین فرما دیا۔ پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے بندوں کے قلوب دیکھے تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا۔ تو انہیں اپنے نبی کی رفاقت اور دین کی مدد کے لیے منتخب فرما دیا [2]

صحابہ وہ مقدس جماعت ہے جس کو صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا واسطہ مخاطب بنایا۔ گویا خدائی امانتیں جن کے سپرد کیں۔ اور حکم فرمایا کہ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃ۔ میری حدیثیں امت تک پہونچاؤ، خواہ ایک آیت ہی ہو ــــ اور حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ حاضرین میری یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہونچا دیں۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جانوں کا نذرانہ ہتھیلیوں پر رکھ کر بارگاہ رسول میں آنے والے صحابہ، وضو کے گرنے والے پانی کو تبرک کے طور پر اپنے سینوں اور رخساروں پر ملنے والے صحابہ، موئے مبارک کو جان سے زیادہ قیمتی دولت سمجھنے والے صحابہ، آقا و مولا کے ارشاد کے بعد قرآن کی حفاظت و اشاعت اور حدیث کی حفاظت و اشاعت میں کس طرح لگ گئے ہوں گے ــــ انہیں دور حاضر کے سیاست باز ملاؤں پر قیاس کرنا ان کی سراسر توہین ہے۔

صحابہ رسول عام امت کے درمیان واسطہ ہیں

امت اسلامیہ کا اس بات پر قرون اولیٰ سے اتفاق چلا آرہا ہے کہ انبیائے کرام کے بعد سب سے برگزیدہ اور مقدس گروہ

[1] شرح العقیدہ سفارینی ج ۲، ص ۲۰۸ [2] شرح العقیدہ سفارینی ج ۲، ص: ۲۸۰

یہ کا ہے۔ صحابۂ کرام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان خدائی واسطہ و وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی کے واسطے سے دنیا کو قرآن اور سنت کی تعلیمات آئیں۔ ان کی سیرتیں سیرت نبوی کا جز، اور ان کے کارنامے اور خدمات رسول خدا ادائے فرائض نبوی کا ایک حصہ ہیں۔ ان کے مبارک دامنوں پر کتب تاریخ کی چند ...قد روایات کی بنا پر کیچڑ اچھالنا یا تو روح اسلام سے نابلد لوگوں کا شیوہ ہے۔ یا اسلام ...ن تحریکوں کا، مسلمان تاریخی روایات سے پہلے ان کی شان میں قرآنی نصوص: اور حدیث ...سیر رسول کے روشن دلائل دیکھتا ہے ــــ دور حاضر کے غیر شیعی علماء میں بھی ...ے لگام تنقید پھیلنے کے کئی اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اہل مغرب کے مستشرق قلمکاروں نے ...ہوں کے نام پر مسلمانوں کی عظیم شخصیات کو نشانہ بنایا۔ اور تحقیق کا یہی بے لگام طریقہ جدیدیت پسندوں کو سب سے انوکھا اور ماڈرن لگا۔ اور انہوں نے بھی تحقیق اور ریسرچ کے نام طوفان بدتمیزی بپا کرنا شروع کر دیا ــــ کہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان ...کے بیٹے یزید کی حمایت میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد، نیز بنی ہاشم ...ہدف ملامت بنایا جانے لگا ــــ اور کہیں حضرت امیر معاویہ اور سیدنا عثمان غنی ...اور ان کے احباب و اعوان اور ساتھیوں پر تیر و نشتر چلنے لگے۔ اور افسوس یہ ہے کہ ان کاموں کو اسلام کی خدمت سمجھ کر سر انجام دینے والوں نے اسلامی جرح و تعدیل کے ...نام عادلانہ اور حکیمانہ اصولوں کو پامال کر کے محض تقلید مغرب کے طور پر یہ کارنامے دکھائے ــــ اور لوگوں میں بے باک قلمی کی وبا پھوٹ پڑی۔ ادھر ایرانی سیاسی ...انقلاب کے بعد قرن اول سے ہی اسلامی امت سے الگ ہو جانے والے شیعہ فرقہ کو ...ابھرنے کا موقع ملا۔ اور اس نے شیعیت کے فروغ کی تحریک چلانی شروع کی۔ اور ...سیاسی کے مطالعہ کی میز پر شیعیت کا لٹریچر اسلام کے نام پر پیش کرنا شروع کیا۔

یہ وہی فرقہ ہے جس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اسلام کے دور عروج ...ہی میں علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ آگے چل کر جب احادیث رسول کی تدوین ہوئی تو باطل ...فرقوں نے حدیث کے وقار کو مجروح کرنے کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑنی شروع کی۔ اس

کے بعد فن تاریخ رجال کی ابتدا ہوئی۔ اور جرح و تعدیل کے ذریعہ ملتِ نبوی کے صاف و شفاف ذخیرہ کو بدباطنوں کے فتنۂ التباس سے محفوظ کیا گیا ـــــ حضرت سفیان ثوری کا قول ہے۔

تجب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے مقابلہ میں تاریخ کو سامنے کر دیا[1]

اسلامیات کے ذخیرہ کو خون جگر نچوڑ کر محفوظ کرنے والوں نے فن اسماء الرجال ایجاد کیا۔ اور لاکھوں انسانوں کی زندگیاں لکھ کر محفوظ کر لیں ـــــ اور محدثین نے حدیث کی کتابیں لکھتے وقت تمام راویوں کے نام لکھنا لازم گردانا ہے۔ جس طرح متن حدیث لکھا جاتا۔ اسی طرح راویوں کے اسماء لکھے جاتے۔ اور راویوں پر اسلامی اصول تنقید کے مطابق کھل کر تلاش و جستجو ہوتی۔ اور ان کا ثقہ، غیر ثقہ، ضعیف، مدلس، کذاب ہونا بیان کر دیا جاتا۔ اس حق گوئی کی راہ میں نہ کسی حاکم کی حکومت آڑے آتی، اور نہ کسی اہل ثروت کا مال و زر۔ اور نہ اس میں کسی قرابت اور رشتہ داری کی پرواہ کی گئی۔ امام ابن مدینی نے خود اپنے والد کو ضعیف کہا[2]

اللہ تعالیٰ کروڑ کروڑ رحمتیں اور برکتیں نصیب کرے ان جاں باز محدثین کو جنہوں نے لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر ذخیرۂ احادیث کو بدباطنوں کے فتنوں سے محفوظ کر دیا ـــــ بڑی پیاری بات فرمائی امام جرح و تعدیل شیخ یحییٰ بن سعید قطان رضی اللہ عنہ نے، جب ان سے کہا گیا کہ آپ رواۃ کو ضعیف غیر ثقہ اور کذاب کہتے ہوئے خوف نہیں کھاتے کہ وہ روزِ حشر آپ کا دامن پکڑیں، انہوں نے جواب دیا۔

[illegible]

جب لوگ حذف و اضافہ کر رہے تھے تو تم نے ان کا خوف کیوں نہیں کیا

[1] الاعلام بالتوبیخ لمن ذم التواریخ سخاوی ص: ۹
[2] الاعلام بالتوبیخ لمن ذم التواریخ ص: ۶۶ [3] الاعلام بالتوبیخ لمن ذم التواریخ ص: ۵۲

عدالتِ صحابہ پر ہمارا ایمان

قرآن وحدیث کے دلائل و براہین سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ صحابہ کے بارے میں حسن اعتقاد رکھنا، اور ان کو سراپا عدل ماننا، ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اور ان حضرات کی عظمتِ شان کا مسئلہ ہمارے عقائد کا ایک لازمی حصہ ہے۔ علامہ سفارینی جو عظیم محدث ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے۔

والذی اجمع علیہ اھل السنۃ والجماعۃ انہ یجب علی کل احد تزکیۃ جمیع الصحابۃ باثبات العدالۃ لھم والکف عن الطعن فیھم والثناء علیھم[1]	اہل سنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کو پاک صاف سمجھے ان کے لئے عدالت ثابت مانے ـــــ ان پر اعتراضات سے بچے ـــــ اور ان کی مدح و توصیف کرے

امام الائمہ، کشف الغمہ، ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام کے باب میں عقیدۂ اسلامی بیان فرماتے ہیں۔

نتولاھم جمیعا ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر	ہم اہل سنت سبھی صحابہ سے محبت کرتے اور انہیں خیر ہی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح (فقہ اکبر) میں لکھتے ہیں۔

وان صدر من بعضھم بعض ما صدر فی صورۃ شیء فانہ کان عن اجتھاد ولم یکن علی وجہ فساد[2]	اگرچہ بعض صحابہ سے وہ باتیں صادر ہوئیں جو ظاہری صورت میں فساد لگتی ہیں۔ لیکن وہ سب اجتہاد سے تھیں ـــــ فساد کے طور پر نہیں تھیں۔

[illegible]

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے، تمام صحابہ کرام کو پاکیزہ ماننا ہے۔ اس طرح کہ ان

[1] لوامع الانوار البہیہ ج ۲، ص: ۳۸۸ [2] شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری علیہ الرحمہ

سب کے عدول ہونے کو ثابت کیا جائے ، اور ان پر ہر طرح کے طعن سے پرہیز کیا جائے ، اور ان کی مدح و ثنا کی جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی[1]

عقائد نسفیہ میں ہے۔

ویکف عن ذکر الصحابة الا بخیر۔

اور صحابہ کا ذکر سوائے خیر کے کرے۔

شرح مواقف میں سید شریف جرجانی لکھتے ہیں۔

تمام صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر اعتراض سے بچنا واجب ہے۔ اس لئے کہ اللہ پاک عظیم ہے۔ اور اس نے صحابہ کی قرآن مجید کے اندر بہت مقامات پر تعریف فرمائی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے محبت فرماتے تھے۔ اور حضور نے کثیر احادیث میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔

حدیث کے بہت بڑے امام علامہ ابن صلاح "علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں۔

تمام صحابہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے کسی کے عادل ہونے کا سوال کرنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلّم مسئلہ ہے۔ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ اور اجماع امت جن کا قابلِ اعتبار ہے، ان کے اجماع سے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہو۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت اصحاب رسول کی شان میں آئی ہے[2]

علامہ حافظ ابن عبدالبر نے فرمایا۔

حضرات صحابہ ہر زمانے کے لوگوں سے افضل ہیں۔ اور وہ بہترین امت ہیں۔ جسے اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا فرمایا۔ ان سب کی عدالت

[1] مسایرہ، علامہ ابن الہمام، ص: ۱۲۲
[2] علوم الحدیث، علامہ ابن صلاح ص: ۲۶۴

اس طرح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی تعریف فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اور ان حضرات سے زیادہ عادل کون ہو سکتا ہے، جنہیں اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور نصرت کے لئے منتخب کر لیا ہو۔ اس شہادت سے بڑھ کر کسی کے حق میں عدالت و ثقاہت کی شہادت ہو نہیں سکتی[1]

امام نووی تقریب میں لکھتے ہیں۔

صحابہ سب کے سب بالاجماع عدل ہیں۔ جو اختلافات کی بلائیں پڑے وہ بھی اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ بھی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں عدالت صحابہ پر طویل بحث لکھنے کے بعد آخر میں فیصلہ دیا ہے۔

کمالِ عدل کا صحابہ میں ہونا ہی قول جمہور ہے۔ اور وہی معتبر ہے[2]

حضرت امام مسلم کے استاذ ابو زرعہ عراقی کا قول ہے، جو تمام مسلمانانِ اہل سنت کا دور نبوی سے تا امروز عقیدہ ہے۔ نہایت دو ٹوک ہے۔ انہوں نے کہا۔

جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی تنقیص میں مبتلا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ کیونکہ قرآن حق ہے، رسول حق ہیں، حضور جو تعلیمات لے کر آئے وہ حق ہیں۔

وما ادی ذلك الينا الا الصحابة فمن جرحهم انما اراد ابطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به اليق والحكم عليه بالزندقة والضلال اقوم

اور یہ سب چیزیں ہم تک پہونچانے والے صحابہ کرام کے سوا کوئی نہیں، تو جو شخص ان حضرات کو مجروح کرتا ہے، گویا وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اور اس پر گمراہی و زندقہ

[1] استیعاب، تحت اصابہ ج ۱ ، ص: ۲
[2] تدریب الراوی، ص: ۴۰۰

واحق ۱؎ کا حکم لگانا حق وانصاف کے عین مطابق ہے۔

امام احمد رضا قادری کا ارشاد

امام احمد رضا فاضل بریلوی [illegible] سرہ کا ارشاد ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد، پھر فرمادیا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ دونوں فریق سے اللہ تعالےٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا، ان کو فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ۔ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے ـــــــ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے۔ تو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں، ارشاد الٰہی کے مقابلہ میں پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے [illegible] [illegible] اپنا سر کھائے خود جہنم میں جائے ۲؎

۱؎ شرح العقیدہ، سفارینی ج ۲ ص: ۲۹۸ ۲؎ احکام شریعت، امام احمد رضا، ص: ۱۲۳

جناب خمینی اور شیعیت کیا کہتی ہے؟

ایک طرف دنیا کے تمام مسلمانوں کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ عقیدہ اور تمام ایمان والوں کے قلوب میں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور ساتھیوں کے بارے میں ادب واحترام اور تعظیم کی یہ بنیادیں ہیں جنہیں انہوں نے قرآن وحدیث اور عقائد کی کتابوں کے ذریعہ حاصل کیا۔ دوسری طرف ایران میں شیعی انقلاب کے محرک جناب خمینی صاحب اور ان کا گروہ ہے۔ جو ان مقدس صحابہ کو برسرِ عام گالیاں دیتا ہے ـــــــ ان کی توہین وتذلیل کرتا ہے ـــــــ اسی کے ساتھ خود کو "مسلمان" ہی نہیں مسلمانوں کا نجات دہندہ بھی سمجھتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

جناب خمینی صاحب کی موت کے بعد "صحیفۂ انقلاب" کے نام سے مجلہ توحید جلد ششم شمارہ نمبر ۵ میں ص: ۲۱ سے ۸۸ تک یعنی ۶۷ صفحات پر پھیلا ہوا خمینی صاحب کا وصیت نامہ طبع ہوا ہے۔ مترجم نے صحیفۂ انقلاب کے بعد بطور تعارف جو جملہ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

"امام خمینی رضوان اللہ علیہ کا الٰہی، سیاسی وصیت نامہ"

اس کے بعد ایک چوکھٹے میں جناب خمینی صاحب کو "قرن جدید کی عظیم ترین تاریخ ساز شخصیت" "مرجع عالم اسلام" قرار دینے کے بعد یہ بتایا ہے کہ نمائندۂ مجتہدین کی کونسل "مجلس خبرگان" کے ایک جلسہ میں اس وصیت نامہ کی مہر توڑی گئی۔ اور خمینی صاحب کے جانشین جناب خامنہ ای صاحب نے اسے پڑھ کر سنایا ـــ تو یہ ایک سیاسی وصیت نامہ، مگر مدیر توحید کے لکھنے کے بموجب یہ امام کی جانب سے عقیدہ وعمل کی صراط سے گزرنے کے لئے عالم اسلام کو پیش کیا جانے والا آخری تحفہ ہے، جو دنیا وآخرت دونوں [illegible] دکھاتا ہے۔

خمینی وصیت میں توہین صحابہ

اب ہم قارئین کرام کے سامنے وصیت نامہ کے کچھ اقتباسات لائیں گے۔

سب سے پہلے تو وہ خطبہ ملاحظہ کریں جس میں حمد وتسبیح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود وسلام کے ساتھ ہی کچھ لوگوں پر لعنت بھی شامل ہے۔

الفاظ یہ ہیں۔

وَاللَّعْنُ عَلَىٰ ظَالِمِيهِمْ اَصْلُ الشَّجَرَةِ الْخَبِيثَةِ وبعد اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس سے یہ حضرات کسے مراد لیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) [1]

آگے چل کر خمینی صاحب نے اپنے خطبہ میں استعمال کردہ لفظ ثقلین (قرآن اور اہل بیت) کے بارے میں تشریح کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

> یہاں یہ مقصود نہیں جو ان دونوں (کتاب اللہ اور اہل بیت) پر خدا کے دشمنوں اور بازیگر طاغوتوں کے ہاتھوں گزری ہے۔[2]

انہوں نے اسی بات کو آگے اور وضاحت سے لکھا کہ

> اتنا ضرور کہنا چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو امانتوں (قرآن اور اہل بیت) پر طاغوتی طاقتوں نے جو ستم ڈھائے ہیں وہ درحقیقت امت مسلمہ بلکہ عالم بشریت پر ظلم ہے۔ جنہیں بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔[3]

وہ مقدس صحابہ جن سے اللہ راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ خمینی صاحب اور ان کی امت پر لعنت بھیجنا اپنا مذہب سمجھتی ہے۔ اور انہیں دشمن خدا اور بازیگر طاغوت کے گندے الفاظ کے ساتھ یاد کرتی ہے۔

دنیا کے بھولے بھالے مسلمان تو یہ سمجھتے ہیں کہ خمینی مسلمانوں کا نجات دہندہ ہے اور یہاں حالت یہ ہے کہ مرتے مرتے بھی آں جناب کی زبان اور قلم صحابہ پر لعنت و ملامت اور سب و شتم میں مصروف ہے۔ دیکھا آپ نے یہ وہی آیت اللہ، روح اللہ اور نہ جانے کن کن الفاظ کے پیراہن میں چھپی ہوئی روح ہے جس کے اندر بغض صحابہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

لیجئے اسی وصیت نامہ کا آگے کا حصہ پڑھئے اور دل آزاری و بدزبانی کا منظر دیکھئے۔

---

[1] امام خمینی کا الہٰی سیاسی وصیت نامہ مطبوعہ مجلہ توحید قم ایران جلد ۶، شمارہ ۵، ص ۲۲
[2] .... وصیت نامہ ص: ۲۲ [3] .... وصیت نامہ ص: ۲۲

دلخراش اہانتیں

آیئے یہ دیکھیں کہ اس الٰہی امانت، خدا کی کتاب اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ پر کیا گزری۔ وہ افسوسناک مسائل جن پر خون کے آنسو رونے چاہئیں، حضرت علی کی شہادت کے بعد شروع ہوئے خود غرضوں اور طاغوتوں نے قرآن کریم کو قرآن مخالف حکومتوں کے لئے ذریعہ و وسیلہ بنالیا۔ اور قرآن کے حقیقی مفسروں، اور اس کے حقائق سے باخبر ہستیوں کو جنہوں نے پورا قرآن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ اور اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ کی آوازیں جن کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ مختلف بہانوں اور پہلے سے تیار سازشوں کے ذریعہ پس پشت ڈال دیا۔ اور درحقیقت قرآن کے ذریعہ قرآن کو جو حوض تک پہونچنے کے لئے مادی و معنوی زندگی کا عظیم ترین دستور تھا اور ہے۔ میدان سے دور کردیا۔ اور حکومت عدل جو اس مقدس کتاب کا ایک اہم مقصد تھا اور ہے۔ اس پر خط بطلان کھینچ دیا دین خدا اور الٰہی کتاب و سنت سے انحراف کی بنیاد ڈال دی۔ اور معاملہ اس حد کو پہونچ گیا جس کو بیان کرنے میں قلم کو شرم آتی ہے۔ اور یہ ٹیڑھی بنیاد جیسے جیسے آگے بڑھی اس کے انحرافات اور کجیوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا ——— یہاں تک کہ وہ قرآن کریم جس نے سارے عالم کے رشد دار تھا اور تمام مسلمانوں بلکہ پورے خاندان بشریت کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیئے مقام شامخ احدیت سے کشف تام محمدی تک تنزل کیا تھا۔ تاکہ بشریت کو اس درجہ تک پہونچائے جہاں تک اسے پہونچنا چاہئے۔ اور اس ولید علم الاسماء کو شیطانوں اور طاغوتوں کے شر سے آزاد کرے۔ دنیا کو عدل و قسط سے معمور کرے۔ اور حکومت کو معصوم اولیاء اللہ علیہم صلوات الاولین والآخرین کے سپرد کردے۔ تاکہ وہ انسانیت کے مصالح پیش نظر رکھتے ہوئے جسے چاہیں سونپ دیں۔ ان طاغوتوں نے اس قرآن کو اس طرح میدان عمل سے دور کردیا کہ گویا ہدایت و رہنمائی سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ اور یہ معاملہ یہاں تک پہونچا کہ قرآن کو ظالم و ستمگر حکومتوں اور طاغوتوں سے بھی بدتر خبیث ملاؤں کے ہاتھوں، ظلم و ستم اور فساد قائم کرنے اور ستمگروں نیز حق تعالیٰ کے دشمنوں (کی بداعمالیوں) کی توجیہ کرنے کا ذریعہ بنالیا۔[1]

---

[1] امام خمینی کا الہٰی سیاسی وصیت نامہ، مجلہ توحید ایران جلد ۶، شمارہ ۵، ص ۲۳، ۲۴،

اس تحریر کے ذریعہ شیعوں اور روافض کے امام نے مفسرین ومحدثین صحابہ اور تابعین حضرت امیر معاویہ وغیرہ کو خود غرض، طاغوتی، خلاف قرآن حکومت کرنے والا سازشی بہانہ باز، دین سے منحرف، اور مفسرین تابعین کو خبیث ملاّ، ظالم وستمگر حکومتوں اور طاغوتوں سے بدتر کہہ کر دل کا غبار نکالا ہے۔

ایک طرف قرآن دوسری طرف جناب خمینی

آپ نے صفحات سابق میں حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے حق میں قرآنی ارشادات ملاحظہ کئے ہیں۔

- وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۝
- مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۝
- وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝
- وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝
- اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝

یعنی حضور کے صحابہ وہ ہیں جو احسان کے ساتھ اتباع کرتے ہیں۔ جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ جو اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں۔ وہی سچے ہیں۔ جن کے نزدیک کفر فسق اور گناہ ناپسندیدہ چیز ہیں۔ اور وہی لوگ راہ راست پر ہیں۔ اور اللہ نے ان صحابہ کو جہنم سے دور رکھا ہے۔

مگر اس چودہویں صدی کے امام شیعیت کی جرأت دیکھئے۔ مرتے دم کیا لکھ گئے۔

میں پوری جرأت کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ عصر حاضر میں ملت ایران اور اس کے لاکھوں عوام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کی امت لہ حجاز، امیر المومنین اور حسین بن علی صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے زمانہ میں

لہ یہ بات ایرانی رہنما نے عراق سے جنگ کے دوران بھی بار بار کہی ہے۔ چنانچہ ایک بار اپنے

کوفہ اور عراق کی قوم سے بہتر ہیں۔ یہ اہل حجاز ہیں کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمین بھی آپ کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اور مختلف بہانوں سے محاذ پر جانے کتراتے تھے لہ

حضرات ناظرین کرام یہ نہ بھولیں کہ یہ وہی خمینی صاحب ہیں جنہوں نے سیاست کے میدان میں قدم رکھنے سے بہت پہلے اپنے مذہب شیعیت کے بارے میں کم وبیش تین درکتابیں لکھی ہیں ـــــ اور جن کی کتاب "کشف الاسرار" کی بحث امامت میں دل کھول کر حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم لکھا ہوا ہے۔ ان لوگوں کی گمراہی کا بنیادی مرکز "مسئلہ امامت" ہے۔ خمینی صاحب اپنی کتاب میں خود سوال قائم کرتے ہیں۔ ہم ان میں سے تین آخری جوابات نقل کرتے ہیں۔

آں کہ فرضاً در قرآن اسم امام را تعیین می کرد از کجا کہ خلاف بین مسلمانہا واقع نمی باشد آنہا کہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپانده بودند و دستہ بندیہا می کردند ممکن نہ بود بگفتۂ قرآن از کار خود دست بردارند با ہر حیلہ بود کار خود انجام می دادند بلکہ شاید در این صورت اختلاف بین مسلمانہا طورے می شد کہ بانہدام اصل اسلام منتہی می شد زیرا ممکن بود آنہا کہ در صدد ریاست

یہ بات اگر فرض کر لی جائے کہ قرآن امام کا نام متعین کر دیتا تو بھی یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ پڑتا۔ وہ لوگ جنہوں نے ملک گیری کی طمع میں سالہا سال خود کو دین محمدی سے چپکا رکھا تھا اور گروہ سازی میں لگے تھے۔ ان سے کہاں ممکن تھا کہ قرآن کے فرمان پر اپنے منصوبے سے ہاتھ کھینچے۔ وہ لوگ تو ہر ممکن حیلہ کے ذریعہ اپنے مقصد کو پورا کرتے۔ بلکہ ہو سکتا ہے اس صورت میں مسلمانوں کے درمیان اس قسم کا شدید اختلاف پیدا ہو جاتا، جو اسلام کی بنیاد اکھیڑ کر ہی ختم ہوتا۔ کیونکہ ممکن ہے جو لوگ

لمۂ جمعہ ایران میں کہا۔ ایرانیوں نے جتنی قربانیاں پیش کی ہیں ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔ عراق کے ساتھ
امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ، مجلہ توحید ایران، جلد ۶، شمارہ ۵، ص: ۳۵۔

بودند، چون دیدند که با اسم اسلام نمی شود به مقصود برسند یکدسته حزبی بر ضد اسلام تشکیل می دادند [1]

حصول ریاست کے درپے تھے، جب دیکھا اسلام کا نام لے کر مقصود تک ان کی رسائی ہو رہی ہے —— تو مجبوراً اسلام کے خلاف ایک گروہ تشکیل دے ڈالتے۔

یہ تو تھا خمینی صاحب کا تیسرا بغض و عناد سے بھرا ہوا جواب، اس کے بعد چوتھا جواب بھی پڑھ لیجئے۔

آن که ممکن بود در صورتیکه امام را در قرآن ثبت می کردند آنہائی که جز برائے دنیا و ریاست با اسلام و قرآن سروکار نداشتند و قرآن را وسیلۂ اجرائے نیات فاسدہ خود کردہ بودند آن آیات را از قرآن بردارند و کتاب آسمانی را تحریف کنند [2]

قرآن کے اندر امام کا نام ذکر کرنے کی صورت میں ممکن تھا کہ وہ لوگ جو سوائے دنیا اور ملک گیری کے اسلام و قرآن سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے اور جنہوں نے قرآن کو اپنے فاسد ارادوں کے لئے ذریعہ بنا رکھا تھا۔ ان آیتوں ہی کو قرآن سے نکال ڈالتے، اور کتاب آسمانی کی تحریف کر ڈالتے۔

اور یہ ہے پانچواں جواب،

فرضاً که ہیچ یک از این امور نمی شد باز خلاف از این مسلمانہا برنمی خواست زیرا که ممکن بود آن

فرض کیجئے اوپر کی ذکر کی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات پیش نہ آتی تو پھر بھی مسلمان اس کی مخالفت سے بیٹھ نہ رہتے۔ اس لئے کہ ریاست پر قبضہ

لڑائی میں ایرانی فوج نے ایسی بے مثال قربانیاں دی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی ایسی قربانی پیش نہیں کی۔ کیوں کہ کفار کے ساتھ لڑائی میں جب حضور اپنے رفقاء کو بلاتے تو وہ حیلے بہانے کرتے تھے

(روزنامہ جنگ کراچی، نومبر ۱۹۸۲ء)

[1] کشف الاسرار ص: ۱۱۳، ۱۱۴،

[2] کشف الاسرار ص ۱۱۴،

حزب ریاست خواہ که از کار خود ممکن نبود دست بردارند فوراً یک حدیث زپیغمبر اسلام نسبت دہند که نزدیک رحلت گفت امر شما بامشورہ باشد علی ابن طالب را خدا از این منصب خلع کرد [1]

کی حریص پارٹی جسے اپنے مقصد سے دست بردار ہونا ممکن نہیں تھا ہو سکتا ہے فوراً پیغمبر اسلام سے منسوب کر کے ایک حدیث تراش لیتی —— (اور کہتی کہ) رحلت کے وقت حضور نے فرمایا کہ تمہارا معاملہ مشورہ سے طے ہوگا۔ علی ابن طالب کو اللہ تعالیٰ نے امامت کے منصب سے برطرف کر دیا ہے۔

اہل بیت اور قرآن پر کن لوگوں نے ظلم کیا، اور خمینی صاحب کی وصیت میں کن لوگوں پر لعنت ہے، اور کن بزرگ ہستیوں کو مخالف قرآن گردانا گیا ہے انہی کی کتاب کشف الاسرار کے عنوانات،

"مخالفتہائے ابوبکر با نص قرآن" "مخالفت عمر با قرآن"

اور اس کے مندرجات سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔ میرے پیارے مسلمان بھائیو! ذرا صبر و ضبط کے دامن کو مضبوطی سے تھامو، اور حضرات شیخین کریمین کی شان میں تبرا بکنے والے شیعی امام کی حقیقت کو سمجھو، اور صرف یہی نہیں بلکہ برملا کشف الاسرار میں یہ بھی لکھ مارا کہ تمام صحابہ بھی خلفائے ثلٰثہ کی ریاست طلب سازش میں شریک و سہیم تھے۔ نقل کفر کفر نباشد، آپ بھی دیکھئے۔

مخالفت کردن شیخین از قرآن در حضور مسلمانان یک امر خیلے مہم نبود و مسلمانان نیز یا داخل در حزب خود آنہا بودہ و در مقصود با آنہا ہمراہ بودند و یا اگر ہمراہ نبودند جرأت حرف

مسلمانوں کے سامنے شیخین کا قرآن کی مخالفت کوئی اہم بات نہیں تھی۔ (کیونکہ) مسلمان (بجملہ صحابہ) یا تو خود ان کی پارٹی میں شامل تھے اور حصول اقتدار کے مقصد میں ان کے شریک کار تھے یا اگر ان کے شریک اور ہم نوا نہیں تھے تو

---

[1] کشف الاسرار امام خمینی

زدن در مقابل آنہا کہ با پیغمبر خدا و دختر او ایں سلوک می کردند نداشتند ویا اگر گاہے یکے از آنہا یک حرفے میزد بسخن او ارجے نمی گذاشتند و جملہ کلام آں کہ اگر در قرآن ہم ایں امر با صراحت لہجہ ذکر می شد باز آں با دست از مقصود خود بر نمی داشتند و ترک ریاست برائے گفتۂ خدا نمی کردند منتہا چوں ابوبکر ظاہر سازیش بیشتر بود بایک حدیث ساختگی کار را تمام می کرد چنانچہ راجع بآیات ارث ویدید واز عمر استبعادے نداشت کہ آخر امر بگوید، خدا یا جبرئیل در فرستادن یا آوردن ایں آیت اشتباہ کردند و مجبور شدند آں گاہ سنیاں نیز از جائے بر می خاستند و متابعت او را می کردند[1]

ایسے ستم پیشہ افراد کے مقابلہ میں جو خود رسول خدا اور آپ کی لخت جگر فاطمہ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر چکے تھے۔ ایک حرف بھی زبان پر لانے کی جرأت نہیں رکھتے تھے یا اگر ہمت کر کے کبھی کسی نے کچھ کہہ بھی دیا تو یہ (شیخین) اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر قرآن میں بحیثیت امام کے حضرت علی کے نام کی صراحت کر دی گئی ہوتی جب بھی یہ لوگ اپنے منصوبے سے دست بردار نہ ہوتے اور خدا کے کہنے سے ریاست طلبی سے باز نہ آتے۔ اور ابوبکر جنہوں نے پہلے ہی خفیہ منصوبہ تیار کر رکھا تھا ایک حدیث گھڑ کے پیش کر دیتے اور معاملے کو ختم کر دیتے۔ جیسا کہ آیت وراثت کے بارے میں انہوں نے کیا۔ اور عمر سے بھی یہ بعید نہ تھا کہ وہ یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیتے کہ یا تو خدا سے اس آیت کے نازل کرنے میں یا جبریل، یا رسول خدا سے اس کی تبلیغ میں غلطی ہو گئی۔ اس وقت سنی لوگ بھی اس کی تائید میں کھڑے ہو جاتے اور خدا کے مقابلے میں انہیں کی بات مانتے ـــــ

---

[1] کشف الاسرار   امام خمینی   ص: ۱۱۹، ۱۲۰

کشف الاسرار کی متذکرہ بالا	امام خمینی کو قائد اسلام سمجھنے والے مسلمان متوجہ ہوں

عبارات اور اس کے بعد ص ۱۲۴ کی عبارات میں شیعوں کے اس رہنما نے حضرات خلفاء راشدین کی شان میں جو نازیبا کلمات کہے ہیں، ان کا شمار کرنا اگرچہ کوئی کار ثواب نہیں ہے۔ پھر بھی اپنے سادہ لوح مسلمان بھائیوں اور سادات کے ان ناواقف افراد کے سامنے پیش کرتا ہوں ـــــ جن کی نظر میں خمینی صاحب مجاہد اسلام، ولی کامل، عارف باللہ اور نہ جانے کیا کیا بنا کر پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی نگاہوں سے پردہ اٹھانے کی غرض سے اس غلاظت کو کریدنا گوارہ کر رہا ہوں۔

ع شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

کشف الاسرار کی ان عبارتوں میں حضرات صحابہ کرام کو جن نازیبا اور آتش فگن سب و شتم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"پوری جماعت صحابہ حصول ریاست کے لئے قرآن و حدیث کے خلاف مستود اسلام مخالف، قرآن دشمن، حدیث دشمن، خطاکار، خائن، دروغ گو، حریص، لالچی، ظالم، ذاتی مفاد کی طالب تھی۔ اور دین کی مخالفت پر کمربستہ تھی۔" (استغفر اللہ ربی)

میرے اسلامی وایمانی بھائیو! تم خمینی صاحب کے اسلامی	جناب خمینی کو اپنے غالی شیعہ ہونے پر فخر ہے

اتحاد کے نعروں سے مسحور ہو، آؤ ذرا اندرون خانہ بھی دیکھو، قرون اولیٰ ہی سے جو فرقہ امت اسلامیہ سے کٹ کر جدا ہو چکا ہے۔ منصوصات قرآنیہ کے خلاف اپنے عقائد بنا کر رب ذو الجلال اس کے مقدس پیغمبروں، صحابہ و اہل بیت، مسلمانوں اور ملائکہ کی لعنتوں کا مستحق ہو چکا ہے۔ خمینی صاحب کا تعلق اسی رافضی فرقہ سے ہے۔ اب بھی یقین نہیں آتا تو خود ان کی وصیت کا یہ پیراگراف پڑھو۔

"ہمیں فخر ہے کہ ہم اس مذہب کے پیرو ہیں، جس کی بنیاد خدا کے حکم سے

رسولِ خدا نے رکھی ہے۔ اور انسانوں کی غلامی کی زنجیر سے آزاد کرانے کی ذمہ داری، ہر قسم کی قید وبند سے آزاد (خدا کے بندے) امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کو سونپی گئی ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ نہج البلاغہ جو قرآن کے بعد مادی ومعنوی زندگی کا عظیم ترین دستور اور انسانوں کو آزادی بخشنے والی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ اور اس کے حکومتی اور معنوی احکام وفرامین بہترین راہ نجات ہیں۔ ہمارے معصوم امام سے تعلق رکھتی ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ائمہ معصومین علی ابن ابی طالب سے منجی بشریت حضرت مہدی صاحب زماں علیہم آلاف التحیات والسلام تک جو خدائے قادر کی قدرت وتوانائی سے زندہ اور تمام امور کے نگراں ہیں۔ ہمارے امام ہیں۔ ہم کو فخر ہے کہ حیات بخش دعائیں جنہیں قرآن صاعد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ہمارے ائمہ معصومین کی تعلیم کردہ ہیں۔ ہمیں ناز ہے کہ ائمہ کی مناجات شعبانیہ، حسین ابن علی علیہما السلام کی دعائے عرفات، زبورآل محمد صحیفۂ سجادیہ اور زہرائے مرضیہ پر خدا کی جانب سے الہام شدہ کتاب صحیفۂ فاطمیہ ہم سے تعلق رکھتی ہے ہمیں افتخار ہے کہ باقرالعلوم (امام محمد باقر) جو تاریخ کی عظیم ترین شخصیت ہیں اور ان کے مقام ومنزلت کو خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سوا نہ کوئی درک کرسکا ہے اور نہ ہی درک کرسکتا ہے۔ ہمارے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا مذہب جعفری ہے۔ اور ہماری فقہ جو ایک بے کراں سمندر ہے اس مذہب کے آثار میں سے ایک ہے۔

ہمیں اپنے تمام ائمہ معصومین صلوٰات اللہ وسلامہ علیہم نے دین اسلام کی سربلندی اور قرآن کریم کو، جس کا ایک پہلو عدل وانصاف پر مبنی حکومت کی تشکیل ہے۔ جامۂ عمل پہنانے کی راہ میں قید اور جلا وطنی میں زندگی گزاری۔ اور آخرکار اپنے زمانہ کی ظالم وجابر طاغوتی حکومتوں کو نابود کرنے کی راہ میں شہید ہوگئے"[1]

[1] امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ' مجلہ توحید ایران، جلد ۶، شمارہ ۵، ص، ۲۵، ۲۶،

آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ مرتے مرتے بھی کتنی صراحت سے جناب خمینی صاحب نے اپنی پختہ شیعیت کا برملا اعلان کیا ہے۔ اور آپ پچھلے صفحات میں انہی کے الفاظ میں مقدس صحابہ اور تابعین کی شان میں طاغوت اور اسلام دشمن جیسے درجنوں تبرائی الفاظ پڑھ آئے ہیں۔ اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ جناب خمینی صاحب اور ان کے ہم مذہب جہاں سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کو جزو مذہب سمجھتے ہیں۔ وہیں اپنے لحاظ سے جن لوگوں کو مخالف اسلام سمجھتے ہیں ان پر لعنت وملامت کرنا بھی ان کے مذہب کا لازمہ ہے۔ چنانچہ خمینی صاحب نے اپنی قوم کو اس بارے میں بھی وصیت کی ہے۔

منجملہ ان کے ائمہ اطہار اور خاص طور سے مظلوموں کے سید وسردار شہیدوں کے سرور وسالار حضرت ابوعبداللہ حسین کی عزاداری ہے۔ اس عزاداری کی طرف سے کبھی بھی غافل نہ ہوں۔ اور یاد رکھیں کہ اسلام کے اس عظیم تاریخی حماسہ کو زندہ رکھنے اور اس کی یاد منانے کے سلسلے میں ائمہ علیہم السلام کے جتنے بھی احکام وفرامین ہیں، اور اہل بیت پر ظلم وستم کرنے والوں کے سلسلہ میں جتنی بھی لعن ونفرین ہے یہ سب کچھ ابتدائے تاریخ سے قیامت تک کے ظالم وستمگر سرغنوں کے خلاف قوموں کی شجاعانہ آواز وفریاد ہے[1]

اہانت شیعیت کی بنیاد میں شامل ہے

یہ معاملہ کچھ خمینی صاحب کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ امامت ہے۔ اور اسی کے لازمہ کے طور پر حضرات خلفائے ثلٰثہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم اجمعین) کو نہ صرف یہ کہ برا بھلا کہا جاتا ہے۔ بلکہ انہیں بدترین دشمن اسلام اور کفار سے بھی بدتر خیال کیا جاتا ہے۔ اور شیعی تفاسیر سے ثابت کیا جاتا ہے کہ ان حضرات کے خلاف قرآن مجید میں آیات بھی نازل ہوئی ہیں ——— (العیاذ باللہ)

[1] امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ، مجلہ توحید ایران، جلد ۶، شمارہ ۵، ص، ۲۹، ۳۰،

مانوں نوں کی ... سے واقف کرانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم

اپنی طبیعت اور مزاج پر جبر کرتے ہوئے چند حوالے سپرد قلم کریں۔ بطور آگاہی ایک بات خیال میں رہے کہ اگر آپ شیعی حدیث و تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اور ان میں فلاں و فلاں کا لفظ دیکھیں تو سمجھ لیں کہ ان سے شیخین کریمین کی ذات مراد ہے۔ اور اگر کہیں تیسری بار بھی فلاں مل جائے تو اس سے مراد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے۔ شیعوں کے دل میں ان اساطین و محسنین امت سے اس قدر نفرت ہے کہ وہ ان کے اسمائے گرامی لکھنا اور زبان پر لانا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ دور عالمگیری کے ملا شوستری کی بات تو اہل علم میں بہت مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا

ع زعمر خویش بیزارم کہ او نام عمر دارد،

یعنی میں اپنی عمر سے محض اس لئے متنفر ہوں کہ اس کا نام عمر ہے۔ یہی حال پوری شیعہ قوم کا ہے۔

شیعی تفسیر کے قابلِ نفرت نمونے

لیجئے پہلے سورۂ نساء کی آیت کریمہ اس کا اسلامی ترجمہ اور اسلامی تفسیر پڑھ لیجئے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا [۱]

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے۔ پھر اور کفر میں بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے۔ اور نہ انہیں راہ دکھائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ پھر بچھڑا پوج کر کافر ہوئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرکے کافر ہوگئے۔ پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

[۱] القرآن الکریم سورۃ النساء آیت: ۱۳۷،

قرآن کا انکار کرکے کفر میں اور بڑھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے۔ ایمان کے بعد، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے۔ یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مومنین کے احکام جاری ہوں۔ پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت واقع ہوئی [۱]

اب دیکھئے اس آیت کی تفسیر شیعوں کے نزدیک کیا ہے۔

یہ آیت فلاں فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ لوگ شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور جب ان کے سامنے حضرت علی کی امامت پیش کی گئی اور نبی نے فرمایا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَہٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ (جس کا میں مولا ہوں یہ علی اس کے مولا ہیں) تو یہ لوگ اس سے انکار کرکے کافر ہوگئے۔ پھر نبی کے کہنے سے انہوں نے بیعت کرلی (اور ایمان لائے) پھر جب نبی کا وصال ہوا تو یہ امیر المومنین کی بیعت توڑ کر کافر ہوگئے۔ پھر یہ کفر میں اور آگے بڑھ گئے۔ جب انہوں نے امیر سے بیعت کرنے والوں سے اپنی بیعت لے لی تو یہ لوگ ایسے ہوگئے کہ ان میں ذرا بھی ایمان باقی نہ رہا [۲]

سورۂ محمد میں ارشاد رب العالمین ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ ارۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدَی [۳]

بیشک وہ لوگ جو کہ اپنے پیچھے پلٹ گئے۔ بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کھل چکی تھی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ کفار اہل کتاب کا حال ہے۔ جنہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا اور آپ کی نعت وصفت اپنی کتاب میں دیکھی۔ پھر باوجود جاننے پہچاننے کے کفر اختیار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و ضحاک و سدی کا قول ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں۔ جو ایمان لاکر کفر کی طرف پھر گئے [۴]

مگر شیعوں کی کتاب اصول کافی میں ہے کہ

[۱] خزائن العرفان علی کنز الایمان ص: ۱۳۶

[۲] اصول کافی ص، ۲۶۵،

[۳] القرآن الکریم سورۂ محمد آیت ۲۵

[۴] خزائن العرفان ص، ۷۲۷،

اس سے مراد فلاں فلاں اور فلاں (خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم) ہیں۔ یہ تینوں امیر المومنین حضرت علی کی ولایت و امامت چھوڑ کر مرتد ہو گئے [1]

سورۂ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ [2]

لیکن اللہ نے ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا۔ اور کفر، حکم عدولی، اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

یہ آیت مبارکہ مقدس صحابۂ کرام کی شان گرامی کا قصیدہ پڑھ رہی ہیں۔ اور ان کے ایمان کی خوبی، اور کفر و نفاق، اور گناہ کی باتوں سے ان کے مبارک قلوب میں جو نفرت اور ناگواری ہے اس کی تعریف بیان فرما رہی ہے۔ مگر شیعوں کے مذہب میں اس آیت کی تفسیر کچھ اور ہی ہے۔ دیکھئے۔

محبت ایمانی کا مطلب حضرت علی، کفر کا مطلب خلیفۂ اول، فسوق سے مراد خلیفۂ ثانی، اور عصیان کا مفہوم خلیفۂ ثالث ہے [3]

بغض و عناد کی کچھ چنگاریاں

ملا باقر مجلسی شیعہ قوم کے علامہ ہیں۔ انہوں نے اپنے "اصول و معارف دین" کے بیان میں حق الیقین نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں حضرات صحابہ بالخصوص سیدنا ابوبکر صدیق سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی، حضرت امیر معاویہ، اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) سے اپنے بغض و عناد کا کھل کر اظہار کیا ہے۔ اور اس کے لئے ایک سے ایک ایمان سوز باتیں جو بانیان مذہب کی گھڑی ہوئی ہیں لکھی ہیں۔ شیعوں کی اسلام دشمنی کو سمجھنے کے لئے ان دلخراش باتوں کو پڑھیں۔

---

[1] اصول کافی ص: ۲۵۶ [2] القرآن الکریم، سورۂ حجرات ۴۹ آیت، [3] اصول کافی، ص: ۲۲۹،

جہنم کے اندر فلق، ایک آتشیں کنواں ہے۔ اہل جہنم جس کی بے پناہ گرمی سے پناہ [مانگتے] ہیں۔ اس کنویں نے خدا سے سانس لینے کی اجازت مانگی۔ جب اس نے سانس [لیا تو] جہنم کو جلا ڈالا۔ اسی کنویں کے اندر آگ کا ایک صندوق ہے کہ کنویں والے اس صندوق [کی] بے پناہ سوزش اور حرارت سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس صندوق کے اندر گزشتہ امتوں [کے] چھ آدمی اور اس امت کے چھ آدمی بند ہیں ——— • آدم علیہ السلام کا بیٹا [قابیل جس] نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ • نمرود جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈلوایا • [فرع]ون • سامری جس نے بچھڑے کی پوجا کو اپنا دین بنایا • اور وہ دو آدمی جنہوں نے [لوگوں کے] دینوں کو ان کے پیغمبر کے بعد گمراہ کر دیا ——— اور چھ دوسرے • ابوبکر • عمر • عثمان • معاویہ • نہروانی خارجیوں کا پیشوا • ابن ملجم [1]

بغض المنافقین امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے شیعہ بے حد جلتے ہیں اور بغض رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے خاص انہوں نے بہت سی باتیں اختراع کی ہیں۔ جو شیطانی کذب و افتراء کے سوا کچھ نہیں ——— شیعی تفسیر کے حوالے سے اسی کتاب میں ہے۔

جہنم کے اندر ایک وادی ہے، جو آگ کی ہے۔ اس وادی کی آگ نہیں بھڑکتی۔ اور کسی کو قبول نہیں کرتی۔ مگر شقی ترین انسان کو جو عمر ہے۔ جنہوں نے رسول خدا کی تکذیب کی۔ ولایت علی کے باب میں، اور ان کی ولایت سے منہ موڑا۔ اور قبول نہیں کیا، (اس کے بعد کہا کہ) آگ کا بعض حصہ بعض سے پست ہے۔ مگر اس وادی کی آگ اونچی اور مخصوص ہے [2] (العیاذ باللہ، نقل کفر، کفر نہ باشد)

اسی طرح اسی کتاب کے ص ۲۱۲ پر آیت قرآنیہ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ .... الآیۃ۔ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَ

---

[1] حق الیقین، مطبوعہ تہران ص: ۵۰۳، [2] حق الیقین، مطبوعہ تہران ص: ۳۲۸،

هَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝ (یعنی اور ہم دکھائیں، فرعون، اور ان کے لشکروں کو ....) کے اندر فرعون اور ہامان کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ونبنمایم بفرعون وہامان یعنی ابوبکر وعمر ولشکر ہائے ایشان را .... [1]	اور ہم دکھائیں فرعون وہامان یعنی ابوبکر وعمر اور ان کے لشکر کو ....

مسلمانانِ اہل سنت سے شیعہ قوم کو بغض اور حسد رکھنا بھی فطری امر ہے۔ مقدس تا صحابہ وخلفائے راشدین کے دشمن خداکاران صحابہ کو کب معاف کرنے والے ہیں۔ بغض میں جلی بھنی تحریر دیکھئے اور اندازہ لگائیے۔

وبخدا سوگند کہ میان بہشت ودوزخ نیز منزلے می باشد ومن نمی توانم از ترس مخالفان سخن بگویم وقتے کہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود پیش ازیں کفار، ابتدا، بہ سنیان خواہد کرد، با علمائے ایشان ایشاں را خواہد کشت [2]	اور بخدا میں قسم کھاتا ہوں کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ ہوگی۔ اور میں نہیں ما کر دشمنوں کے ڈر سے یہ بات کہوں۔ جس وقت کہ قائم علیہ السلام ظاہر ہوں گے کفار سے پہلے سنیوں سے شروع کریں گے ——— کے علماء کو اور خود سنیوں کو قتل کریں گے۔

ادیانِ سماویہ کا معمولی شعور رکھنے والا انسان بھی مذہب شیعہ کی بنیادی کتابوں کو دیکھ کر اندازہ کرلیتا ہے کہ یہ بغض وعناد کی آگ میں جل بھن کر دین اسلام کے خلاف ایک دوسرا دین اختراع کرنے کی انسانی کوشش کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ اس مقالہ میں مقصود طولانی بحث چھیڑنا، اور عقائد شیعہ کے خلاف دلائل فراہم کرنا نہیں ہے۔ نا خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ عنہم اور خود سیدنا اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذا

---

[1] حق الیقین، مطبوعہ تہران ص: ۲۱۲، [2] در بیان جا ہے کہ داخل جہنم می شوند،

ارکر پراس مذہب کے باغیوں نے کیسے کیسے الزامات واتہامات لگائے ہیں۔ مگر ورطۂ ت میں ڈوب جانے کی بات یہ ہے کہ خود انہی کی معتبر کتابیں ان کے باطل مذہب اور مترائے شدہ تحریک کی شہادت دیتی ہیں۔

مگر سیدنا علی مرتضیٰ کیا فرماتے ہیں

جناب خمینی صاحب، حضرات خلفائے ثلٰثہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو (معاذ اللہ) دنیادار، حریص، ریاست طلب اور نہ جانے کیا کیا گردانتے ہیں۔ اور آپ نے خود ن کی وصیت کے بارے میں نہج البلاغہ میں پڑھا کہ

نہج البلاغہ جو قرآن کے بعد مادی ومعنوی زندگی کا عظیم ترین دستور اور انسانوں کو نجات بخشنے والی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ اور اس کے حکومتی اور معنوی احکام وفرامین بہترین راہ نجات ہیں [1]

کیا خمینی صاحب اور دنیائے شیعیت کو نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کا خطبہ نظر نہیں آتا۔ جو انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں اصحاب کرام کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا ——— ہم محض اس کا ترجمہ شیخ الاسلام علامہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کی کتاب کے حوالے سے نذر ناظرین کرتے ہیں۔ جسے تفصیل اور اصل عبارت دیکھنی ہو حضرت کی کتاب "مذہب شیعہ" کا مطالعہ کرے۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو میں نے دیکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں پاتا۔ وہ تمام شب سجدوں اور نمازیں گزارتے۔ صبح کو اس حالت میں ہوتے کہ ان کے بال پریشان اور غبار آلود ہوتے۔ ان کا آرام وسکون پیشانیوں اور رخساروں پر طویل سجدوں سے ہوتا تھا۔ وہ اپنی عاقبت کی یاد سے دہکتے کوئلے کے مانند بھڑک اٹھتے تھے۔ کثرت سجود،

---

[1] مجلہ توحید ج ۲، شمارہ ۵ ص ۲۵،

اور طول سجدہ کی وجہ سے ان کے ماتھے دنبوں کے گھٹنوں کی طرح ہوگئے تھے۔ اللہ کا نام جب ان کے سامنے لیا جاتا تو وہ اشک بار ہو جاتے، آنسو بہہ پڑتے، ان کے گریبان بھیگ جاتے، اور عذاب الٰہی کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے جس طرح سخت آندھی میں درخت کانپتا ہے[1]

اپنے دور خلافت میں مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں السابقون الاولون صحابہ کی شان یوں بیان کی۔

فان اهل السبق بسبقتهم	(اسلام اور اعمال صالحہ میں) سبقت کرنے والے
وذهب المهاجرون الاولون	اپنی سبقت کے ساتھ فائز المرام ہوئے اور مہاجر
بفضلهم[2]	اولین اپنے فضل و کمال کے ساتھ گزر چکے۔

حضرت اسد اللہ الغالب، امام المشارق والمغارب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی مقدس ہستیوں کو اپنے ایک اور خطبہ میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیزگار وہی لوگ تھے جو دنیا و آخرت کی نعمتیں سمیٹ کر گزر چکے ہیں۔ وہ لوگ اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوئے۔ لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکے وہ مقدس ہستیاں دنیا میں یوں سکونت پذیر رہیں جیسے رہنے کا حق تھا۔ اور دنیا کی نعمتوں سے انہوں نے کھایا، جیسا حق تھا۔ اور دنیا کی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا۔ جس سے دنیا کے بڑے بڑے متکبرین نے حصہ پایا۔ اور دنیوی مال و دولت، جاہ و حشمت جس قدر بڑے بڑے جابرین متکبرین نے لیا، اسی قدر انہوں نے بھی لیا۔ پھر یہ ہستیاں صرف زاد آخرت لے کر، اور آخرت میں نفع بخش تجارت کو ہمراہ رکھ کر دنیا سے

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۹۶، مطبوعہ تہران۔ بحوالہ مذہب شیعہ ص: ۱۲، ۱۴۳
[2] ″ ″ خطبہ نمبر ۱۷

بے رغبت ہوگئیں۔ یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے تھے کہ کل اللہ سے آخرت میں ملنے والے ہیں۔ یہ وہ حضرات تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی۔ اور ان کی آخرت کا حصہ دنیوی لذتوں کی وجہ سے کم نہیں ہوگا[1]

اہانت شیخین کرنے والے کو شیر خدا نے سزا دی

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان خطبات کو ممکن ہے کوئی شیعہ مجتہد صاحب اپنی تاویل بارد کا نشانہ بنائیں کہ ان خطبات میں وہ حضرات مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ہم جن کو مانتے ہیں وہ مراد ہیں۔ تو لیجئے انہی کی نہایت معتبر کتاب "الشافی" کی روایت حاضر ہے۔

ان علیا علیه السلام	حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ نبی
قال فی خطبته خیر هذه الامة	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل
بعد نبیها ابوبکر وعمر وفی بعض	ابوبکر و عمر ہیں۔ بعض روایتوں میں واقعہ یوں
الاخبار انه علیه السلام خطب	ذکر ہوا ہے کہ حضرت علی کی خدمت میں اطلاع پہنچی
بذلك بعدما انهی الیه ان	کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ
رجلاً تناول ابابکر وعمر	عنہما) کی شان میں بدزبانی کی ہے۔ جس کے بعد
بالشتیمة فدعی به وتقدم	امیر المومنین علی نے اس گالی بکنے والے کو بلایا۔
بعقوبته بعد ان شهدوا	شہادت طلب کی اور شہادت گزرنے کے بعد
علیه بذلك[2]	(جب گالی دینا ثابت ہوگیا تو) اسے سزا دی۔

خلافت صدیقی پر شیر خدا کا اطمینان

اسی کتاب الشافی کے اسی صفحہ پر امام زین العابدین کی روایت ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو ابو سفیان حضرت علی کے پاس آئے۔

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۲۷،
[2] الشافی ج ۲ ص: ۴۲۸،

اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں۔ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ اور بخدا میں آپ کی حمایت میں اس علاقہ کو سواروں اور پیدل سپاہیوں سے بھر دوں گا۔ اگر آپ خوف کے باعث اعلانِ خلافت نہیں کر رہے ہیں۔ یہ سنکر حضرت علی نے چہرہ پھیر لیا۔ اور فرمایا۔

ویحک یا ابا سفیان ھٰذہ من دواھیک قد اجتمع الناس علی ابی بکر ما زلت تبتغی الاسلام عوجاً فی الجاھلیۃ والاسلام واللہ ما ضر الاسلام ذلک شیئاً ما زلت صاحب الفتنۃ [1]

ابوسفیان! تیرے لئے سخت افسوس ہے۔ یہ تیری چالوں اور مصیبتوں سے ہیں — حالانکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماعی فیصلہ ہو چکا، تو کفر اور اسلام میں ہمیشہ فتنہ اور کج روی کا متلاشی رہا ہے۔ بخدا اس سے اسلام کو کوئی گزند نہیں پہونچے گا۔ اور تو ہمیشہ فتنہ گری رہے گا۔

ان تمام شیعی روایات ہی نے خمینی صاحب اور ان کے ہم مشربوں کی مفوات کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ اور بحمدہ تعالےٰ اگر شیعی من گھڑت عقائد و نظریات کے خلاف خود ان کی کتابوں سے دلیلوں اور ثبوتوں کی فراہمی کی حاجت ہو تو ان گنت ثبوت موجود ہیں۔

اب آیئے حضرت مولائے کائنات اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اسلامی ماخذ سے پیش کر کے مقالہ کا یہ صفحہ بند کریں۔ اوپر شیعی کتاب الشافی کی روایت میں آپ نے پڑھا کہ سابّ الشیخین کو حضرت مولا علی نے سزا دی ——— اب آیئے ذرا یہ بھی دیکھیں شیخین کریمین کی شان میں زبان درازی کرنے والے فرقہ کا اسلام از حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے کوئی ربط اور تعلق بھی ہے یا نہیں؟ ——— خود انہوں نے فرمایا۔

عن علی قال یخرج فی آخر الزمان قوم لھم نبزٌ یقال لھم الرافضۃ یعرفون بہ ینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا وآیۃ ذلک انھم یشتمون ابا بکر وعمر اینما ادرکتموھم فاقتلوھم فانھم مشرکون [1]

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آخر زمانہ میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہوگا جسے رافضی کہا جائے گا۔ اسی لقب کے ساتھ ان کی شناخت ہوگی۔ وہ لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور حقیقۃً وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ لوگ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گالی بکیں گے۔ انہیں جہاں پانا مار ڈالنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

شیعوں کی معتبر کتاب کافی (کتاب الروضہ) میں بھی ملتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک شیعہ ابو بصیر کے شکایت کرنے پر کہ لوگ ہمیں ایسے لقب سے یاد کرتے ہیں جس نے ہماری ریڑھ کی ہڈی توڑ دی ہے، ہم مردہ دل ہو گئے ہیں۔ اور اس لقب کی وجہ سے امراء نے ہمارا خون مباح کر دیا ہے۔ وہ لقب ایک حدیث میں ہے جس حدیث کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے۔ امام جعفر صادق نے سنکر پوچھا۔ کیا وہ رافضہ والی حدیث ہے۔ ابو بصیر نے کہا جی ہاں! وہی، تو فرمایا۔

لا واللہ ما ھم سموکم بل اللہ سماکم [2]

نہیں، واللہ ان لوگوں نے تمہارا نام رافضی نہیں رکھا، بلکہ اللہ تعالےٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا۔

اسی طرح شیعوں کی معتبر کتاب ناسخ التواریخ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے احوال میں ہے کہ حضرت زید بن زین العابدین کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کچھ کوفیوں نے امام زین العابدین سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

در بارۂ ایشاں جز بخیر سخن نکنم

ان حضرات (شیخین کریمین) کے بارے میں سوائے

---

[1] الشافی ج۲، ص۴۲۸، مطبوعہ نجف اشرف،

[1] کنز العمال، ج۶، ص۸۱؛ [2] کافی، کتاب الروضہ، ص۱۶؛

وا ز اہل خود نیز در حقِ ایشاں جز سخن خیر نہ شنیدہ ام [1]

کلمۂ خیر کے کچھ نہیں کہتا۔ اور اپنے گھر اور خاندان کے لوگوں سے بھی میں نے ان کے حق میں کلمۂ خیر کے سوا کچھ نہیں سُنا۔

اسی کتاب میں ہے کہ عراقی شیعوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف سنی تو کہنے لگے آپ ہمارے امام نہیں ہیں۔ اور امام باقر بھی ہمارے ہاتھ سے گئے۔ (کیونکہ وہ بھی حضرت زید کے ہمنوا تھے) شیعوں کی یہ باتیں سُنکر حضرت زید نے فرمایا۔

زید فرمود رَفَضُوْنَا الیَوْمَ یعنی ما را امروز گزاشتند وازاں ہنگام ایں جماعت را رافضیہ گفتند [2]

حضرت زید نے فرمایا! رَفَضُوْنَا الیَوْمَ یعنی ان لوگوں نے آج ہمیں چھوڑ دیا۔ اسی وقت سے اس پارٹی کو رافضی کہتے ہیں۔

اب میں حضرت امیرالمومنین، حضرت امام زین العابدین، امام باقر و جعفر رضی اللہ عنہم کو فخریہ اپنا آقا کہنے والوں اور ان تمام بزرگ ہستیوں کو اپنے باطل مذہب کے خانہ میں فٹ کرنے والوں سے سوال کرتا ہوں کہ بتاؤ کیا تمہیں ان پاکان خدا کی بارگاہ سے کسی قسم کا کوئی تعلق ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں ——— یہ حضرات خلفائے ثلثہ اور صحابہ کے مداح اور واصف، ان سے عقیدت و محبت رکھنے والے ہیں ——— اور تم ہو کہ اپنے دلوں میں ان اللہ والوں سے خواہ مخواہ بغض و کینہ کی آگ اٹھائے پھر رہے ہو۔ حقیقی اسلام وہ ہے جس کے متبع حضرات خلفائے راشدین، اہل بیت کرام، اور صحابۂ عظام ہیں ——— اور السواد الاعظم آج تک جس کی پیروی کر رہے ہیں۔ وہ جس کا علم جناب خمینی نے کر رکھا ہے وہ رفض اور شیعیت ضرور ہے۔ اسلام ہرگز نہیں۔

شانِ صحابہ کا مجرم اِسلام کی نظر میں

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ شیعوں کی معتبر کتابیں خود

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲، ص: ۵۹۰

[2] ناسخ التواریخ ج ۲، ص: ۵۹۱

ان کے موہوم نظریات کی تغلیط کر رہی ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام اہل خانوادہ اسی طرح عقیدت و محبت رکھتے ہیں جس طرح قرآن و حدیث کا مطلوب ہے۔ اب آیئے صحابہ کی شان میں بدگوئی کی جسارت کرنے والوں کے بارے میں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین سے استفادہ کریں ——— سرور دوجہاں، باعث کن فکاں، خاتم النبیین، سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"میری امت کے شریر ترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر بہت جری ہیں"

فرمایا۔

"میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بعد اپنے اصحاب کے اختلافات کے بارے میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی۔ آپ کے صحابہ میری بارگاہ میں آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ ان سے بعض ایک دوسرے سے روشن تر ہیں۔ جس نے ان کے طریقہ کو اپنایا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے"

فرمایا۔

"میری شفاعت جائز ہے ہر ایک کے لئے سوائے اس شخص کے جس نے میرے صحابہ کو گالی دی"

فرمایا۔

جو میرا صحابی زمین کے جس خطہ میں وفات پائے گا، اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت ان باشندگان زمین کا قائد، اور ان کے لئے نور بنا کر اٹھائے گا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی ملحد ان صحابہ کرام کے درپے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو انعامات

---

[1] برکات آل رسول، مترجمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، ص: ۲۷۹

علما فرماتے ہیں۔ ان کا انکار کرے۔ تو اس کی جہالت، محرومی، ناسمجھی، اور ایمان کی کمی ہے۔ کیونکہ اگر صحابۂ کرام میں کوئی عیب پایا جائے تو دین کی بنیاد قائم نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ وہ ہم تک دین کے پہونچانے والے ہیں جب ناقلین ہی مجروح ہو گئے تو آیات و احادیث بھی محل طعن بن جائیں گی۔ اور اس میں لوگوں کی تباہی اور دین کی بربادی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مبلغ کی تبلیغ کے صحیح ہونے کے لئے اس کا عادل ہونا ضروری ہے لہ

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی اپنی تصنیف "اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب" میں فرماتے ہیں۔

مسلمان پر لازم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اہل بیت کا ادب واحترام کرے، ان سے راضی ہو، ان کے فضائل وحقوق پہچانے، اور ان کے اختلافات سے زبان روکے، کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا۔ جسے وہ حرام سمجھتے ہوں۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک مجتہد ہے۔ پس وہ سب ایسے مجتہد ہیں کہ ان کے لئے ثواب ہے۔ حق تک پہونچنے والے کے لئے دس ثواب، اور خطا کرنے والے کے لئے ایک ثواب ہے۔ عقاب، ملامت، اور نقص ان سب سے مرفوع ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلے ورنہ پھسل جائے گا۔ اور تیری ہلاکت و ندامت میں کوئی کسر نہ رہ جائیگی لہ

علامہ موصوف کا جملہ "فتفطن لذلك والا زلت قدمك وحق هلاكك وندمك" اس دور کے عام مسلمانوں کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمہ اس عنوان کے اختتام پر انتباہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

میں نے علامہ سیوطی کا رسالہ "اِلقَامُ الحَجَرِ لمن زکّٰی سَابَّ اَبِی بَکرٍ وَعُمَرَ" (شیخین

لہ برکات آل رسول مترجم ص: ۲۸۰، ۲۸۱ لہ برکات آل رسول مترجم ص: ۱۰۲، ۱۰۳

ابین کے بدگو کی تعریف کرنے والے کے منہ میں پتھر دینا) دیکھا۔ انہوں نے اس میں اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے، اگر وہ اسے حلال نہ جانے۔ اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے ــــــــــــ کیونکہ اس توہین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ حرام اور فسق ہے۔ اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے، جبکہ دین میں اس کا حرام ہونا بداہۃً معلوم ہو ــــــــ اور صحابۂ کرام کو گالی دینے کی حرمت کا معاملہ ایسا ہی ہے۔

علامہ سیوطی نے مزید فرمایا ــــــ صحابۂ کرام کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ متاخرین کے نزدیک مختار یہ ہے کہ گناہ کبیرہ وہ جرم ہے۔ جو دلالت کرے کہ اس کا مرتکب دین کی کم پرواہ کرتا ہے۔ اور دیانت میں کمزور ہے۔

ابن سبکی نے جمع الفوائد میں اس تعریف کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام کو گالی دینا ایسا ہی ہے۔ اس کا مرتکب اللہ تعالےٰ، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر جری ہے اور دین کی کتنی پرواہ کرتا ہے۔ کیا اس خبیث نے اس پر خدا کی لعنت ہو یہ گمان کر لیا ہے کہ ایسے حضرات گالی کے مستحق ہیں۔ اور وہ پاک صاف تعریف کا مستحق ہے۔ ہرگز نہیں، بخدا اس کے منہ میں پتھر ہونا چاہئے۔ بلکہ جب اس کا یہ گمان ہو کہ وہ حضرات گالی کے مستحق ہیں۔ تو ہمارا عقیدہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جلائے جانے بلکہ اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

صحابۂ کرام کو گالی دینا اور ان کی تنقیص حرام ہے۔ اور اس امر کا مرتکب ملعون ہے ــ امام مالک فرماتے ہیں۔ جس شخص نے کہا کہ ان صحابۂ کرام میں سے کوئی ایک گمراہی پر تھا قتل کیا جائے گا۔ اور جس نے اس کے علاوہ انہیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائے گی۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔

میں نے شیخ تقی الدین سبکی کی تصنیف "خیرۃ الایمان الجلی لابی بکر وعمر وعثمان وعلی" دیکھی، جو انہوں نے ایک رافضی کے سبب لکھی۔ واقعہ یہ ہے کہ رافضی نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر خلفائے ثلٰثہ اور صحابہ کی ایک جماعت کو گالیاں دیں۔ اسے توبہ کرنے کو کہا

خلفاء اور اہل بیت کے تعلقات

گیا۔ مگر اس نے توبہ نہ کی۔ ایک مالکی عالم نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ امام سبکی نے فتوے کی تصدیق کی۔ اور اس کی تائید میں کتاب مذکور لکھی۔ اس میں قاضی حسین شا سے اُس شخص کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں جو خلفائے راشدین میں سے کسی کو بھی گالی دے۔

۱۔ اسے کافر قرار دیا جائے گا اگرچہ گالی دینے کو حلال نہ جانے، کیونکہ ان کی امامت پر امت کا اجماع ہے۔

۲۔ اسے فاسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کافر۔ پھر احناف کی بہت سی روایات نقل کی بعض میں اسے کافر قرار دیا گیا ہے، اور بعض میں گمراہ۔ پھر امام سبکی نے اسے کافر قرار دینے کی توثیق کی ہے۔ اور اس پر دلائل دیئے ہیں۔ اس کے بعد حضرات مالکیہ اور حنابلہ سے متعدد روایات نقل کی ہیں [1]

ان تمام ابحاث سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کے عقیدہ کا حصہ ہے۔ جس پر قرآن حدیث، اقوال صحابہ، تعامل اہل بیت، سادات کرام اور اجماع امت ہے۔ جو شخص بھی مسلمان ہے ان کے دل میں صحابہ اور اہل بیت سب کا احترام ہے۔ اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ شیعہ وہ فرقہ ہے۔ جو صحابہ کرام کی توہین اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود جناب خمینی کے اقوال پڑھ لئے اور جو بھی ان مقدس صحابہ کی گستاخی کا مرتکب ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا ______

لہٰذا مسلمانوں کو جناب خمینی کی انقلابی تحریکوں کو خبردار کبھی بھی اسلامی تحریک نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس تحریک سے اگر فائدہ پہونچ سکتا ہے تو محض رفض اور شیعیت کو پہونچ سکتا ہے۔ جس سے اسلام کو کوئی فائدہ نہیں۔

---

[1] برکات آل رسول مترجمہ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری۔ لاہور، ص ۲۸۴

الحمد للہ رب العلمین۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ

تم فرمادو، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو۔ اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے۔ اور بہتوں کو گمراہ کیا۔ اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔

(المائدۃ ۵ ـــــ ۷۷)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ۰

اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو، اور اللہ پر نہ کہو، مگر سچ

(النساء ۴ ـــــ ۱۷۱)

مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق افراط و تفریط کا شکار ہو کر خوارج اور روافض دو گروہ گمراہی کا شکار ہوئے۔ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر امت کو پہلے ہی دیدی تھی ـــــ خوارج ابتدا ً حضرت مولائے کائنات کے لشکری تھے، آپ کی محبت کا دم بھرتے تھے، اور آپ کے پرچم تلے جہاد کیا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت علی مولائے کائنات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو یہ لوگ باغی ہو گئے، ان کے دلوں میں عناد ابھر آیا۔ اور کہنے لگے کہ حضرت علی نے معاویہ جیسے دشمن سے غیر خدا کو حَکَم مان کر صلح کی ہے، جو شرک ہے۔

روافض اہل بیت رسول کی محبت کے دعویدار ہیں مگر حضور اقدس سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصل گھر والوں یعنی ماسوائے سیدہ خدیجہ تمام امہات المؤمنین سے سخت عناد اور دشمنی رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت غلو کرتے ہیں۔ روافض میں بھی مختلف گروہ ہیں۔ بعض بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔ بعض چھ کو اور کچھ ایسے بھی ہیں جو صرف تین اماموں کو تسلیم کرتے ہیں ـــ مسئلہ امامت کے علاوہ بھی ان لوگوں نے اپنے مذہب میں بہت سی خاص چیزیں متعین کی ہیں۔ قدیم دور سے آج تک ان لوگوں نے اپنے مذہب کی باتیں چھپانے (کتمان) پر عمل کیا۔ مگر اب یہ اپنے عقائد و اعمال کو اسلام بنا کر شائع کر رہے ہیں۔ ایرانی انقلاب سے پہلے عام طور پر شیعہ اپنے مذہب کے اس قانون پر عمل کرتے تھے جو ان کی اہم الکتب میں ہے۔

شیعوں کو اپنے مذہب کی دعوت کسی کو دینا منع ہے۔ امام جعفر کا ارشاد ہے۔

کفوا عن الناس ولا تدعوا ـــ لوگوں سے ہٹ جاؤ، اور کسی کو اپنے

احذا الی امسو کم[1] مذہب کی جانب نہ بلاؤ۔

فرمایا۔

جس تک ہماری بات پہونچے اور وہ اسے شائع کردے وہ دنیا میں ذلیل ہوگا اور آخرت کا نور اس سے چھن جائے گا۔[2]

شیخ الاسلام علامہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمہ نے قدیم کتب شیعہ کا نہایت دل سوزی سے مطالعہ کیا تھا۔ اور ان کے بارے میں انہوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اہل تشیع کی جس کتاب کو دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ صادقین کی طرف حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ کتاب تصنیف کی گئی ہے۔"[3]

آگے لکھتے ہیں۔

"بانیانِ مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پر مبنی دین اسلام کو ختم کردینے اور شریعت مقدسہ کو کلیتاً فنا کردینے کے لئے یہ سیاسی چال چلی۔"[4]

حضرات خلفائے ثلٰثہ اور حضرت علی کے تعلقات

شیعیت کا اصل موضوع مسئلہ امامت ہی ہے

اور ائمہ میں سب سے اول ان کے نزدیک حضرت علی ہیں۔ اور ان کا خود کا یہ عمل ہے کہ حضرات خلفائے ثلٰثہ کے زمانہ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ان کے وزیر و مشیر اور دست و بازو تھے۔

---

[1] الاصول من الکافی للکلینی ص: ۴۸۰، [2] الاصول من الکافی للکلینی، ص: ۴۵۸،

[3] مذہب شیعہ، شیخ الاسلام علامہ قمرالدین سیالوی، پاکستان، مطبوعہ لاہور ص: ۱۶

[4] ص: ۱۷،

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے مشورہ سے اسلامی تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے مقرر کی۔[1]
- سیدنا عمر کے دور خلافت میں متعدد ایسے مواقع آئے جب امیرالمومنین نے فرمایا اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا جنازہ کفن میں لپٹا ہوا رکھا تھا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلبی جذبات ان کے بارے میں کیا تھے۔ حالت یہ تھی کہ روتے روتے ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی تھی۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ کی رحمت ہو آپ پر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال کے بعد عمر کے سوا کسی بھی شخص کا نامۂ اعمال میرے نزدیک ایسا نہیں ہے جس کی مجھے تمنا ہو کہ جو کچھ اس نامۂ اعمال میں ہے۔ کاش میں اس کے ساتھ پروردگار عالم کے حضور حاضر ہوتا۔"[2]

مرجع اہل زمین

نہج البلاغہ میں ہے۔

دور فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم کے خلاف جہاد میں خود شریک ہونے کے متعلق مشورہ کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا

"اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ دینے والا، اور ان کی عزتوں کی حفاظت کا کفیل ہے۔ وہ ذات جس نے مسلمانوں کو ایسی حالت میں فتح ونصرت عطا فرمائی، جب مسلمان تعداد میں کم تھے، اور فتح حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ اور مسلمانوں کے دشمنوں کو ایسی حالت میں شکست دی کہ مسلمان

---

[1] الکامل، لابن اثیر ج: ۲، ص: ۲۷،

[2] تاریخ الخلفاء، مطبوعہ مجتبائی، دہلی ۱۹۱۸ء ص: ۴۲،

تھوڑے تھے۔ خود دشمنوں کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات زندہ ہے فوت نہیں ہوگئی۔ آپ اگر بذات خود دشمن کی جانب تشریف لیجائیں اور اس کے خلاف جہاد میں شرکت کریں اور اس حال میں شہید ہو جائیں تو پھر روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی آسرا اور پناہ گاہ نہ ہوگی۔ (لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ) آپ دشمن کی طرف کوئی تجربہ کار آدمی روانہ فرمائیں۔ اور اس کے ساتھ جنگ آزما بہادروں کا لشکر بھیجیں پس اگر اللہ نے فتح عطا فرمائی تو آپ کا عین منشا یہی ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ دوسری بات ہوگئی کنت ردءً للناس مثابۃ للمسلمین۔ تو آپ کی ذات لوگوں کا ماوا و ملجا اور مسلمانوں کی جائے پناہ تو موجود ہی ہوگی۔ [1]

یاد رہے کہ یہ دور فاروقی کا وہی جہاد ہے جس نے سلطنت روما کی چولیں ہلا دیں۔ تثلیث کے پجاریوں کو موحدین کے روبرو گھٹنا ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ صلیب کا غرور چکنا چور ہو گیا ——— اور ہلالی اسلامی پرچم مسیحیت کے سینہ پر گڑ گیا۔ پادریوں اور آتش پرست مجوسیوں کا غرور خاک میں ملا دیا گیا۔ کیونکہ اس مبارک دور میں سیدنا فاروق اعظم جیسے امیر کے ہمراہ سیدنا علی مرتضیٰ جیسے مشیر ہوا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کتنا خلوص تھا ان کی نیتوں میں اور کتنی صداقت تھی ان کی مشاورت میں، کیا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے اس ایمان افروز مشورہ کو العیاذ باللہ تقیہ کہا جانا دین و دیانت کے گلے پر چھری پھیرنے کے مرادف نہیں ؟۔

آئیے ایک اور ارشاد کا مطالعہ کیجئے۔ یہ بھی اسی دور مبارک کی بات ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فارس کے خلاف ہونے والے جہاد میں بذاتِ خود شرکت کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ انہیں مشورہ

---

[1] ——— نہج البلاغۃ خطبہ، ص: ۱۲۸

دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی فتح و شکست کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔ یہ اللہ کا دین ہے اسے اللہ ہی نے غالب کیا ہے۔ اسی نے اسے تیار کیا ہے، اور نصرت دی ہے۔ تا آنکہ جہاں تک اس دین کی روشنی پھیلنی تھی پھیلی۔ ہم رب تعالیٰ کے وعدے پر قائم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانے والا ہے اور وہی اپنے لشکر کو فتح بخشنے والا ہے۔ اور مسلمانوں کے امیر کا مسئلہ تسبیح کے دھاگے کی طرح ہے۔ جو تسبیح کے دانوں کو باہم مرتب رکھتا ہے وہ رشتہ اگر ٹوٹ جائے تو دانے بکھر جاتے ہیں، پھر اکٹھے نہیں ہو سکتے اور مسلمان اگرچہ دشمنوں کے لحاظ سے کم ہیں مگر اسلامی اقبال کے باعث زیادہ ہیں۔ اور اپنے اجتماع کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب بنکر ایک ہی جگہ رہیں۔ اور لشکر اسلام کی چکی کو گھمائیں۔ اور آتش جنگ اپنے ملک سے دور رکھ کر دشمن تک پہنچائیں۔ اگر آپ بذات خود اس ملک عرب سے چلے گئے تو عرب کے قبائل جو دبے ہیں ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ پھر مسلمانوں کی عزت و ناموس کا تحفظ آپ کو فارس کے خلاف جہاد سے زیادہ اہم محسوس ہوگا۔ اور عجمی لوگ جب کل آپ کو میدان جنگ میں دیکھیں گے تو کہیں گے عرب کا سردار یہی ہے اسی کو ختم کر دو پھر خیر ہی خیر ہے۔ پھر یہ بات دشمن کو آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت حریص کر دے گی اور ان کی طمع کو بڑھا دے گی [1]

دنیا کا کون بے بصیرت کہہ سکتا ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ نے تقیۃً خلفائے ثلاثہ کا ساتھ دیا۔ ایسا کہنا گویا کردار مرتضوی کے اجلے دامن پر بدنما داغ لگانا ہے

---

[1] ——— نہج البلاغۃ ، خطبہ ص: ۱۳۶-

اصحابِ کبار اور اہل بیت میں باہم رشتہ داریاں

شیعہ حضرات جن مقد[س] صحابہ کو گالیاں بکنا کار ثواب سمجھتے ہیں ان میں کا ہر ایک فضائل صحابیت اور ایمانی اولیت کے علاوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی مرتضیٰ سے قرابت بھی رکھتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار نبی ہیں۔ اور ان کی دختر بلند اختر کو ام المومنین ہونے کا شرف ملا۔ صدیق اکبر رسول خدا کے خسر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پڑھایا تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس نکاح کے شاہد ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر بھی ہیں۔ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی، کیونکہ حضرت علی کی شہزادی سیدہ ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ اور ان سے ایک فرزند تولّد ہوئے جن کی پرورش حضرت علی نے فرمائی۔ آج کل کے بے علم مجلس خواں خواہ اس بات کا انکار کریں مگر شیعوں کی حدیث میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے [1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین ہیں کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ پہلے سیدہ رقیہ سے نکاح ہوا۔ ان کی وفات کے بعد اشارہ وحی کی بناء پر سیدہ ام کلثوم کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حبالۂ نکاح میں دیا۔ حضرات صحابہ نے اس بات کے جواب میں کہ انہیں ذوالنورین کیوں کہا جاتا ہے۔ فرمایا۔

"اولیں و آخرین میں سے کسی کو بھی نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح کا شرف نہیں ملا۔" [2]

دورِ حاضر کے شیعہ تو تکبر کے نقیب ہیں۔ اور معاذ اللہ اس حقیقت کو توڑ مروڑ کر

---

[1] فروع الکافی ج ۲ ص: ۱۴۱، ۳۱۱۔ [2] البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۱۳۔

بیان کرتے ہیں۔ مگر ملا باقر مجلسی کی روایت سنیئے۔

"امام جعفر صادق سے پوچھا گیا! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو حضرت عثمان غنی کے نکاح میں دیا تھا۔ امام جعفر نے فرمایا ———

ہاں دیا تھا [1]

اس کے علاوہ پرانے رشتوں میں حضرت عثمان غنی کی والدہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، جن دنوں مدینہ طیبہ کو باغیوں نے گھیر رکھا تھا۔ ان ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اوصاف و فضائل میں یہ بھی فرمایا۔

"آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے جس طرح ہم رہے، اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ کو ان دونوں سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان حضرات کو نہ ملی" [2]

- حضرت سیدنا ابوبکر کے صاحبزادے محمد کی پرورش حضرت علی کے گھر ہوئی کیونکہ حضرت ابوبکر کا وصال ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کر لیا تھا۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر ان کے ہمراہ حضرت علی کی پرورش میں آئے [3]
- واقعہ صفین و کربلا کے بعد بھی بنو ہاشم اور بنو امیہ اور اہل بیت و خلفائے ثلثہ میں باہم شادی بیاہ کا سلسلہ قائم رہا [4]
- سیدنا حسین بن علی کی شہزادی فاطمہ کا عقد ثانی حضرت عثمان غنی کے پوتے عبداللہ بن عمر سے ہوا، جن کے بطن سے سیدالشہداء کے اموی نواسے محمد بن عبداللہ تھے،

---

[1] حیات القلوب، المجلسی ج ۲ ص: ۵۱۲ [2] نہج البلاغۃ، ص، ۱۲۵،
[3] تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب ص، ۵۰ [4] "علی" شخصیت اور کردار، ص: ۲۴۵،

- حضرت زید بن امام حسن بن علی کی شہزادی نفیسہ کا عقد خلیفہ ولید بن عبدالملک سے ہوا
- ولید بن عبدالملک کی والدہ خود حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی دختر تھیں۔
- حضرت امام حسین بن علی کی شہزادی سکینہ کا نکاح خاندان اموی میں اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا تھا۔ پھر تفریق ہو گئی۔
- اصبغ سے طلاق کے بعد حضرت سکینہ کا نکاح حضرت عثمان غنی کے پوتے زید بن عمرو سے ہوا۔

رشتۂ وداد و محبت ان کے علاوہ بھی ان حضرات میں باہم رشتے ہوئے اور مودت و مصاہرت کے تعلقات رہے۔ آج کل شیعی علاقوں میں آپ چلے جائیں مثلاً ایران و عراق کے شیعی خطوں میں آپ کسی کا نام ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ نہیں پائیں گے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عملی کردار دیکھئے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، اور عثمان رکھے۔

حضرت امام حسن نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک شہزادہ کا نام عمر رکھا۔ آگے چلئے تو حضرت امام زین العابدین نے بھی اپنے فرزند کا نام عمر رکھا۔ اور محمد بن حنفیہ نے اپنے بیٹے کا نام عمر رکھا۔ اس طرح محبت و مودت کا یہ سلسلہ اہل بیت اور صحابہ کبار میں قائم تھا۔ اب اس مخصوص فرقہ کو اپنے ایمان کا احتساب کرنا چاہئے۔ جو اصحاب ثلثہ کے نام تک سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے۔

؎ زعمر خویش بیزارم کہ او نام عمر دارد،

امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عالم اسلام پر احسان عظیم ہے جس سے ملت مسلمہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ سادات اہل بیت اس سے بے خبر نہیں تھے ان کے مناقب و محاسن اور کارناموں سے ذخیرۂ اسلامیات لبریز ہیں۔ یہاں محض اسلام کے دور غربت کی ایک جھلک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول

کی روشنی میں دکھاتا ہوں ——— انہوں نے فرمایا۔

اب تک ہم کعبہ میں جاکر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حضرت عمر نے اظہار اسلام کے ساتھ ہی ہمارے اس استحقاق کے لئے قریش سے مقابلہ کر کے خود کعبہ میں نماز پڑھی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔[1]

پھر اس کے بعد اسلام کا دور عروج آیا۔ حتیٰ کہ تکمیل دین کے اعلان عظیم کے بعد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیق کا دور مسعود گزرا۔ اور سیدنا فاروق اعظم مسند امارت پر رونق افروز ہوئے اس دور کی چند ایمان افروز داستانیں ابھی آپ نے ملاحظہ کیں ——— اس کے علاوہ دیکھیں کہ حضرت امیرالمومنین اہل بیت رسول سیدنا عباس، سیدنا علی اور حسنین کریمین سے کس پیار و محبت اور ادب و احترام کا رابطہ رکھتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق نے نخلستان بنو نضیر کا انتظام حضرت عباس اور حضرت علی کے سپرد فرمایا تھا۔ ایک بار قحط سالی ہوئی اور بہت سے لوگ بھوکوں مرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس (حضور انور کے چچا) کے وسیلے سے دعا کی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ اور باران کرم برسا کر جل تھل کیا۔ حضرت عباس کے صاحبزادے حبرالامت عبداللہ بن عباس، سیدنا عمر فاروق کے زیر تربیت رہے۔ اہل وظائف کی فہرست میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس حضرت علی کے نام سرفہرست اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت کے نام امتیازی لحاظ سے لکھوائے۔ امہات المومنین کے وظیفے سب سے زیادہ، ان کے بعد اصحاب بدر کا درجہ تھا۔ حضرات حسنین اگرچہ بدری نہ تھے مگر ان دونوں شہزادوں کے وظیفے بھی بدری صحابہ کے برابر متعین فرمایا۔

ایران کی فتح کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو غنیمت تقسیم کی تو اپنے بیٹے

---

[1] المستدرک للحاکم ج ۳، ص: ۱۸۳

عبداللہ کو پانچ سو درہم دیئے مگر سیدنا حسن اور سیدنا حسین کو ہزار ہزار درہم۔

اسی طرح خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں سیدنا علیؓ کا یہ فرمان کس بات کی غمازی کر رہا ہے؟۔

"عثمان تو ہم میں سب سے زیادہ نیک، زیادہ صلہ رحمی کرنے والے، زیادہ حیادار، پاک طینت، اور خدائے تعالےٰ سے زیادہ ڈرنے والے تھے"[1]

سیدنا عثمان غنی پر سبائیوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ آپ اقربا پروری کرتے ہیں جس کا انہوں نے بایں طور جواب مرحمت کیا تھا۔

"اہلِ خاندان کے ساتھ میری محبت نے مجھے ظلم و جور پر مائل نہیں کیا بلکہ میں ان کے حقوق ادا کرتا ہوں۔ میں جو کچھ اپنے اقارب کو دیتا ہوں، اپنے مال سے دیتا ہوں۔ مسلمانوں کا مال میں خود اپنے لئے حلال نہیں سمجھتا کہ اس میں سے اپنے گزارہ کے لئے بھی لوں، بلکہ میں اپنے مال سے اپنا گزارہ کرتا ہوں۔ پھر بھلا مسلمانوں کا مال میں غیروں کو کس طرح دینے لگا"[2]

اسی طرح سبئی پروپیگنڈے نے مسلمانوں کے اندر حضرت امیر معاویہ کاتبِ وحی اور امت مسلمہ کے ماموں رضی اللہ عنہ سے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلا دی ہیں حالانکہ ان کا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اختلاف محض شرعی اور اجتہادی بنیاد پر تھا۔ جس کے بارے میں مقالات "مشاجراتِ صحابہؓ" اور "صحابہؓ" کے اندر ہم نے کافی معلومات فراہم کر دی ہیں۔ تاہم چند اہم واقعات یہاں بھی سپردِ قلم ہیں۔

حضرت علی کے لشکر میں بہت سے لوگ حضرت معاویہ سے جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت علی نے ان تمام کو دیلم کے محاذ کی جانب جانے کی اجازت دے دی اور ان پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا ــــــ ان کی تعداد

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص: ۱۹۴، [2] الطبری، ج ۳، ص: ۳۸۵،

پانچ ہزار تھی ــــــ مرّہ ہمدانی انہیں میں تھے"[1]

امیر معاویہ فرماتے ہیں۔

"بخدا! علی مجھ سے بہتر ہیں۔ اور مجھ سے افضل ہیں"[2]

حضرت امیر معاویہ کو جب معلوم ہوا کہ قیصرِ روم مسلمانوں کے باہمی نزاعات سے فائدہ اٹھا کر ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے قیصر کو لکھا۔

"اگر تم نے اپنا ارادہ پورا کرنے کا عزم کیا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ساتھی (حضرت علی) سے صلح کر لوں گا۔ پھر تمہارے خلاف ان کا جو لشکر روانہ ہوگا میں اس کے ہراول دستہ میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا کر کوئلہ بنا دوں گا۔ اور تمہاری حکومت کو گاجر مولی کی طرح اکھاڑ پھینکوں گا"[3]

حضرت امیر معاویہ امامین حسنین کو جب وہ ان سے ملنے جاتے دو دو لاکھ درہم کے عطیات دیتے اور بے حد عزت و توقیر فرماتے[4]

اِمارتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غنیۃ الطالبین میں ہے۔

اما خلافۃ معاویۃ بن ابی سفیان فثابتۃ صحیحۃ بعد موت علی وبعد خلع الحسن بن علی نفسہ من الخلافۃ وتسلیمہا الی معاویۃ لرای راٰہ الحسن ومصلحۃ عامۃ تحققت لہ وحقن دماء المسلمین[5]

اور خلافتِ معاویہ اس وقت سے درست ہوئی جب حضرت علی کی وفات ہو چکی۔ اور امام حسن نے خود کو خلافت سے الگ کر لیا۔ اور امیر معاویہ کے سپرد کر دی۔ بر بنائے مصلحت جو امام حسن نے دیکھی۔ اور مسلمانوں کا خون محفوظ رکھنے کے لئے آپ کو مصلحتِ عامہ اسی میں نظر آئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت سے ناآشنا لگا ہوں کہ ان نورانی

---

[1] فتوح البلدان للبلاذری ج ۱، ص ۱۵۸ [2] البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص: ۱۲۹،
[3] تاج العروس، ج ۷، ص ۲۰۸، [4] البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص: ۱۵،
[5] غنیۃ الطالبین، از شیخ عبدالقادر جیلانی، ص: ۱۷۶،

تحریروں سے روشنی حاصل کرنی چاہیئے۔

کسی نے حضرت ابو اسامہ سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما، انہوں نے جواب میں کہا کہ

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے"[1]

ایک بار حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی مجلس میں کچھ لوگ موجود تھے۔ ایک شخص کا ذکر، جو بعض صحابہ کو برا کہتا تھا۔ حضرت امام نے آیۂ کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ ـــــ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ تک تلاوت کی۔ اور فرمایا ـــــ جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بغض ہو وہ اس آیتِ کریمہ کی زد میں ہے۔ یعنی اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

اُمتِ مسلمہ سے الگ خیال

شیعہ وہ بدنصیب قوم ہے جس نے حضرات خلفاء ثلاثہ، صحابہ وصحابیات، امہات المومنین خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد مول لے کر خود کو امتِ مسلمہ سے الگ کر لیا اور اب جناب خمینی کے مترجمین کا خیال ہے کہ دورِ نبوی کے بعد حضرت سیدنا علی اور امام حسن کی خلافت کے چند سال چھوڑ کر دنیا میں کبھی اسلامی حکومت رہی ہی نہیں مجلۂ توحید کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

"اور چودہ سو سال بعد حضرت علی بن ابی طالب اور امام حسن کی مختصر اسلامی حکومت کی یاد تازہ کرتے ہوئے پہلی بار "وارثِ غدیر" حضرت امام خمینی نے روئے زمین پر ایک ایسی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جس نے شرق وغرب کے تمام استعماری تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے"[2]

اور جناب علی خامنہ ای صاحب تو اس سے آگے بڑھ گئے۔ وہ تو کہہ گئے کہ صدر اول سے اب تک اسلام تھا ہی نہیں۔

---

[1] الروض الندیہ، لابن تیمیہ، ص: ۳۰۵ [2] مجلۂ توحید قم ایران، ج ۷، شمارہ ۴، ص ۱۱۲

اول سے اب تک اسلام تھا ہی نہیں۔ امام زین العابدین کے زمانہ میں صرف تین آدمی ہی سچے مومن تھے اور دورِ حسینی میں محض ۲ آدمی۔ زہر وعناد میں بجھی ہوئی تحریر آپ بھی دیکھیں۔

"علامہ مجلسی، زہری اور سعید ابن مسیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ منحرفین میں سے تھے۔ (اگرچہ میں ذاتی طور پر سعید ابن مسیب کے سلسلہ میں یہ بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ کیوں کہ دوسری دلیلوں سے آپ کا امام علیہ السلام کے حواریین سے ہونا ثابت ہے۔ البتہ زہری کے سلسلہ میں یہ بات صحیح ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دوسرے افراد پر یہ بات صادق آتی ہے) جیسا کہ اس کے بعد خود علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ: ابن ابی الحدید نے ایسی بہت سی شخصیتوں اور اس دور کے رجال (معزز ہستیوں) کا نام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سب اہل بیت سے منحرف تھے۔ اور پھر آپ حضرت سجاد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا۔ ما بمكة والمدينة عشرون رجلاً يحبوننا۔ پورے مکہ اور مدینہ میں ایسے بیس آدمی بھی نہیں ہیں جو ہم کو دوست رکھتے ہوں ـــــ امام زین العابدین علیہ السلام ایسے بدترین حالات میں زندگی بسر کر رہے تھے اور یہی وہ دور ہے جب آپ اپنے عظیم مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کرتے ہیں۔ اور اسی زمانہ کو امام جعفر صادق علیہ السلام ان لفظوں میں اشارہ فرماتے ہیں۔ "ارتد الناس بعد الحسین الا ثلاثة" امام حسین کے بعد تین افراد کے علاوہ سبھی لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور ان تین آدمیوں کا نام لیتے ہیں۔ ابو خالد الکابلی، یحییٰ ابن ام الطویل، اور جبیر بن مطعم (البتہ علامہ شوستری کا خیال ہے کہ جبیر بن مطعم کے بجائے حکیم ابن جبیر ابن مطعم ہونا چاہیئے ـــــ بعض نقلوں میں محمد ابن جبیر بن مطعم درج ہے۔ بحار کی ایک روایت میں چار افراد کے نام ملتے ہیں"

جبکہ بعض روایتوں میں پانچ اشخاص کے نام لئے گئے ہیں۔ پھر بھی یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ قابل جمع ہیں۔ اتنے سخت ماحول اور ایسی سنگلاخ وادی میں رہتے ہوئے امام اپنے ہدف کی تکمیل کے لئے جد وجہد کا آغاز کرتے ہیں"۱؎

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے منقول ایک قول یہ بھی ہے کہ

"اگر میرے شیعہ پورے سترہ ہوتے تو میں جہاد کرتا"۲؎

بھولے بھالے مسلمان بھائیو! اس پورے مقالہ میں ہم نے مثبت ومنفی ہر دو قسم کے اقتباسات ہی پر اکتفاء کیا ہے۔ اور حتی الامکان ذاتی تبصرہ سے احتراز مدنظر رکھا ہے تاکہ قاری خود اندازہ لگا سکے کہ حضرات خلفائے ثلثہ، اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان درحقیقت باہم کس درجہ پیار ومحبت، ادب واحترام اور عقیدت کا تعلق تھا۔ مگر برا ہو عصبیت فاسدہ اور ہٹ دھرمی کا جس نے تاریخ کے روشن ومنور باب کو داغدار بنانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ دعا ہے کہ رب کریم تمام مسلمانوں کو سوئے ظن اور عناد کے آتشکدے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

۱؎ مجلۂ توحید قم ایران ج ۴ شمارہ ۴ ص ۹۰ ۲؎ الاصول من الکافی، ص ۴۹۶،

مشاجرات صحابہ اور اسلامی موقف

صحابی کی تعریف

صحابی کی تعریف بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مولانا احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں۔

صحابی وہ خوش نصیب مومن ہیں جنہوں نے ایمان و ہوش کی حالت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا یا انہیں حضور کی صحبت نصیب ہوئی۔ پھر ان کو ایمان پر خاتمہ بھی نصیب ہوا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم وطیب وطاہر فرزندان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو بچپن ہی میں وفات پا گئے صحابی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے شیر خوارگی میں حضور کو دیکھا۔ جبکہ ہوش نہیں ہوتا۔ اور سیدنا عبداللہ بن مکتوم نابینا صحابی ہیں۔ وہ بزرگ اگرچہ حضور کو دیکھ نہ سکے مگر اس صحبت پاک میں تو حاضر ہوئے۔ اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد مرتد ہو کر مرے جیسے مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے وہ صحابی نہیں۔ کیونکہ صحابیت میں ایمان پر خاتمہ ہونے کی شرط ہے۔ البتہ وہ لوگ جو مرتد ہو کر پھر ایمان لے آئے جیسے اشعث بن قیس یا زمانہ صدیقی میں زکوٰۃ کے منکر جو بعد میں تائب ہو گئے وہ اکثر علماء کے نزدیک صحابی ہیں [1]

حضور کے بعد مسلمانوں میں حاجی، غازی، نمازی، قاضی سب ہو سکتے ہیں مگر صحابی کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے۔ کل صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ یعنی

[1] امیر معاویہ پر ایک نظر ص: ۱۰، ۱۱، مطبوعہ گجرات، پاکستان

(تقریباً) انبیاء کی تعداد کے برابر، پھر جیسے انبیاء مختلف درجے والے ہیں ایسے ہی صحابۂ کرام مختلف مرتبے والے ہیں [1]

حضرات صحابۂ کرام کی للہیت، خلوص، اور بے نفسی پر ایمان لانے کے لئے ذیل روایات حدیث وتاریخ پر غور فرمائیں۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمل یا صفین کی جنگ کے دوران اپنے کسی ہی کو مخالف لشکر والوں کے حق میں نازیبا باتیں کہتے ہوئے سُنا تو فرمایا۔

ان کے حق میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو۔ ان سے ہمارے قتال کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم انہیں اور وہ ہمیں باغی سمجھتے ہیں [2]

خود انہی سے جمل وصفین کے مقتولین کے انجام کے بارے میں سوال کیا گیا، تو اب ارشاد فرمایا۔

ان میں سے جو بھی صفائی قلب کے ساتھ تھا وہ داخل جنت ہوگا [3]

جنگ جمل کے دوران جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کے مقابل نے والے لوگ مشرک ہیں؟ فرمایا شرک سے بھاگ کر ہی تو وہ اسلام میں آئے ہیں۔ پھر ال ہوا کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا منافقین تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا۔ آخر یہ لوگ کیا ہیں؟ فرمایا۔ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے [4]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کے مقابلہ میں شہید ہو کر گرے تو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے سے اتر انہیں اٹھا لیا۔ چہرے سے غبار صاف کرنے لگے اور روتے ہوئے فرمایا۔

کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا [5]

[1] امیر معاویہ پر ایک نظر ص: ۱۱ [2] منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۶ [3] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۵
[4] سنن بیہقی طبع حیدر آباد دکن ج ۸ ص: ۱۷۲ [5] مجمع الزوائد ج ۲ ص: ۲۱۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تسلیم فرمایا کہ علی مجھ سے بہتر اور مجھ سے ا
ہیں۔ ان سے میرا اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں ہے۔ اگر
قصاص لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر سب سے پہلے میں بیعت کروں گا[1]

حضرت امیر معاویہ کے پاس حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ رونے
ان کی اہلیہ نے پوچھا، زندگی میں آپ ان سے لڑتے رہے۔ اور اب رو رہے ہیں۔
دیا۔ تم نہیں جانتی ان کی وفات سے کیا فقہ اور کیا علم دنیا سے رخصت ہو گیا[2]

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص: ۱۲۹)

مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ صفین و جمل کے موقع پر فریقین کے مابین دن میں جنگ
ہوتی اور رات ہوتی تو دونوں طرف سے لوگ ایک دوسرے کے لشکر میں جا کر شہدا
تجہیز و تکفین میں حصہ لیتے تھے[3]

تشویشناک دور

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور گرامی ا
اسلام دشمن عناصر نے عبد اللہ بن سبا نامی شخص کی سرکردگی میں بغاوت کی، جس کے نتیجہ میں خلیفۃ المسلمین سیدنا ذوالنورین رضی ا
عنہ شہید ہوئے۔ اس وقت دار الخلافہ مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، مصر اور کوفہ میں فتنہ کی آ
چل رہی تھی —— حالات نہایت تشویشناک رخ اختیار کر گئے تھے —— مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اب اس کے بعد مسند خلافت سنبھالنے والے کے لئے نہایت سخت مراحل اور دشواریوں کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ جب آپ سے زمام خلافت سنبھالنے کی گزارش کی گئی، تو آپ نے فرمایا۔

دعونی والتمسوا غیری	مجھے رہنے دو کسی اور کو تلاش کر لو کیونکہ مستقبل
فانا مستقبلون امراً له وجوه	میں کچھ ایسے حالات پیش آنے والے ہیں جنکے

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص: ۱۲۹ [2] البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص: ۱۲۹ [3] البدایۃ والنہایۃ ج [illegible]

الوان۔	مختلف رنگ ہوں گے۔

اگر تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو گے تو میں تم میں سے کسی ایک فرد کی طرح رہوں گا اور جسے تم خلیفہ مقرر کرو گے شاید تم سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اور تمہارے لئے میرا وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے بہتر ہے[1]

حضرت مولائے کائنات کے اس فرمان سے اس دور کے مخدوش حالات پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ مگر جو مقدر تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرات صحابہ کرام نے باتفاق رائے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کر کے انہیں بار خلافت کا ذمہ دار بنا دیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ذوالحجہ ۳۵ھ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد ہوا۔ اس اضطراب و بے چینی اور افراتفری کے ماحول میں حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امور خلافت پر توجہ فرمائی۔ اور مسلمانوں کے معاملات کی درستگی کی جانب منعطف ہوئے —— ادھر شرپسند باغیوں نے اپنی حکمت عملی کے تحت حضرت امیر المومنین کی حمایت میں سرگرمیاں دکھانی تیز کیں۔ دوسری جانب اجلہ صحابہ کی جانب سے خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کے جرم میں ملوث باغیوں کی سرکوبی کا مطالبہ ہونے لگا۔ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اس بات سے منکر یا غافل نہیں تھے۔ مگر خلافت کے دیگر اہم امور میں انہماک کے باعث قاتلان عثمان کے انتقام کا کام مؤخر ہو رہا تھا۔ قاتلان سیدنا عثمان، اور اسلام دشمن منافقین حالات کے بدلتے ہوئے رخ کے مطابق اپنی پالیسیاں تبدیل کرتے رہتے تھے۔ یہ صورت حال تھی جس میں اجلہ صحابہ عظام رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف ہوئیں۔ اور کون نہیں جانتا کہ آراء کا مختلف ہونا عیب نہیں۔

دربار رسول کے حاضر باش صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ مجلس مشاورت رسول میں وہ رائے دہندگی کی آزادی پاتے تھے

[1] —— نہج البلاغۃ، قسم اول، ص، ۱۹۸

توحضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف بھی رائے دیا کرتے تھے۔ اور ان کا یہ اختلاف برا نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان صحابہ کے خلاف قرآن مجید نے کوئی تنبیہ فرمائی۔ بلکہ قرآن نے صحابہ کی باہمی مشاورت کی تعریف فرمائی۔ وامرھم شوریٰ بینھم خود قرآن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت کا حکم نازل ہوا۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران)	پیارے حبیب آپ اپنے صحابہ سے معاملات میں مشورہ فرمایا کریں۔

اس کی روشنی میں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اجتہادی امور میں آرائے رسول کے مخالف رائے دینا صحابہ کے لئے جب جرم نہیں رہا تو باہم کیسے جرم ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف میں رقم طراز ہیں۔

حضرات صحابہ کرام بعض اجتہادی امور میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی مخالفت کرتے تھے۔ اور حضور کی رائے کے خلاف رائے دیتے تھے۔ اور ان کا یہ اختلاف نہ برا تھا نہ قابلِ ملامت، اور نہ ان کے خلاف کوئی وحی اتری۔ تو پھر اجتہادی امور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کفر کیسے ہوگئی؟ اور ان کے مخالفین پر طعن و ملامت کیوں؟ —— حضرت سیدنا علی سے جنگ کرنے والے مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے۔ اور ان میں جلیل القدر صحابہ ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت آچکی ہے انہیں کافر کہنا یا ملامت کرنا آسان نہیں ہے [1]

تمام مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین علوئے اسلام اور نفاذ دین و شرع کے لئے تھے۔ اور وہ تمام مجتہد صحابہ کے اجتہاد کی بنیاد پر تھے۔ جن صحابہ نے مجتہد صحابہ کے ساتھ مل کر تلواریں اٹھائیں ان کے مقاصد بھی حمایت دین کے سوا کچھ اور نہیں

---

[1] مکتوبات شریف، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ ج ۲، ص ۱۰۲، مکتوب ۳۶

اور مجتہد جب اپنے اجتہاد میں خطا کرتا ہے تو بھی اسے ایک ثواب ملتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام کے قلوب صحبتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے طفیل نفسانی خواہشات سے پاک ہوچکے تھے۔ اسی لئے مقدس گروہ صحابہ کے بارے میں ہمیں اپنے اذہان میں ادنیٰ ایسا شائبہ لانا بھی باعث ہلاکت ہے۔

ان جنگوں میں حق بلاشبہ حضرت علی کے ساتھ تھا۔ مگر ان کے مقابل آنے والے حضرات بھی تمام عادل ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تاویل و اجتہاد سے کام لیا۔ حق اگرچہ ایک ہوتا ہے مگر حق رسی کے راستے مختلف ہوسکتے ہیں۔ صحابہ کے مابین ہونے والی جنگوں میں وہ طرق اتنے مشتبہ تھے کہ صحابہ کی اجتہادی رائیں مختلف ہوگئیں۔

- ایک فریق کے اجتہاد نے اسے برحق، اور مقابل کو باغی ثابت کیا، جس سے قتال کرنا واجب ٹھہرا، جو اپنے اجتہاد میں صائب تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ،
- دوسرے فریق نے اپنے اجتہاد سے اس کے برعکس فیصلہ کیا۔ جو اپنے اجتہاد میں خطا پر تھا جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ،
- اسی میں ایک تیسرا طبقہ بھی تھا جس کے لئے کسی ایک گروہ کا برحق ہونا واضح نہ تھا۔ لہٰذا یہ فریقین سے کنارہ کش رہا۔ جیسے عبداللہ ابن عمر اور سعد ابن مالک وغیرہما،

اور ان تمام جماعتوں کو اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب تھا۔ گویا صحابہ کا تینوں طبقہ اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہا تھا۔ اور جس جماعت کے اجتہاد نے قرآن و سنت کی رو سے جو نتیجہ اخذ کیا، جان و دل سے اس پر عمل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت خواجہ حسن بصری نے بہت پیاری بات فرمائی۔

یہ ایسی جنگیں تھیں جن میں صحابہ موجود تھے۔ اور ہم موجود نہیں تھے۔ وہ ان حالات کو جانتے تھے۔ اور ہم نہیں جانتے۔ اس لئے ہم یہ کرتے ہیں کہ جس پر تمام صحابہ متفق ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جس میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس سے سکوت اختیار کرتے ہیں۔

حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کرنے والے کو خطا پر بتایا گیا

ہے۔ اسی طرح حضرت طلحہ کے بارے میں ہے کہ طلحہ روئے زمین پر چلنے والے شہید حضرت طلحہ وہ صحابی ہیں جنہیں جنت کی بشارت ملی۔ اور وہ حضرت علی کے خلاف لڑتے ہوئے شہید کئے گئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت طلحہ کی یہ جنگ اگر دین کے سراسر خلاف ہوتی انہیں ایسے اعلیٰ شہید ہونے کی بشارت کیسے ملتی؟ معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں ان تاویل کی غلطی ہوئی، مگر ان کا لڑنا بھی فی سبیل اللہ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ شَهِيدٌ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ کے درجے پر فائز ہوئے۔

خود مولائے کائنات علی مرتضیٰ حضرت طلحہ و زبیر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ روز قیامت طلحہ و زبیر ان لوگوں میں ہوں گے جن کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ۔ جنت میں ہم ان کے دل کی کدورتیں نکال دیں گے لہ

علماء فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کی برائی میں جو روایتیں ہیں ان میں بعض تو جھوٹ ہیں، بعض میں حذف و اضافہ ہوا ہے۔ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کا ہر فرد گناہوں سے بری ہے۔ اگر ان سے کوئی گناہ ہو بھی جائے تو ان کے فضائل و سوابق ایسے ہیں جو ان کی مغفرت کے موجب ہیں۔ اور وہ حضرات بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں سے فزوں تر ہیں۔

حضرت امام شافعی مشاجرات صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے اب ہمیں ان سے اپنی زبانوں کو بھی پاک رکھنا چاہیئے۔

حضرت امام مالک نے فرمایا۔

جو صحابۂ کرام کی تنقیص کرتے ہیں، دراصل ان کا مقصود تنقیص شان رسالت ہے۔

لہ ـــــ سنن بیہقی، ج ۸، ص، ۱۷۳،

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

تنقیص صحابہ کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ اگر کوئی ان کی تنقیص یا عیب جوئی کرے یا ان پر طعن کرے اسے سزا دینا واجب ہے۔

ابراہیم بن میسرہ نے کہا۔

میں نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کسی کو خود سزا دی ہو مگر ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ کو سب و شتم کیا تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے لہ

اس بارے میں سیدنا غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ب غنیۃ الطالبین میں ہے۔

اما قتاله لطلحة والزبير عائشة ومعاوية فقد نص مام احمد على الامساك عن ه وجميع ما شجر بينهم من ازعة ومنافرة وخصومة ن الله تعالى يزيل ذلك من ـم يوم القيمة كما قال عز ل وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ ن غِلٍّ۔ ولان عليا كان على ق في قتالهم فمن خرج من ث بعد ونا صبه حربا كان باغيا خارجا عن الامام فجاز	حضرت علی طلحہ زبیر اور سیدہ عائشہ اور معاویہ سے قتال کے متعلق امام احمد نے تصریح کی ہے کہ اس میں اور صحابہ کی جنگوں کے بارے میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان نزاعات کو قیامت کے دن دور فرما دیگا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ ہم جنتیوں کے سینوں سے کینے نکال دیں گے۔ اور اس لئے کہ علی مرتضیٰ ان صحابہ سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو ان کی اطاعت سے خارج ہوا، اور ان سے مقابل اور امام سے باغی قرار پایا۔ اس سے جنگ جائز ہوئی۔ اور حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر وغیرہ جن بزرگوں نے حضرت عثمان غنی

لہ الصارم المسلول علی شاتم الرسول، لابن تیمیہ،

قال ومن من معاویۃ وطلحۃ والزبیر طلبوا ثار عثمان خلیفۃ حق المقتول ظلماً والذین قتلوا کانوا فی عسکر علی فکل ذهب الی تاویل صحیح [1]

رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفۂ برحق، مظلوم شہید مطالبۂ خون کے لئے حضرت علی سے جنگ کی لوگوں نے حضرت عثمان غنی کو شہید کیا وہ علی کے لشکر میں آملے تھے۔ اس طور پر ہر ایک (مجتہد صحابی) نے صحیح تاویل کی جانب اقدام،

اختلافِ صحابہ کے بارے میں مکتوبات شریف میں ہے۔

وخلافے ونزاعے کہ درمیان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست درصحبتِ خیر البشر نفوسِ ایشاں بتزکیہ رسیدہ بودند و از امّارگی آزاد گشتہ،

جو اختلافات ونزاع کہ اصحاب کرام کے درمیان واقع ہوئے تھے وہ نفسانی خواہشات کی بنا پر نہیں تھے کیونکہ نفوس صحابہ صحبت رسول کی برکت سے پاک اور ایذا رسانی سے منزہ تھے۔

ایں قدر می دانم کہ حضرت امیر دراں باب برحق بودند و مخالفِ ایشاں برخطا بود، اما ایں خطا، خطا اجتہادی ست تا بحد فسق نمی رساند بلکہ ملامت راہم دریں طور خطا گنجائش نیست۔ کہ مخطی را نیز یک درجہ است از ثواب [2]

میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس بارے میں سیدنا علی حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر، لیکن یہ خطا، خطائے اجتہادی ہے جو حد فسق تک نہیں پہونچاتی بلکہ یہاں ملامت کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ خطاکار (مجتہد) کے لئے بھی ثواب کا ایک درجہ ہے۔

سیدی امام احمد رضا قادری ایک فتوے کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

((دلیا راشد میں) اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کوئی کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معی تو مولا تعالےٰ وہ حقوق

[1] الغنیۃ لطالبی الحق، للشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۰ [2] مکتوبات شریف ج ۱ ص

اپنے ذمۂ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا۔ اور باہم صفائی کے بعد آمنے سامنے جنت کے عالی شان تختوں پر بٹھائے گا کہ وَنَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۰ اسی مبارک قوم کے سرور وسردار حضراتِ اہلِ بدر رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔ انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں جن کے لئے بار بار فرمایا گیا۔ ما علی عثمان ما فعل بعد ھذہٖ [1]

خاموشی بہتر

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے قرب نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیاوی نفسانی آلائشوں سے پاک وصاف کرکے شریعت کے معیار میں داخل کر دیا تھا۔ وہ اس خام فولاد کے مثل تھے جسے کارخانۂ رسالت نے اپنی صحبت کے سانچے میں ڈھال کر اسلامی عمارت کا ستون بنا دیا تھا۔ ان کا ہر اقدام حق وصداقت، دین ودیانت اور اسلامی عظمت کے لئے ہوا کرتا تھا۔ وہ ساری امت کے لئے نجوم ہدایت ہیں۔ ہمیں ان کے باہمی اختلافات کرید کر بدظنی اور غلط اندیشی کے دلدل میں پھنسنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ ان کی حیات اور کارناموں کے تعمیری واصلاحی رُخ اور ان کی زندگیوں کے ایثار وقربانی، جذبۂ اطاعتِ اسلام، اور سرشاریٔ عشقِ محمدی سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔ نفسانی دلدل اور خواہشاتِ فاسدہ میں گرفتار، دورِ حاضر کی سیاست اور سیاست خلافت صحابۂ کا مقابلہ ان حضرات کی توہین ہے۔ اور اقتدار پسند رہنمایانِ اقوام پر انہیں قیاس کرنا سخت گستاخی ہے۔

[1] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، للشیخ احمد رضا القادری قدس سرہٗ ج ۱۰ جزاول ص ۵۲

مشاجرات صحابہ کے باب میں زبان بند رکھنا ہی اہل اسلام کا طریقہ ہے ——— غنیہ میں ہے۔

واتفق اهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والامساك عن مساويهم واظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم الى الله عز وجل على ماكان وجرى من اختلاف علي وعائشة ومعاوية وطلحة والزبير رضي الله عنهم [1]

تمام اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور ان کے فضائل و کمالات ظاہر کئے جائیں۔ اور ان کے معاملات خدا کے سپرد کئے جائیں جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی، عائشہ، معاویہ، طلحہ، زبیر رضی اللہ تعالے عنہم میں ہوئے۔

کاش ہمیں واقفیت ہو

حضرات محدثین، معرفت صحابہؓ کو ایک وسیع علم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک چونکہ تاریخ کا درجہ حدیث کے مقابلے میں کمتر ہے۔ تاریخ میں حدیث کے اصولوں پر جرح و تعدیل نہیں کی جاتی۔ توی کے ساتھ رطب و یابس روایات بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ حضرات اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں کہ معرفتِ صحابہ کے باب میں تاریخی روایات پر اعتماد کیا جائے۔ اسی نظریہ کے تحت چھٹی صدی ہجری کے امام المحدثین ابن صلاح نے اور علامہ سیوطی وغیرہ نے علامہ ابن عبدالبر کی کتاب "الاستیعاب" کو عیب دار بتایا ہے کہ اس میں حضرات صحابہ کے باہمی اختلافات کے متعلق تاریخی روایات درج کی گئی ہیں [2]

تاریخی کتابوں کو کبھی بھی حدیث کا درجہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں نے دور صحابہ سے کتب حدیث کی تدوین کے زمانے تک علم حدیث کو جس جانکاہی اور عرق ریزی سے مدون کیا ہے۔ روایت و درایت پر جتنی محنت کی ہے، تاریخی باتیں اسناد کی حیثیت

---

[1] الغنیة للالبانی الحق؛ ص ۱۷۸ [2] علوم الحدیث ص ۲۶۲ ، تدریب الراوی ص ۲۹۵

سے اس کا پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام دشمن تحریکوں اور افراد نے من مانی روایات کے ذریعہ اس میں بے شمار ایسی باتیں شامل کر دی ہیں جن سے تاریخ اسلام کا دامن داغدار ہو ——— بلکہ اسی کتاب میں مناسب مقام پر ہم یہ ثابت کریں گے کہ روافض اور دیگر کئی فرقوں نے حدیث کے پاکیزہ ذخیروں میں بھی کس فریب سے آمیزش کرنے کی تحریک چلائی تھی جسے اس دور کے محدثین و حفاظ حدیث نیز علمائے جرح و تعدیل نے بروقت محسوس کیا۔ اور جس طرح جسد صالح سے کسی فاسد مادہ کو کاٹ کر الگ کر دیا جاتا ہے۔ ان دسیسہ کاروں کے تدلیسی مآخذ کو ذخیرۂ حدیث سے خارج کر دیا گیا۔

الغرض مسلمانوں میں فرقہ بندی، اور اختلافات کی مسموم فضا قائم کرنے کے لئے ہر دور کی اسلام دشمن تحریکوں نے تاریخ کی غیر ثقہ روایات کا سہارا لیا ہے۔ اور مستشرقین کا طبقہ بھی ایسی تحریکوں کو ہمیشہ ہوا دیتا رہا ہے۔ اور آج بھی وہ اسی راہ سے اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہے۔

مگر بحمدہٖ تعالےٰ رب عز وجل اپنے دین کی حفاظت و صیانت کے لئے ہر دور میں ایسی روحوں کو بیدار فرماتا ہے جو اندرونی و بیرونی ہر دو خطرات سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رونما ہونے والے بظاہر ناگوار واقعات کو اب بھی اسلام دشمن عناصر وقت اور حالات کے لحاظ سے ابھارتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے مذہبی ماحول کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح بیشتر کم خواندہ اور ناواقف اہل اسلام کے قلوب میں اسلام کی مقدس شخصیات سے تنفر پیدا کر کے ان کے دین و ایمان کے خرمن میں آگ لگاتے رہتے ہیں ———

شیخ رومی فرماتے ہیں۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

حضرت امیر معاویہ اور جناب خمینی

در اصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو خاص طور

سے نشانۂ طعن بناتے ہیں ۔ اور ان پر معاذ اللہ لعنت بھیجنا ان کے دین کا لازمی حصہ ہے جناب خمینی صاحب بھی انہی میں سے ایک ہیں ۔ بلکہ ان کے امام و مقتدا ہیں ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے بعض تین اقتباسات یہاں بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں ، جن سے قارئین کو معلوم ہوگا کہ خمینی صاحب نے حضرات صحابۂ کرام اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کو نام نہاد مسلمان ، اسلام کو مٹانے والا ..... سے بدتر کہا ہے ۔ اور ان سے اور ان کے اتباع سے برات و نفرت ضروری ، اور ان کے اقتدار و اختیار کو ختم کرنا اپنا بنیادی مقصد قرار دیا ہے ۔

حضرت امیر ایک روز کے لئے بھی معاویہ کو اپنی سلطنت پر باقی رکھنا گوارا نہیں کرتے اور یہ ہمارے لئے حجت ہے کہ اگر ہم سے ممکن ہوسکے تو ہم حکومت جَور کا خاتمہ کریں ، اور اگر خدانخواستہ نہ کرسکیں تو ان کی حکومت پر راضی رہنا ایک روز یا ایک ساعت کے لئے بھی ظلم و تعدی پر راضی رہنا ہے[1]

موحدین و متوحدین کا عشق و خلوص ، منافقین و مشرکین سے بھرپور برات و نفرت ظاہر کئے بغیر ہرگز کوئی معنی نہیں رکھتا ، اور اس کے مرکز توحید کعبۂ خلیل خدا سے مناسب کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی ، یہاں پہونچ کر انسان ہر طرح کے ظلم و زیادتی ، استحصال و غلامی اور ذلت و پستی سے ، قول و عمل ہر دو اعتبار سے منہ موڑ لیتا ہے[2]

آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت کے دوران تین جنگیں لڑیں ، اور یہ تینوں جنگیں ان لوگوں سے تھیں جو اسلام کے نام لیوا تھے مسلمان ہونے کے دعویدار تھے ۔ اب اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مسلمان مسلمان سے جنگ

---

[1] صحیفۂ نور ج ۲ ، ص ۱۹۰ ، [2] مجلۂ توحید ج ۵ ، شمارہ ۴ ، صفحہ آخر ،

نہیں کرسکتا ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے امیر پر بھی اعتراض ہے کیونکہ حضرت امیرالمومنین کی تینوں جنگیں نام نہاد مسلمانوں سے ہی تھیں ۔ اسلام کو مٹانے کے درپے مسلمان کافر سے بدتر ہیں ۔ اسلام کے نام پر عظمتِ اسلام کو خاک میں ملانے کے کوشاں مسلمانوں سے جنگ واجب تر ہے[1]

علمائے اسلام غور فرمائیں

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین ظاہراً جو ناخوشگوار واقعات پیش آئے ، اہل اسلام نے ان بزرگوں کے علوئے شان کے بموجب انہیں "مشاجرات" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے مشاجرۃ کے معنیٰ تنے دار درخت کی شاخوں کا ایک دوسرے میں پیوست ہوجانا ۔ اور درخت کی شاخوں کا باہم دگر پیوست ہونا ، معیوب نہیں بلکہ اس کی خوبصورتی کی دلیل ہے ۔ ہمارے باادب اکابرین امت نے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین نزاعات کو نزاع اور اختلاف کے الفاظ سے تعبیر کرنا بھی خلاف ادب سمجھا ۔ اور اس کے لئے ایک الگ لفظ استعمال کیا ۔ اور اب حال یہ ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان نہایت دلچسپی کے ساتھ بانیانِ کفر و زندقہ کے گروہ میں آنکھ بند کرکے دست بستگی کر رہے ہیں ۔ اور اسی کو خدمتِ اسلام اور اشاعتِ دین کا نام دے رہے ہیں ۔

میں ان سطور کے ذریعہ تمام علمائے اسلام کو خمینی فتنہ کی ہلاکت خیزیوں ، ایمان و اسلام کے انہدام کے منصوبوں سے باخبر کرتا ہوں اور ان سے نفرت و برات کی تلقین کرتا ہوں ۔

اس آگ کی چنگاری

روافض تو خیر بغض معاویہ کی آگ میں چودہ سو سال سے جل بھن رہے ہیں ۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمانوں میں بھی حضرات صحابۂ کرام سے بغض و نفرت کی متعدد چنگاریاں سلگتی رہتی ہیں ۔ جن کی اصل بنیاد لاعلمی اور صرف تاریخی بنیاد پر لکھی جانے والی نام نہاد محققین کی کتابیں ہیں

• کچھ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کی خلافت کا منکر ، اور جنگ

---

[1] خطبہ امام خمینی ۲۰ ، ۱۱ر رجب سنہ ۱۴۰۶ھ ، مجلہ توحید ، ج ۴ ، شمارہ ۴ ، ص آخر

جمل وصفین کا ذمہ دار بنا کر برا بھلا کہتے ہیں ۔

- محبتِ علی کے کچھ بدمست امام حسن کو حضرت امیر معاویہ کے حق میں دست بردار ہو کی وجہ سے بزدل کہتے اور مطعون کرتے ہیں ۔
- حضرت علی نے امیر معاویہ سے بعد جنگ صلح کر لی ۔ کچھ لوگ اس بنیاد پر شیر خدا کرم اللہ وجہہٗ کو بزدل اور حادثۂ کربلا کا ذمہ دار گردانتے ہیں ۔
- اور کچھ بے ادب تو اس سے بھی آگے بڑھ کر حضرت عمر کو مطعون کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دور میں امیر معاویہ کو شام کا گورنر کیوں بنایا ؟ نہ ان کی جڑیں وہاں مضبوط ہوتیں نہ یہ جھگڑے ہوتے ۔

ہم جواباً صرف یہ عرض کریں گے کہ ہمارے سارے عقائد و اعمال اور کسی سے محبت و نفرت کی بنیاد قرآن و حدیث کے تابع ہے ۔ حضرات صحابۂ کرام کا نفسانی خواہشات کی بنیاد پر کسی سے لڑنا ، قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے ۔ اس قسم کی جملہ تاریخی روایات و حکایات ہم مسلمانوں کے نزدیک مردود و متروک ہیں ، جو قرآن و حدیث کے منصوصات سے متصادم ہوں ۔ بات حق وہی ہے کہ ان مقدس حضرات نے جو کچھ بھی کیا ، اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی اور سربلندی کے لئے کیا ۔ ان کے نفوس ، رذیل خواہشات سے پاک و صاف اور منزہ تھے ۔ ان کو ایسی باتوں سے مطعون کرنا اپنے دین و ایمان کو برباد کرنا ہے ——— میں یہاں مناسب خیال کرتا ہوں کہ بالاختصار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور حضرات اہل بیت سے ان کی عقیدت و محبت اور شیفتگی کے کچھ نمونے پیش کر دوں ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

آپ کے والد ماجد کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے ۔ دونوں جانب سے پانچویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے اس لحاظ سے آپ حضور کے اہل قرابت سے ہیں ۔ صلح حدیبیہ کے دن دولت اسلام سے

سرفراز ہوئے ۔ اور فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کا برملا اعلان کیا ۔

- ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو حضور انور کی حرم بننے کا شرف ملا ۔ اس لحاظ سے آپ حضور کے سالے ہیں ۔
- کتابتِ وحی ، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے نامہ و پیام تحریر کرنے کی خدمت سے سرفراز ہوئے ۔
- حضرت امیر معاویہ نہایت خوشخط ، فصیح و بلیغ ، حلیم و بامروت مجتہدین صحابہ میں ہیں
- سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سات ماہ خلافت فرما کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی ۔ اور ان کے مقرر کردہ وظیفے اور نذرانے قبول فرماتے رہے ۔ اگر ان میں ذرا بھی فسق ہوتا تو سیدنا امام حسن ایسا ہرگز نہ کرتے ۔
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اس وقت کے واقعات سے واقف تھے ۔ اور انہوں نے بھی حضرت امیر معاویہ سے وظیفے اور نذر و نذرانے بطیب خاطر قبول فرمائے اگر انہیں حضرت امیر معاویہ میں خلاف شرع امور نظر آتے تو وہ بھی ایسا نہ کرتے ۔
- ذخیرۂ احادیث میں مرویات حضرت امیر معاویہ کی تعداد ۱۶۳ ہیں ۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ ، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل کی ہیں ۔ اور جلیل القدر صحابہ نے ان کی احادیث لی ہیں ۔ حضرت شیخ جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے آپ کو تمام مسلمانوں کا ماموں لکھا ہے ۔
- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سات ماہ خلافت فرما کر حسب فرمان نبوی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے تیس ۳۰ سال کی تکمیل فرما دی ۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ سلطان اسلام کی حیثیت سے مقرر ہوئے ۔ اور آپ کے زمانے میں اسلام اور مسلمانوں کو جو فروغ ملنے والا تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشین گوئی فرما دی تھی ۔ چنانچہ بخاری کتاب الرؤیا میں ام حرام بنت ملحان کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے جہاد قسطنطنیہ کے غازیوں کی شان بیان فرمائی۔ نہایت مفصل واقعہ ہے ——
(بخاری، کتاب الرؤیا)

• دورِ صدیقی میں شام پر لشکر کشی کے لئے آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان اس دستہ کے امیر تھے۔ جب رومی فوج قسطنطنیہ سے شام میں آئی تو خلیفۂ رسول نے کمک امدادی دستہ کے مقدمۃ الجیش کے طور پر امیر معاویہ کو بھیجا۔ اور انہوں نے جہاد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دمشق کی تسخیر کے بعد حضرت امیر معاویہ اسلامی فوج ہراول دستہ کے ساتھ آگے بڑھے۔

• دورِ فاروقی میں حضرت امیر معاویہ نے قیساریہ کی مہم سر کی [1]

اسی زمانے میں انہوں نے طرابلس، شام، عموریہ، شمشاط اور ملاٹیا فتح کرنے کے بعد جزیرۂ قبرص کی جانب توجہ کی۔ اور بحری بیڑا لے کر عبداللہ بن ابی سرح کے ہمراہ قبرص پہونچے۔ اہلِ قبرص نے سالانہ خراج کی شرط پر صلح کر لی۔ چار سال بعد انہوں نے پھر بغاوت کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانچ سو جہازوں کے ذریعہ قبرص کو فتح کیا اور وہاں بارہ ہزار مسلمانوں کی نوآبادی قائم کی ———— جنہوں نے افریقہ کی فتوحات میں اور آگے چل کر اندلس کی مہمات میں نہایت اہم کردار ادا کیا [2]

• انہی کے دور میں مسلمانوں نے جہاد کے لئے پہلا اسلامی بیڑا بنایا۔ اور اس کے ذریعہ سمندروں کی راہ مجاہدینِ اسلام پر کھلتی چلی گئی —— انہی کے دور میں قسطنطنیہ پر مسلمانوں نے لشکر کشی کی جو مسیحیت کا دنیا میں سب سے بڑا مرکز تھا۔ اسی طرح اوپر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس مبارک خواب کا ذکر ام حرام بنتِ ملحان کی روایت میں آیا ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے علمِ جہاد بلند کرنے والے امیر معاویہ ہیں۔

• تاریخ کی صحیح روایات کے آئینے میں دیکھا جائے تو جنگ صفین جمل اور اس قسم

[1] فتوح البلدان للبلاذری ص: ۱۴۲، مطبوعہ لیدن
[2] فتوح البلدان للبلاذری ص: ۱۵۲، ۱۵۴ مطبوعہ لیدن

کے بیشتر واقعات کے سراسر ذمہ دار روافض اور خوارج ہیں۔ خوارج ہی نے حضرت علی اور امیر معاویہ کی صلح کے بعد ان دونوں بزرگوں اور حضرت عمرو بن عاص کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ابن ملجم حضرت علی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمرو بن عاص کے دھوکے میں ایک دوسرا مسلمان مارا گیا وہ محفوظ رہے۔ اور امیر معاویہ زخمی ہو کر علاج کے بعد شفایاب ہوئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے خارجیوں کی سرکوبی کی ریاستہائے اسلامیہ میں ہنگامہ اور شورش کے باوجود بیرونی محاذ پر اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ دور امیر معاویہ میں بلخ، ہرات اور کابل کی بغاوتیں سر کی گئیں۔

• تاریخ اسلام میں اس دور کی رومی سلطنت موجودہ زمانے کی امریکی قوت کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر کیا یہ بات فراموش کئے جانے کے قابل ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے بحری لڑائیوں میں اسلامی قوت کی فوقیت کو نمایاں کر دیا ۲۲ھ سے ۴۹ھ تک رومیوں سے مسلمانوں کے کئی کامیاب معرکے ہوئے۔ اور مشرقی یورپ کی سب سے عظیم قوت قسطنطنیہ کے بازو شل کر دیئے گئے۔ اسی معرکۂ قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ شریک تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی جہاد کے دوران شہید ہوئے اور قلعہ قسطنطنیہ کی فصیل تلے دفن کئے گئے۔ یہ وہ عظیم تاریخی کارنامے ہیں جن کی بنیاد پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ جیشِ اسلامی میں صفِ اول کے دلاور مانے جاتے ہیں۔

امیر معاویہ اور اہلِ بیت

اس ضمن میں یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ خود حضرات افراد اہلِ بیت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے وداد و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں چار لاکھ دینار بطور نذر بھجوائے، جسے انہوں نے قبول فرمایا۔

● حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے لئے سالانہ وظیفہ مقرر کر رکھا تھا جو نہایت عزت واحترام سے بھجوا کرتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ تھا اور امیر معاویہ کے پاس سے مقررہ وظیفہ بھیجنے میں تاخیر ہو رہی تھی۔ آپ نے خیال کیا کہ ان کے پاس بطور یاد دہانی مکتوب روانہ کریں۔ اسی دوران خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور نے حکم فرمایا اپنے جیسے کے پاس عرضی لکھنے کے بجائے رب کائنات کی جانب رجوع کرو اور یہ دعا پڑھو۔

اللّٰھم اقذف فی قلبی رجائک	اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید بھر دے، اور
واقطع رجائی عمن سواک حتی	اپنے ماسوا سے امید منقطع فرما دے یہاں تک کہ
لا ارجوا احداً غیرک، اللّٰھم	میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ
ما ضعفت عنہ قوتی وقصر	جس شے سے میری قوت کمزور اور عمل کوتاہ
عنہ عملی ولم تنتہ الیہ رغبتی	ہیں اور میری رغبت کی رسائی وہاں تک نہیں
ولم تبلغہ مسألتی ولم یجر	ہوئی اور سوال وہاں تک نہ پہونچا۔ اور وہ میری
علی لسانی مما اعطیت من	زبان پر جاری نہ ہوا جو تونے اگلوں اور پچھلوں
الاولین والآخرین من الیقین	کو یقین عطا فرمایا ہے۔ اے جہانوں کے پروردگار
فخصنی بہ یا رب العالمین۔	فرما کے مجھے اس سے خاص کر دے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع فرمایا ابھی کچھ ہی روز ہوئے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاصد پہونچا اور اس نے دو لاکھ وظیفہ کی رقم اور مزید تیرہ لاکھ بطور نذرانہ حاضر خدمت کیا۔[۱]

حضور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ کے ساتھ کیسا تعلق تھا۔ اس کی

---

[۱] امیر معاویہ پر ایک نظر، ص: ۵۴۔

جھلک اس واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک روز ایک شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور بولا کہ اے امام میں بال بچوں والا ایک فقیر ہوں۔ آج شب کے لئے آپ سے کھانا طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو، ہمارا رزق راستے میں ہے بس پہونچنے ہی والا ہے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ امیر معاویہ کے پاس سے آپ کی خدمت میں پانچ تھیلیاں پہونچیں۔ ہر ایک میں ہزار ہزار اشرفیاں تھیں اور لانے والے نے عرض کیا کہ امیر معاویہ معذرت خواہ ہیں۔ اور گزارش کرتے ہیں کہ ان معمولی اشرفیوں کو اپنی ضرورت میں صرف کریں۔ اس کے بعد اس سے بہت زیادہ حاضر خدمت کیا جائے گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے لانے والے کو فقیر کی طرف متوجہ کیا۔ اور پانچوں تھیلیاں اسے دلوا دیں۔[۱]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عقیدت ومحبت نہیں تھی تو انہیں نذرانے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان سے نفرت تھی تو انہوں نے ان کے بھیجے ہوئے پیسوں کے بارے میں فقیر سے کیوں فرمایا کہ مرا رزقے در راہ است۔ میرا رزق ابھی راستے میں آرہا ہے۔ بہر حال اس واقعہ نے اہل بیت رسول اور شہزادۂ بتول کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خوشگوار تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔

● حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے دربار میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدہ پڑھنے والے شاعروں کو ایک ایک شعر پر ایک ایک ہزار دینار کے انعامات تقسیم کئے۔ اسی بزم میں عمرو بن عاص شاعر نے جب یہ شعر پڑھا۔

ھو النبأ العظیم وفلک نوح　　　وباب اللہ وانقطع الخطاب

---

[۱] امیر معاویہ پر ایک نظر، ص: ۵۵۔

"یعنی وہ بڑی خبر والے، کشتیٔ نوح والے ہیں، اللہ کا دروازہ ہیں ان کے بغیر کوئی اللہ سے کلام نہیں کرسکتا"

اس شعر کو سنکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاعر کو سات ہزار دینار عطا

• عین اس حالت میں جبکہ جنگ کا دور تھا۔ حضرت عقیل (برادر علی) رضی اللہ حضرت علی سے کچھ رقم طلب کی۔ اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رقم نہ انہوں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو امیر معاویہ کے پاس جاکر لے لوں۔ حضرت علی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ حضرت عقیل امیر معاویہ کے پاس پہونچے تو انہوں نہایت ادب واحترام کا برتاؤ کیا۔ اور ایک لاکھ دینار نذر کے طور پر پیش کیا رضی ا

کتب احادیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی رضی ا کی عزت وتوقیر اور حضرت علی کے دل میں حضرت امیر معاویہ کی وقعت کا پتہ چلتا مسند احمد میں ہے۔

"ایک شخص نے امیر معاویہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا یہ مسئلہ حضرت علی سے پوچھو وہ مجھ سے بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا مجھے آپ سے جواب سننا اور پسند ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا تو نے بہت بڑی بات کی۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے کمال علم کی بنیاد پر اس کی عزت کی تو ان سے نفرت کرتا ہے۔ جن کی علمی فضیلت کے سلسلہ میں رسول نے فرمایا کہ اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون (علیہم السلام) مگر میرے بعد نبی نہیں۔ اور جن کے علم کا یہ حال کہ حضرت عمر فاروق کو کوئی مشکل پیش آتی حضرت علی سے حل کراتے تھے۔ اتنا کہنے کے بعد امیر معاویہ نے فرمایا۔ چل تو میری نظر سے

ہ۱ امیر معاویہ پر ایک نظر، ص، ۵۵،
ہ۲ امیر معاویہ پر ایک نظر، ص: ۵۵،

دور ہو جا۔ اور پھر اس کا نام وظیفہ پانے والوں کے رجسٹر سے خارج کر دیا!

• حضرت امیر معاویہ کی ایک مجلس میں حضرت علی کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ علی شیر تھے۔ علی چودھویں رات کے چاند تھے۔ علی بارش کرم الٰہی تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا۔ علی افضل ہیں یا آپ؟ فرمایا۔ علی کے قدم ابوسفیان کی آل سے افضل ہیں ۲ہ

اہل نظر کی نظر میں

کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا اے ابو عبدالرحمٰن حضرت معاویہ، اور عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

"معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار جو حضور کے ساتھ جہاد کے دوران واقع ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے"؟

کسی شخص نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ کی شان دریافت کی تو انہوں نے فرمایا۔ ان کی تو بڑی شان ہے کہ حضور اقدس کے سامنے، کاتب وحی اور عظیم صحابی ہیں۔ ایمان کی حالت میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھنے والے صحابی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت تک اولیائے عالم میں کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ حضرت وحشی وہی ہیں جنہوں نے حضور کے چچا سید الشہداء امیر حمزہ کو شہید کیا تھا ——— جب حضرت وحشی ایمان لائے اور نگاہ ایمانی سے حضور کے جمال جہاں آرا کا ایک بار نظارہ کیا۔ پھر حضور نے حکم فرمایا کہ میرے روبرو نہ آیا کرو۔ حضور کے حکم پر وہ اس طرح گوشہ نشین ہوئے کہ وصال شریف کے بعد ہی نکلے۔ اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرکے اس کے فتنہ سے دنیا کو پاک کیا۔

ہ۱ امیر معاویہ پر ایک نظر، ص، ۵۷،
ہ۲ امیر معاویہ پر ایک نظر، ص، ۵۷،

کسی نے سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی سے حضرت امیر معاویہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی بابت دریافت کیا تو جواب دیا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں

ومن یکون یطعن فی معاویہ
فذالک من کلاب الہاویہ

"جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے"

اسی فتوے میں آگے چل کر لکھتے ہیں ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید بہ نگاہش ہنر!

"یہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابۂ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں"[1]

---

[1] احکام شریعت، امام احمد رضا قادری قدس سرہ، ص ۱۲۳

تقیہ

تقیّہ

تقیّہ (عربی) مصدر و ق ی مادہ وقی یقی تقی تقاء، تاء واو سے بدلی ہوئی ہے۔ معنی حذر، خوف، بچاؤ[1]

فرقۂ شیعہ کی اصطلاح میں غیر کے خوفِ ضرر سے خلاف اعتقاد قولاً یا فعلاً کچھ کہنا یا کرنا[2]

اہل تشیع تقیہ کے جواز میں کھینچ تان کر قرآن مجید کی جن آیات کو لاتے ہیں، وہ یہ ہیں۔ آل عمران، آیت ۲۸، النحل، آیت ۱۰۶، البقرہ، آیت ۱۹۵، اور المومن ۲۸۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیعوں کے قدیم ماہرین فن نے اپنی فقہی اور کلامی کتابوں میں تقیہ کو مستقل عنوان نہیں بنایا۔ البتہ متاخرین میں ان کے شیخ مرتضیٰ انصاری (م ۱۲۸۱ھ) نے اپنی کتاب "المکاسب" کے ملحقات میں تقیہ کے عنوان پر مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔

اس باب میں اسلامی موقف

یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ تقیہ علمائے اہل سنت اور ان کے متبعین کے نزدیک کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ اور اصطلاح علمیہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں کہیں اس کلمہ کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ صرف اہل تشیع اور ان کے مختلف فرقوں کی اصطلاح ہے۔ دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور میں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے کہا کہ یہ (تقیہ) اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک

---

[1] لسان العرب، مطبوعہ بیروت، ج ۱۵۔

[2] مجمع البیان، للطبرسی ج ۱، ص: ۱۲۴۔

رخصت ہے اور اس رخصت پر عمل نہ کرنا بہتر ہے۔ اور یہی زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ اگر کسی پر زبردستی کی گئی کہ کلمۂ کفر کہے، اور اس نے جان دینا منظور کیا مگر کلمۂ کفر کہنا منظور نہ کیا۔ یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا تو یہ شخص اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے کے لئے زبان سے کلمۂ کفر کہہ دیا۔ یہی حکم ان سب باتوں کا ہے جس میں دین کی عزت برقرار رکھنے کا سوال درپیش ہو۔ دین کی عزت کو برقرار رکھتے ہوئے جان دے دینا اس سے افضل ہے کہ رخصت پر عمل کرے اور جان بچائے۔"[1]

اب آیئے امام احمد بن حنبل کی بارگاہ میں حاضری دیں اور ان سے پوچھیں کہ اس باب میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

اے امام باوقار! آپ کے سر پر اگر کوئی شخص تلوار لے کر کھڑا ہو جائے۔ (آپ سے خلاف حق بات کہلوانا چاہے) تو کیا آپ اس کی بات مان لیں گے امام احمد جواب دیتے ہیں، نہیں، اگر عالم نے تقیہ کر کے مان لیا۔ اور جاہل تو جاہل ہے ہی تو حق کے ظاہر ہونے کی کیا صورت ہو گی پچھلے لوگ اگلوں کے جو حالات بیان کرتے آئے ہیں۔ ان میں ہمارے پاس چھوٹوں کو بڑوں کی بابت مسلسل یہی بیان پہونچا ہے کہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے اپنی جانیں اللہ کے لئے دیدیں اور اس بارے میں ان پر ملامت کرنے والوں کی ملامت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور نہ کسی زبردست ظالم کی سختی کو وہ خاطر میں لائے"

امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔

تقیہ انہی صورتوں میں جائز ہے جن میں اظہار حق اور دین کا سوال ہو۔ مگر جن صورتوں میں کسی اور پر برا اثر پڑتا ہو مثلاً قتل، زنا، مال کا غصب، جھوٹی گواہی، محصنہ پر تہمت، اور دشمنوں کو مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں کی بابت

---

[1] دائرۂ معارف اسلامیہ، لاہور، ج ۶، ص ۵۸۳، ۵۸۴۔

اطلاع دینا (جاسوسی) ان سب صورتوں میں تقیہ قطعاً ناجائز ہے۔[1]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت پاک رضی اللہ عنہم کی تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ انہوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر حق کا اعلان کیا۔ اور کبھی مداہنت فی الدین کا شکار نہ ہوئے۔ حضرات اہل بیت کا کیا کہنا وہ تو دنیا میں احقاق حق، اور ابطال باطل کے امتیازی مینار ہیں۔ اور ان کی روشن روشن اور قول و فعل سے تو دل اسلام کی ترتیب ہوتی ہے۔ کیونکہ امہات المومنین اور دیگر وابستگان خاندان نبوت سے ہی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور حضور کی عملی زندگی کے متعدد گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔ بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے والے صحابہ اور تابعین پھر تبع تابعین (الی مابعد) نے اسلام کی صداقت اور دین کی حقانیت کو اجاگر کرنے کے لئے وہ وہ قربانیاں دی ہیں جو آج بھی حیرت انگیز ہیں

حضرت ابن حذیفہ کا جانبازانہ اعلان حق

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذیفہ کو مسیحیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور ان سے کہا کہ عیسائی ہو جاؤ۔ اس پر انہوں نے نہایت جرأت کے ساتھ فرمایا کہ۔

> اگر تم لوگ اپنی اور تمام اہل عرب کی دولت مجھے اس شرط پر دو کہ میں لمحہ بھر کے لئے اپنے نبی کے دین سے منحرف ہو جاؤں ــــــــ تو یہ میرے لئے ناقابل قبول ہے۔

اس پر بادشاہ نے قتل کی دھمکی دی۔ آپ اپنے قول پر قائم رہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے اور تیر اندازوں سے کہا کہ حذیفہ کے ہاتھ پاؤں کو زخمی کریں۔ اس پر بھی آپ نے عیسائیت قبول نہیں کی۔ بادشاہ نے پھر انہیں سولی سے

---

[1] تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۱۴۶،

...نے کا حکم دیا۔ اور ان کے سامنے ایک تانبے کی دیگ کو آگ پر رکھ کر خوب گرم ...وایا۔ اور حضرت حذیفہ کے سامنے ہی اس میں ایک مسلمان قیدی کو ڈال کر جلا ڈالا۔ ...ور حضرت حذیفہ سے کہا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے عیسائیت قبول کرتے ہو یا نہیں؟ ...پ نے کہا نہیں، بادشاہ نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ انہیں بھی دیگ میں ڈالیں ...ب جلادوں نے حذیفہ کو پکڑا اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ بادشاہ ...سمجھا اب یہ خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ شاید میری بات مان لیں۔ اور اشکباری کا سبب ...چھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں اس بات پر رو پڑا کہ میری محض یہ ایک جان ہے جسے ...ضائے الٰہی کے لئے آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ کاش میرے جسم کے رونگٹوں اور ...ن کی مقدار میں میری جانیں ہوتیں تو اپنے مالک و مولا کی خوشنودی کے لئے میں ...ب کو کھولتی دیگ کے حوالے کر دیتا۔ بادشاہ نے حضرت حذیفہ کو قید میں ڈال دیا۔ ...ر وہاں خنزیر کا گوشت اور شراب ان کے کھانے پینے کے لئے بھیجتا رہا۔ مگر متعدد ...شبانہ روز گزر جانے کے باوجود انہوں نے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا ــــ ...دشاہ نے پھر اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور کچھ بھی نہ کھانے پینے کی وجہ دریافت کی تو ...حضرت حذیفہ نے کہا۔ حالت اضطرار میں اگرچہ ان حرام چیزوں کا کھانا بھی میرے ...لئے حلال تھا۔ مگر میں اس رخصت پر عمل کے ذریعہ اپنی عزیمت کو کمزور کرنا، اور تجھے ...خوشی دینا نہیں چاہتا۔

حضرت حذیفہ کو اپنے ایمان و ایقان میں اتنا پختہ اور ناقابل تسخیر دیکھ کر بادشاہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اس نے کہا کہ اگر تم میرے سر کو بوسہ دو تو میں تمہیں ...آزاد کر دوں۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا یہ شرط میں اس وقت قبول کروں گا جب تو ...میرے ساتھ میرے تمام مسلمان بھائیوں کو جو تیری قید میں ہیں آزاد کرنے کا وعدہ ...کرے۔ بادشاہ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت حذیفہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت قید سے ...رہا ہو کر مدینہ طیبہ پہونچے۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب واقعہ سنا تو فرمایا ــــ

مسلمانوں کو چاہیے کہ حذیفہ کی پیشانی کو بوسہ دیں۔ اور سب سے پہلے انہوں نے حضرت حذیفہ کی پیشانی کو چوما (رضی اللہ عنہم)[1]

حضرت عبداللہ بن حذیفہ کا یہ واقعہ تاریخ ملت مسلمہ کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ قرونِ اولیٰ بالخصوص جانباز اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم کے ایثار و قربانی، جانبازی و جاں سپاری پر تو خود رب تعالیٰ کا قرآن شاہد ہے۔ سورۃ النحل کی آیۂ مبارکہ کو تقیہ کے سلسلے میں اہل تشیع اپنی سب سے بڑی دلیل قرار دیتے ہیں۔

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ بَعْدَ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ

جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔[2]

آیئے اس آیتِ مبارکہ کی شانِ نزول ملاحظہ کیجئے۔

اعلانِ حق کی شاندار مثال

مکہ مکرمہ میں جانبازانِ رسول کی صف میں عمار، یاسر اور سمیہ کے نام اسلام کی تاریخ کے لعل جواہر ہیں۔ ایک بار کفارِ مکہ نے ان تینوں کو بہت اذیت دی تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر اسلام سے منہ موڑ لیں۔ مگر بے سود، بالآخر چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ دلدادگانِ ظلم و ستم نے حضرت سمیہ کے دونوں پاؤں دو اونٹوں کے پیروں سے باندھے۔ ابوجہل لعین نے ان کی شرمگاہ پر نیزہ سے وار کیا اور دونوں اونٹوں کو دو جانب ہانک دیا۔ حتیٰ کہ ایمان و اسلام کی پاداش میں ان کا سر دو حصوں میں چر گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ اور سمیہ کا نام شہدائے اسلام کے دفتر میں سب سے پہلے رقم کیا گیا ——— یہی نہیں اس کے بعد ان کے شوہر حضرت یاسر کو بھی نہایت بے رحمی سے قتل کیا۔ اور زن و شوہر دونوں یکے بعد دیگرے دولتِ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مگر کا یہ دلگداز واقعہ ماں باپ دونوں کی اس حالت میں شہادت نے عمار بن یاسر کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا

[1] تفسیر ابن کثیر [2] القرآن الکریم، سورۃ النحل، آیت ۱۰۶

اور انہوں نے طوعاً و کرہاً زبان سے کلمات کفر کہہ کر اس وقت اپنی جان بچالی۔ عمار کے والدین نے عزیمت پر عمل کیا، مگر عمار نے رخصت کو اپنایا۔ مگر ان کے دل میں شرم و ندامت کروٹ لینے لگی دوڑے ہوئے بارگاہِ رسول میں حاضر ہوئے لوگوں نے کہا عمار تو کافر ہو گئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔

"ہرگز نہیں، عمار تو سر سے لے کر پیر تک ایمان سے لبریز ہیں۔"

حضور اقدس عمار سے پوچھتے ہیں۔ اس وقت جب تمہاری زبان سے کلماتِ کفر ادا ہوئے، تمہارے دل کا کیا حال تھا۔ عمار نے عرض کیا "مطمئنا بالایمان" وہ تو ایمان سے مطمئن تھا۔ اس وقت یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی۔ اور آقائے نامدار نے اپنے غلام باوفا کے اشکِ ندامت اپنے دستِ مبارک سے پونچھ دیئے (تفسیر مظہری)

ہمشیرۂ فاروق اعظم کی اسلامی عزیمت

امام احمد رضا قدست اسرارہم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے معارج کے حوالے سے تحریر فرمایا۔

ابوجہل لعین نے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کروانے کے لئے انعام کا اعلان کیا۔ اور عمر ننگی تلوار لے کر گھر سے نکلے۔ ادھر رب تعالیٰ نے قسم فرمائی کہ اب یہ تلوار اس وقت تک نیام میں نہ جائے گی جب تک عمر خود کفار کو قتل نہ کریں۔ پھر عمر کو راہ میں نعیم بن عبداللہ صحابی ملے۔ اور کہا تم پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو بعد میں کچھ اور کرنا۔ وہیں سے پلٹ کر بہن، بہنوئی کے گھر آئے انہیں حضرت خباب سورۂ طٰہٰ کی تعلیم دے رہے تھے۔ عمر کی آہٹ سنکر حضرت خباب کوٹھری میں جا چھپے۔ بہن سے پوچھا کیا تو آبائی دین سے پھر گئی۔ جواب میں صالحہ بہن نے برملا اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور بالآخر آیاتِ قرآنیہ سنکر عمر کا دل بھی نورِ ایمان سے جگمگا اٹھا۔ اور انہوں نے دارارقم کے اندر خدمتِ رسول میں پہونچ کر کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ امام احمد رضا قدس سرہ حضرت عمر کی ہمشیر کی جرأت ایمانی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اسلام میں رافضیوں کا سا تقیہ کہاں؟ (بہن نے) صاف کہہ دیا۔ میں نے سچا دین اسلام قبول کر لیا"[1]

شیعہ مذہب میں تقیہ کی اہمیت

تقیہ اہل تشیع کے نزدیک ایک نہایت بنیادی عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان حضرات کے خیال میں دنیا کے اندر کئی مقدس شخصیات نے تقیہ کیا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے چار پکے ساتھیوں نے خلفائے ثلٰثہ یعنی سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی بیعت تقیہ کے طور پر کی تھی

احتجاج طبری میں ہے کہ

"سوائے علی کے اور ہمارے ان چاروں حضرات کے امت میں سے کسی نے ابوبکر کی بیعت جبر و اکراہ سے مجبور ہو کر نہیں کی"

اور اسی کتاب میں ایک نہایت ناشائستہ روایت بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر انہیں ان کے گھر سے گھسیٹتے ہوئے لایا گیا وہاں کچھ صحابہ تلواریں سونتے کھڑے تھے اور عمر نے دھمکایا کہ بیعت کرو ورنہ سرتن سے اڑا دو نگا اس وجہ سے حضرت علی نے مجبوراً بیعت کی[2]

گویا حضرت اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلٰثہ کی بیعت خوف یا دھوکہ دہی کے طور پر کی تھی۔ اور صرف انہوں نے ہی نہیں بلکہ تمام شیعی اماموں نے اپنے اپنے دور کی ظالم حکومت کے ساتھ ایسا ہی طریقہ اپنا رکھا۔ ایرانی انقلاب کے بانی جناب خمینی صاحب کے جانشین جناب علی خامنہ ای نے ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے۔

"ہمارے ائمہ اور سیاسی جد و جہد"

اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان حضرات ائمہ کی گویا پوری زندگی اسی ادھیڑ بن میں منہمک رہی کہ کس وقت حکومت وقت کے ہاتھ سے اقتدار کو چھین لیں

---

[1] الملفوظ، امام احمد رضا قادری $\frac{\text{ص}56}{\text{ج}4}$ [2] احتجاج الطبرسی ص: ۴۷، ۴۸

اور تخت حکومت پر قبضہ کر لیں۔ ہم طوالت مضمون کے خوف سے اس مضمون کے حوالوں کو قلم انداز کرتے ہیں۔ ایک جملہ ہی بطور نمونہ از بس ہے۔

"اگرچہ جب تک ہارون بقید حیات رہا، امام ہشتم کو بھی خاموشی اور تقیہ کی زندگی بسر کرنی پڑی۔ پھر بھی آپ کی جد و جہد اور سیاسی مہم جاری رہی ہے"[1]

شیعہ اصول فقہ میں بھی تقیہ کا لحاظ

تقیہ ان کے رگ و پے میں اتنا رچا بسا ہوا ہے کہ اپنی فقہ کے سلسلہ میں انہوں نے جو اصول فقہ ترتیب دیئے ہیں اس میں سنت تقریری کی بحث میں بھی اس بات کو شامل کرتے ہیں کہ معصومین (واضح رہے کہ ان کے نزدیک انبیاء کی طرح ائمہ بھی معصوم ہیں۔ بلکہ ائمہ کو انبیاء سے بھی زیادہ افضل کہتے ہیں، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح تمام ائمہ کے اعمال و اقوال کو بھی سنت کہتے ہیں۔ اور ائمہ کے قول فعل نیز ان کے سامنے کیا جانے والا ہر وہ کام جس کو انہوں نے دیکھا اور اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہو شریعت کا ماخذ ہے) کی خاموشی کہیں بطور تقیہ نہ ہو۔ چنانچہ مصادر فقہ کے تحت جناب سید مصطفےٰ محقق داماد شیعی ایرانی مجتہد نے سنت تقریری کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے معصوم کی تقریر یا تصدیق کے لئے دو شرطیں لازم،

"پہلی —— یہ کہ معصوم کو کامل طور سے فعل کی انجام دہی کی اطلاع رہی ہو یعنی وہ فعل مکمل طور سے امام کی موجودگی میں اور ان کے سامنے انجام پایا ہو۔

دوسری —— یہ کہ امام کے امر بمعروف اور نہی از منکر کے لئے کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔ یعنی امام فعل کے واقع ہونے کے وقت یا جگہ کے لحاظ سے خود عمل یا اس کے طریقۂ صحت میں اظہار نظر کے لئے کوئی مانع نہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ مختصر سی وضاحت ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں

---

[1] مقالہ ہمارے ائمہ اور سیاسی جد و جہد، مجلہ توحید، ج ۴، شمارہ ۶، ص ۱۱۲،

ائمہ علیہم السلام اور ان کے جملہ احباب باوفا ظالم حکام وسلاطین کی طرف سے ہمیشہ جاسوسوں کے زیر نظر رہے۔ اور بنیاد اسلام کی حفاظت، نیز مخلص وملی شیعوں کی بقاء کے لئے اکثر اس میں مصلحت تھی کہ خود کو ساکت و پنہاں کئے رہیں۔ جس کے مشہور مظاہر میں سے ایک تقیہ ہے۔ چونکہ غاصب اور ستمگر خلفاء زیادہ تر شیعوں کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے ائمہ علیہم السلام کے ارد گرد جاسوس معین کرتے تھے۔ اور یہ حضرات بھی اس بات سے واقف تھے۔ لہذا شیعی اقدامات کے پوشیدہ رکھنے کے خیال سے مجبوراً مختلف راہوں اور احتیاط کے گوناگوں طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے اکثر شرعی معیارات کے بیان کرنے کا موقع اور امکان نہ رکھتے ہوئے سکوت اور خاموشی کو ترجیح دیتے تھے۔ لہذا تقریر معصوم کے مطالعہ اور اس کی وقعت وحیثیت جاننے کے لئے ہمیشہ یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیے۔"[1]

علی خامنہ ای خمینی اور روایت تقیہ

نائب خمینی جناب علی خامنہ ای لکھتے ہیں۔

"اصل میں تقیہ کا مورد اور عنوان سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام روایات جو کتمان اور پردہ داری نیز خفیہ سرگرمیوں سے متعلق ہیں۔ ان کی چھان بین کی جائے تاکہ ایک طرف تو ائمہ علیہم السلام کے اس ادعاء اور ہدف کے پیش نظر جن کا گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے (یعنی کسی طور پر سیاسی غلبہ) اور دوسری طرف خلفائے زمانہ کے اس شدید رد عمل کے پیش نظر جو ائمہ علیہم السلام اور ان کے اصحاب کی سرگرمی اور سیاسی فعالیت کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تاکہ تقیہ کا صحیح اور حقیقی مفہوم سمجھا جا سکے۔"[2]

[1] مجلہ توحید، قم ایران، ج ۳، شمارہ ۶، ص، ۱۴۸، ۱۴۹،
[2] ہمارے ائمہ......... مجلہ توحید، ج ۴، شمارہ ۶، ص: ۱۲۸،

ان شیعہ حضرات کا کوئی عمل تقیہ سے خالی نہیں ہوتا۔ حتی کہ ان کی عبادات میں بھی تقیہ ہر جگہ گھسا پڑا ہے۔ اب افضل عبادات نماز ہی کو لے لیجئے۔ خدا کی اس عظیم ترین عبادت میں بھی انہوں نے تقیہ کے مسائل اور اس کے فضائل اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

"جو شیعہ کسی غیر شیعہ کے ساتھ جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی شیعیت کو پوشیدہ رکھتے ہیں ان کے اس تقیہ کی وجہ سے ان کو پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔"[1]

شیعی ولایت فقیہ کے مسند نشین جناب خمینی صاحب اپنی کتاب تحریر الوسیلہ میں نماز کے اندر تقیہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"دوسری چیز جو نماز کو باطل کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا جائے۔ جس طرح ہم شیعوں کے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ ہاں تقیہ کی حالت میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"[2]

اسی طرح آگے لکھا ہے۔

"نویں چیز جس سے نماز باطل ہوتی ہے وہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہنا ہے۔ البتہ تقیہ کے طور پر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔"[3]

شیعہ کتب حدیث اور تقیہ

تقیہ اہل تشیع کے نزدیک جب اتنا اہم کام ہے تو اس کا سراغ کتاب وسنت میں کچھ تو لگنا چاہیے

چونکہ اس چیز کا تعلق اسلام سے بالکل نہیں اس لئے مسلمان جسے کتاب وسنت (قرآن اور حدیث) کہتے ہیں ان میں تو واقعی یہ تقیہ کہیں نہیں ملتا۔ البتہ اہل تشیع کی اپنی حدیثوں میں اس کے لئے کافی مواد موجود ہے۔ قرآن کے بعد ان کے نزدیک جو صحیح ترین کتاب

[1] من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص: ۱۲۷، [2] تحریر الوسیلہ للخمینی ج۱، ص: ۱۸۶،
[3] تحریر الوسیلہ للخمینی ج۱، ص: ۱۹۰،

ہے۔ اس کے اندر تقیہ کا ایک مستقل باب موجود ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر ان کے صرف ترجمے ہی نذر قارئین کرتے ہیں۔

ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ اور جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین ہی نہیں۔[1]

حبیب بن بشر روایت کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد (امام باقر) سے سنا وہ فرماتے تھے۔ روئے زمین پر کوئی شے مجھ کو تقیہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ اے حبیب جو شخص تقیہ کرے گا۔ اللہ اس کو عظمت سے نوازے گا۔ اور جو تقیہ نہیں کرے گا۔ اللہ اس کو پستی میں گرا دے گا۔[2]

ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا تقیہ میرا دین ہے اور میرے آباء کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کا ایمان ہی نہیں ہے"[3]

اسی کتاب میں زرارہ سے مروی ہے وہ امام ابو جعفر (باقر) سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تقیہ ہر ضرورت کے لیے کافی ہے۔ اب صاحب تقیہ خود اپنی ضرورت کا زیادہ علم رکھتا ہے۔[4]

اصول کافی کتاب العلم میں زرارہ بن اعین کی روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں نے امام باقر سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے مجھے مسئلہ کا جواب دیا۔ اس کے بعد اسی وقت ایک اور آدمی آیا۔ اور اس نے بھی امام سے وہی مسئلہ پوچھا۔ تو انہوں نے اس کا کچھ دوسرا جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے بھی آ کر وہی مسئلہ پوچھا۔ تو امام نے اس کو (ان دونوں جوابوں

---

[1] اصول کافی، ص: ۴۸۲، [2] اصول کافی، ص: ۴۸۲
[3] " " ص: ۴۸۲، [4] " " ص: ۴۸۲

سے) مختلف جواب دیا۔ پھر جب لوگ چلے گئے تو میں نے امام سے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! عراق کے دو باشندے جو شیعان اہل بیت میں سے تھے۔ وہ آئے اور ان دونوں نے آپ سے ایک ہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے دونوں کو دو مختلف جواب دیا۔ (ایسا کیوں؟) تو حضرت امام نے فرمایا۔ اے زرارہ اسی میں ہماری اور تمہاری خیر و بقا ہے۔ اور اگر تم تمام لوگوں کا مسلک ایک ہو گیا تو لوگ تمہیں ہم سے تعلق کے معاملے میں سچا سمجھیں گے اور اس میں ہم سب کی بقا کو خطرہ ہے۔ اس کے بعد زرارہ نے کہا کہ میں نے ایک بار امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ آپ کے شیعہ ایسے باوفا ہیں کہ اگر انہیں نیزوں کے اوپر یا آگ میں کودنے کو کہا جائے تو وہ ایسا کر دیں گے۔ لیکن جب وہ آپ لوگوں کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ان میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔ زرارہ نے کہا کہ امام جعفر صادق نے میری اس بات کا وہی جواب دیا جو جواب ان کے والد امام باقر نے مجھے دیا تھا"[1]

اس روایت سے یہ پتہ چلا کہ یہ ائمہ تقیہ کے طور پر دینی مسائل بھی غلط بتاتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

شیعی حدیث میں بطور تقیہ حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کرنے کی مثال۔

ابان بن تغلب کی روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے والد (امام باقر)—

یفتی فی زمن بنی امیہ ان ما قتلہ البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ما قتل[2]

"دور بنو امیہ میں تقیہ کے طور پر یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کوئی باز و شاہین کا شکار

---

[1] اصول کافی، ص: ۴۰
[2] فروع کافی، ج ۲، ص: ۱۸۰

کرے اور وہ (قبل ذبح) مرجائے تو وہ حلال ہے۔ اور میں تقیہ نہیں کرتا تو کہتا ہوں کہ وہ حرام ہے۔[1]

فروع کافی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کی ذات جرأت و حق گوئی، خلوص و للہیت اور صبر و عزیمت کی شاہکار ہے۔ ان کی جانب ایک نہایت بزدلانہ بلکہ منافقانہ روایت منسوب ہے۔ العیاذ باللہ

"عامر بن سمط امام جعفر صادق سے راوی۔ انہوں نے بیان کیا کہ منافقین میں سے ایک آدمی مرگیا۔ تو حسین بن علی علیہما السلام گھر سے باہر نکلے اور جنازہ کے ہمراہ چلے تاکہ شرکت کریں۔ تو ان کا ایک غلام سامنے آگیا (جو میت کی منافقت کی وجہ سے شریک جنازہ نہیں ہونا چاہتا تھا) انہوں نے غلام سے فرمایا۔ اے فلاں تو کدھر جارہا ہے! اس نے عرض کیا میں اس منافق کے جنازہ سے بھاگ جانا چاہتا ہوں۔ امام حسین نے اس سے فرمایا۔ تم نماز میں میرے دائیں کھڑے ہوجاؤ، اور جو مجھے کہتے ہوئے سنو تم بھی کہو۔ (اس کے بعد امام جعفر کہتے ہیں جب ولی میت نے نماز جنازہ شروع کی اور تکبیر کہی تو امام حسین نے بھی تکبیر کہی۔ اس کے بعد کہا۔ اے اللہ اپنے اس بندے پر ایک ہزار لعنتیں کر، جو متواتر مسلسل ہوں، متفرق نہ ہوں، اور اے اللہ اسے اپنے بندوں میں ذلیل کر، اور اسے نار جہنم میں پہونچا۔ اور عذاب سخت کا مزا چکھا۔ یہ شخص تیرے دشمنوں سے دوستی کرتا تھا۔ اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور اہل بیت نبی سے بغض رکھتا تھا"[1]

شیعوں کی معتبر کتاب تہذیب میں ہے کہ مخالفین ولایت کے جنازے کو غسل دے اور نماز پڑھے، بلکہ اسے اہل خلاف کی طرح غسل دے۔ اس کے ساتھ جریدہ نہ رکھے اور نماز پڑھے تو دعا کی جگہ اس پر لعنت کرے۔[2]

---

[1] فروع کافی، ج ۱، ص ۹۹، ۱۰۰۔ [2] تہذیب، ج ۱، ص ۹۹۔

فروع کافی میں اس کے بعد ایسی ہی روایتیں حضرت امام زین العابدین اور سیدنا امام جعفر صادق سے بھی منسوب کی گئی ہیں۔

ہر سلیم الفطرت فکر خود فیصلہ کرے

یہ اور اس قسم کی درجنوں روایات کے ہوتے ہوئے دھوکہ دہی، فریب کاری مکاری و عیاری، اور منافقت کا بھی کوئی مفہوم باقی رہ جاتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا الفاظ اپنے اندر کوئی حقیقی معنی و مفہوم رکھتے ہیں تو حضرات شیعہ کے نزدیک جسے تقیہ کہا جاتا ہے اور جس کی مثالیں ان کی اصح کتب بعد کتاب اللہ اور دیگر دستاویزی ماخذ میں موجود ہیں، صرف ان کا ایک تقیہ اپنے اندر مکر و فریب، دجل و دغل اور دورخاپن اور منافقت کی تمام غلیظ ترین شاخوں کو لئے ہوئے ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ذرہ بھر ایمان رکھنے والا انسان بھی ان روایات کو خانوادہ نبوت کے مقدس فرزندوں کی طرف منسوب کرسکتا ہے، شیعیت کی پوری تاریخ اور تحریک کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک وسیع النظر فکر جس نتیجہ پر پہونچتی ہے وہ یہ ہے کہ تقیہ بھی اس فرقہ کی داغ بیل ڈالنے والوں کی ایک لازمی ضرورت تھی۔ ایک ایسا تیر بہدف نسخہ جو شیر خدا مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کر اہل تشیع کی تمام معتمد شخصیات کو اپنے خود ساختہ سانچہ میں فٹ کرسکے۔ جسے اگر ہم جناب خمینی صاحب کے لہجے میں کہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ تقیہ بانیان فرقہ شیعہ کا ایسا طاغوتی حربہ ہے جس نے اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کی جلالت مآب، سرمایۂ شجاعت، بے باک، نڈر، حق گو، حق شعار، نسل پاک پر صدہا سال تک حق پوشی، منافقت، دورخاپن، اور خلاف ضمیر زندگی گزارنے کا الزام لگایا ہے۔ (العیاذ باللہ)

سورۂ آل عمران کی آیت مبارکہ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْهُمْ تُقٰىةً (القرآن الکریم، سورہ آل عمران، آیت ۲۸)

"نہ بنائیں مومن کافروں کو اپنا دوست مومنوں کو چھوڑ کر اور جس نے کیا یہ کام پس نہ رہا اللہ سے (اس کا) کوئی تعلق، مگر اس حالت میں کہ تم کرنا چاہو ان سے اپنا بچاؤ۔"

اور یہ ہے ہمارا بے داغ آئینہ

لفظ "تقٰۃ" کی مفسرین اسلام نے جو تفسیر کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"اگر مسلمان کفار کے نرغے میں آجائے اور اسے اپنے قتل ہو جانے، مال چھن جانے، اور ناموس لٹ جانے کا قوی اندیشہ ہو، تو اس بے بسی کے عالم میں وہ ایسی بات کہہ سکتا ہے جس سے وہ کفار کے شر سے محفوظ رہے۔"

اس عالم خوف و خطر میں اسے یہ اجازت ہرگز نہیں کہ وہ ایسا فعل کرے ایسی بات کہے جس سے دوسرے مسلمان کو ایسا ضرر پہونچے جس کی تلافی نہ ہو سکے مثلاً کفار اس سے اگر کسی مسلمان کو قتل کرنے، زنا کرنے، کسی پاکدامن عورت پر بہتان لگانے یا کفار کو مسلمانوں کے راز بتانے پر مجبور کریں تو اس مسلمان کو اس امر کی ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان کاموں میں سے کوئی کام کرے۔

اگر وہ اپنی جان بچانے کے لئے زبان پر کلمۂ کفر لائے (جس طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کیا) اور اس کا دل مطمئن ہو تو اسے ایسا کرنے کی رخصت تو ہے لیکن اس کا ایمان پر ڈٹے رہنا اور اپنی جان دے دینا بہت افضل ہے۔

عصر حاضر کے اسلامی مفکر اور صاحب الرائے مفسر قرآن حضرت مولانا پیر کرم شاہ ازہری اہل تشیع کی تقیہ کے حق میں دلیلوں کا جائزہ لینے کے بعد اسلامی قانون میں جس حیلہ کو حلال کیا گیا ہے اور جو عزیمت کے مقابلہ میں محض ایک رخصت ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اس چیز کو اس تقیہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں جو مذہب شیعہ کا اصل عظیم ہے۔ اور بڑا کار ثواب ہے۔ جس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے وہ یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ اگرچہ خلفائے ثلٰثہ نے قرآن کی تحریف کر دی، احکام شریعت کو

بدل ڈالا، سنت رسول کو مٹا دیا۔ لیکن حضرت علی نے تقیہ پر عمل کیا اور خاموش رہے۔ بلکہ کاروبار حکومت میں ان کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ ان کے مال غنیمت سے اپنا حصہ قبول کرتے رہے۔ ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے —— استغفر اللہ! شاہ مرداں، شیر یزداں علیہ و آلہ افضل الثناء و اکمل الرضوان کی ذات مقدس پر یہ کتنا ناپاک بہتان ہے۔ ایسی بہتان تراشی پر ہم اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہیں"[1]

---

[1] تفسیر ضیاء القرآن، للعلامہ محمد پیر کرم شاہ الازہری، ج ۱، ص ۲۲۱،

باغِ فدک

باغ فدک

مسلما۔ اور شیعوں کے درمیان مختلف فیہ مسائل میں ایک باغ فدک کا بھی مسئلہ ہے۔ باغ فدک اور اس جیسے متعدد مسائل کی تحقیق کرنے والا صاف محسوس کرتا ہے کہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی ذوات مبارکہ سے بغض وعناد کے فاسد جذبات نے یہ مسائل اختراع کرائے ہیں۔ اور اہل ہوا وہوس نے بندر کے زخم کریدنے جیسی حرکتوں کے ذریعہ یہ مسائل پیدا کئے ہیں۔ آیئں کچھ آپ بھی جائزہ لیں۔

باغ فدک کیا ہے؟

فدک یہود کا ایک چھوٹا سا قریہ تھا۔ جس کے باہر کچھ باغ اور کاشت کی زمین تھی۔ قدیم دور میں اس علاقہ پر عاد وثمود کی بستیاں تھیں۔ بعد میں یہود نے وہاں بود وباش اختیار کی اور زراعت وآب رسانی کو ترقی دی[۱]

سنہ ۷ھ میں محاصرۂ خیبر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مبلغ بنا کر وہیں سے فدک روانہ فرمایا۔ اہل فدک نے حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کی دعوت قبول کرنے میں پس وپیش کی۔ مگر جب یہود کا مرکز یعنی خیبر فتح ہوگیا تو اہل فدک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قاصد بھیجا۔ اور اہل خیبر کی شرائط کے مطابق صلح کرلی۔ اور طے پایا کہ وہ فدک کی نصف پیداوار حضور کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ حضور نے ان کی پیشکش قبول کرلی۔ اس طرح فدک کی زمین خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئی۔ کیونکہ مسلمانوں نے اس کیلئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔ یعنی اس کے لئے جہاد نہیں کیا تھا[۲]

کچھ دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ فدک کی نصف زمین اور باغ دینے

کی بنیاد پر صلح ہوئی۔ الغرض فدک کی یہی آمدنی تھی جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال، ازواج مطہرات، بنی ہاشم کے افراد، مہمانوں، سفراء اور کچھ غریبوں اور یتیموں کی امداد پر خرچ فرماتے تھے۔ بعض اوقات اسی کے ذریعہ سامان جہاد مہیا فرماتے اور اصحاب صفہ کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ فدک کی آمدنی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی فاطمہ اور بنی ہاشم کے لوگوں کی مکمل کفالت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اس میں سے کچھ مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ وہ قطعہ زمین کچھ اتنا وسیع نہیں تھا جو مذکورہ بالا تمام ضرورتوں کا کما حقہ کفیل ہوتا۔ جیسا کہ روایتوں سے ظاہر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سارا جہان اور جو کچھ اس میں ہے سب کے سب منجانب اللہ مالک ومختار سرور ہر دوسرا رحمت کونین، مختار دارین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خزائن الارض کی کنجیاں پروردگار عالم نے انہیں عطا فرمائیں۔ اور جنت کی نعمتوں کا انہیں قاسم بنایا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالےٰ ہر شئے کا خالق ہے۔ اور سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عطا سے مالک ومختار ہیں۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضۂ واختیار میں

اور جملہ مخلوقات الٰہی سفرۂ انعام الٰہی پر حضور ہی کے صدقہ وطفیل رزق پا رہی ہیں۔ افراد امت حضور کی معنوی اولاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی بات تھی جو ذکر ہوئی۔

باغ فدک اور اسلامی روایات

باغ فدک کے بارے میں ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت بی بی فاطمہ زہرا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ فدک ان کے لئے

خاص کردیں، توحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے انکار فرمایا۔

وان فاطمة سألته ان یجعلها لها فأبی [له]

سیدہ فاطمہ نے حضور سے فدک کا سوال کیا تو حضور نے انکار فرمایا۔

• معلوم ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ کو عنایت نہیں فرمایا۔

• حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کے بارے میں کوئی وصیت بھی نہیں فرمائی کہ بنی ہاشم یا سیدہ فاطمہ کو دیا جائے۔ اس لئے کہ سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی مال ومنال اور دولت وثروت سے بے نیاز تھے۔ جود وکرم اور بخشش وعطا حضور کی صفت تھی۔ اور فقر حضور کی ردا تھی۔ جو کچھ سونا چاندی حضور کے پاس ہوتا سب راہ خدا میں جلد از جلد خرچ فرما دیتے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کسی کو دنیوی مال کا وارث نہیں بناتے۔

• ایک بار نماز عصر پڑھ کر نہایت سرعت سے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور سونے کا ایک ٹکڑا تھا جو لاکر خیرات فرمایا کہ مبادا وہ رات بھر گھر میں پڑا رہ جائے [له]

• مرض وصال میں گھر کے اندر کچھ اشرفیاں تھیں جنہیں راہ حق میں لٹا دیا۔ اور فرمایا۔ اللہ کا نبی اللہ سے اس حال میں نہ ملے کہ اس کے قبضہ میں یہ اشرفیاں ہوں [له]

آقا ومولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے لئے بھی کوئی مال اور دولت وثروت نہیں چھوڑی۔ بس ہر ایک ام المومنین کے لئے ایک ایک حجرہ تھا جو بنا کر حضور نے انہیں ہبہ فرما دیا تھا۔ ان حجروں کے سوا ان کے پاس نہ کوئی زر تھا نہ زمین۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ حضور نے سیدہ فاطمہ کے لئے بھی حجرہ عنایت فرمایا تھا۔ حضور کا ارشاد ہے۔

لا نورث ما ترکناہ صدقة [له] — ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد ازواج مطہرات

رضی اللہ عنہن نے چاہا کہ حضور نے جو کچھ باقی چھوڑا ہے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ تقسیم کرائیں۔ اس وقت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے حدیث مذکورہ لا پڑھ کر سنائی، جس کا علم ہر ایک کو نہیں تھا۔ تو تمام امہات المومنین نے طلب میراث کا مطالبہ واپس لے لیا [له]

صحیحین میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جماعت صحابہ کے سامنے جب یہ بات پوچھی کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "ہم کسی شخص کو وارث نہیں بناتے" تو تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ ہاں بیشک حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ اس مجمع میں منجملہ اور صحابہ کے حضرت عباس، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن وقاص بھی موجود تھے (رضی اللہ عنہم) اور سب نے یک زبان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ پھر سیدنا عمر نے بطور خاص حضرت عباس اور حضرت علی کو قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی تصدیق کی [له]

رسول اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے بعد وصال سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے جانشین رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاتون جنت کو اوپر گزری ہوئی حدیث شریف سنائی۔

بات ظاہر ہے کہ جس طرح امہات المومنین میں سے کچھ کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کا علم نہیں تھا اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ تقسیم وراثت چاہی تھی۔ مگر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سامنے آگیا تو سب نے آمنا وصدقنا کہہ کے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی شہزادی نے بھی محبوب رب العالمین کا فرمان مبارک سنکر طمانیت حاصل کرلی ہوگی۔

مگر بخاری شریف کی بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سیدہ فاطمہ زہرا کے سوال وجواب کے بعد ملتا ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور اسی حالت میں چھ ماہ بعد وفات پاگئیں۔ اس کے جواب میں علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ بات حدیث کے متن سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ راوی کا تبصرہ ہے جو ممکن ہے روافض کے پروپیگنڈے کا اثر ہو۔

شیخ محقق تحریر فرماتے ہیں۔

مطالبۂ فدک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کے دولت کدہ پر گئے۔ اور دھوپ میں ان کے دروازہ پر کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔

مطالبۂ فدک کے بعد سیدہ فاطمہ چھ ماہ بعد وصال فرماگئیں۔ طبقات ابن سعد امام شعبی اور امام نخعی کی روایات کے مطابق نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائی بعض دوسری روایات کی رو سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ شرم وحیاء اسلامی کا شاہکار تھیں کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مرد وعورت کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بابا جان میرا خیال ہے کہ عورت کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں کہ نہ کوئی غیر مرد اسے دیکھے اور نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے۔ یہ سن کر سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کیوں نہ ہو آخر بیٹی کس کی ہے؟ —— حضرت خاتون جنت نے اسی جذبۂ شرم وحیا کی وجہ سے اپنی میت جلد از جلد حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ صدیق اکبر) کے بنائے ہوئے لکڑی کے گہوارے میں پوشیدہ کرکے تجہیز وتکفین کی وصیت فرمائی تھی۔ جس پر عمل ہوا۔

شاہ عبدالعزیزؒ سے ایک سوال اور اس کا جواب

مسئلہ فدک کے سلسلہ میں مزید توضیح کے لئے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ایک فتوے کا خلاصہ زیر قلم لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال کا ماحصل

مسلم، ام المومنین عائشہ سے راوی کہ سیدہ فاطمہ نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں اپنی وراثت کا مطالبہ کیا، بخاری میں ہے۔ فغضبت فاطمۃ وخرجت عنہ ولم تتکلم حتی ماتت۔ پس فاطمہ غصہ ہوئیں۔ اور ان کے پاس سے چلی آئیں۔ اور وفات تک سیدنا صدیق اکبر سے بات نہیں کی۔ اور بخاری میں یہ بھی ہے کہ جس نے فاطمہ زہرا کو غصہ دلایا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

اور مسلم حضرت عمر سے راوی کہ انہوں نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا۔ (جو ایک طویل حدیث ہے) کیا آپ دونوں حضرات سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر دروغ گو گنہگار، بے وفا اور خائن ہیں۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ وہ نیک، سچے، راشد اور حق کے تابعدار ہیں۔ پھر وفات ہوئی ابوبکر کی اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں۔ اور ابوبکر کا ولی ہوں۔ تو کیا آپ دونوں حضرات کا خیال ہے کہ میں دروغ گو گنہگار، بے وفا اور خائن ہوں۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، راہ راست پر، اور حق کا پیروکار ہوں۔

معارج النبوت میں روایت ہے کہ وقف فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف نے اس موضع کو جس کی حدیں معلوم ہیں۔ حضرت فاطمہ کے لئے اور ایسا وقف کیا کہ حضرت فاطمہ کے سوا دوسرے کے لئے وہ موضع حرام کردیا گیا۔ اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے لئے یہ وقف ہمیشہ کے لئے کردیا اور شرط فرمادی کہ حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد یہ موضع ان کی ذریات کے لئے وقف رہے گا۔ تو جو شخص سن کر وقف کو تبدیل کردے تو اس کا گناہ تبدیل کرنے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

جواب کا خلاصہ

مسلم کی روایت سے کوئی تقصیر سیدنا صدیق اکبر کی ثابت نہیں۔ انہوں نے وراثت کے سلسلہ میں جواباً صرف حدیث رسول بیان کی۔ اور حدیث بیان کرنا بستانا نہیں ہے۔ اگرچہ بعض روایتوں سے

پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ نے وفات کے وقت تک سیدنا صدیق اکبر سے با
نہیں کی۔ لیکن اور کئی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ صدیق اکبر
خوش تھیں۔

اور یہ چیز امامیہ فرقہ کی روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ محاج السا
کے مصنف اور دوسرے شیعہ علماء نے حضرت صدیق اکبر کے سیدہ فاطمہ کے
جانے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر انہیں رضامند کرنے اور سیدہ
کے خوش ہونے پر پروردگار عالم کو شاہد بنانے کی روایت کی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "اغضاب" کا مطلب جان بوجھ کر اپنے قول ؤفعل
کے ذریعہ غصہ دلانا ہے جس کا صدور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ سے
نہیں ہوا۔ رہی بات سیدہ فاطمہ زہرا کی تو ان پاکان امت کو کبھی بلا تقصیر بھی غصہ
آ جاتا ہے۔

چنانچہ گئو سالہ پرستوں کے معاملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون
علیہ السلام پر غضبناک ہونا نص سے ثابت ہے [1]

دوسری روایت بھی مسلم میں ہے مسلم اور دیگر کتب صحیحہ میں واقعہ اس طرح
ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدیق اکبر کے پاس تھا۔ اور وہ اس سے
حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو خرچ دیتے تھے۔ ان کے بعد بنی ہاشم میں
حاجتمند تھے انہیں دیتے تھے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت علی اور
عباس آپ کے پاس آئے اور ترکہ حوالہ کرنے کا سوال کیا۔ تاکہ جس طرح حضور
صلے اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ اس ترکہ کو عمل میں لاتے رہے
ہم لوگ خود عمل میں لائیں۔ حضرت عمر نے ترکہ ان دونوں حضرات کے سپرد کیا۔ اور
کہا کہ آپ لوگ اسے باہم تقسیم نہ کریں۔ اور اس میں وراثت جاری نہ کریں۔

مگر پھر کچھ روز کے بعد حضرت عباس نے چاہا کہ یہ ترکہ تقسیم ہو۔ تو حضرت علی
نے اس بات سے انکار کیا۔ اس طرح باہم منازعت ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرت

نے حضرت عباس کو بے دخل کر دیا۔ حضرت عباس نے امیر المومنین حضرت عمر کے
پاس حضرت علی کی شکایت پیش کی۔ اس پر حضرت عمر نے حضرت عباس کی فہمائش
کے لئے مذکورہ بالا کلمات کہے تاکہ حضرت عباس حضرت علی کی نالش اور شکایت
سے باز رہیں۔ اور اس میں ترکہ کا حکم جاری نہ کریں۔ یہی حضور اقدس صلے اللہ
علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا عمل رہا۔ اور میں اور حضرت علی بھی یہی چاہتے ہیں۔ اور
وراثت انبیاء تقسیم نہ ہونے کی حدیث آپ حضرات کی روایت کردہ، اور توثیق
فرمودہ ہے۔ چنانچہ پھر حسب سابق عمل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ مروان نے اپنے دور میں
اس پر قبضہ کر لیا۔

اور اسلامی فقہ میں وقف کا یہ قانون ہے کہ ولی یا عصبات میں سے واقف
اگر کسی کو متولی مقرر نہ کرے اور انتقال کر جائے تو اس وقف کی تولیت والی آفاق
یعنی والی ملک سے متعلق ہوتی ہے۔ اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب ترکہ
وقف تھا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ولی ہوئے۔ لہٰذا اس کے انتظام اور تقسیم کی ذمہ داری
یکے بعد دیگرے ان حضرات پر آئی اور وہ لوگ اسے بحسن و خوبی انجام دیتے رہے
جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

"فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جس کی آمدنی حضور اپنے
اہل وعیال پر خرچ فرماتے تھے۔ اور بنی ہاشم کے بچوں کو دیتے تھے۔ اور اس
سے غیر شادی شدہ مرد و عورتوں کا نکاح کرتے تھے۔ ایک بار بی بی فاطمہ نے
سوال کیا کہ فدک ان کو عطا کر دیں۔ حضور نے انکار کیا۔ تو ایسے ہی حضور کی
حیات تک رہا یہاں تک کہ حضور کا وصال ہو گیا۔

فلما ان ولی ابو بکر عمل فیھا بما عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی حیاتہ حتی مضیٰ لسبیلہ فلما ان ولی عمر بن الخطاب عمل فیھا بمثل
ما عملا حتی مضیٰ لسبیلہ [1]

پھر جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کے بارے میں ویسے ہی عمل کیا جیسے حضور نے اپنی حیات مبارکہ میں کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھی رحلت فرما گئے

پھر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضور اور ابوبکر ہی کی طرح کیا۔ یہاں تک کہ وہ بھی انتقال فرما گئے۔"

اور اسی طرح یہ سلسلہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان غنی، ان کے بعد مولائے کائنات علی مرتضیٰ اور سیدنا حسن مجتبیٰ سے گزرتا ہوا مروان تک پہونچا۔ تمام خلفائے راشدین حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت حسن مجتبیٰ نے بھی فدک کے معاملہ میں طریقۂ نبوی، طریقۂ صدیقی، طریقۂ فاروقی و عثمانی ہی پر خود بھی عمل فرمایا۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ بھی اس باب میں بالکل مطمئن تھے۔ البتہ جب مروان بن الحکم (متوفی ۶۵ھ) کا زمانہ آیا تو اس نے فدک کو اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) رضی اللہ عنہ نے فدک کو اپنے دور میں پھر دوبارہ دور نبوی و دور خلفائے راشدین کے مطابق کر دیا

کم نظر روافض نے مالک جنت کی شہزادی سیدہ فاطمہ زہرا (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا وعلیہا الیٰ یوم القیامۃ) سے جوڑ کر مسئلہ فدک کو اتنا بڑھایا جس سے کوئی غیر جانب دار انسان یہ خیال کر سکتا ہے شہزادی رسول بھی زمین کے ایک معمولی ٹکڑے کی خاطر اپنے باباجان کے یار غار صدیق سے عمر بھر ناراض رہیں۔ کیا انہیں زمین اور باغ کا یہ حصہ اتنا پیارا تھا۔ کیا وہ معاذ اللہ اس دنیوی متاع کی اتنی خواہشمند تھیں۔ نہیں، اور ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمارا تو ایمان ہے کہ دنیا کی ساری آراضی اور اس کے ظاہر و پوشیدہ سارے خزانے سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے لئے اتنے قابل التفات بھی نہیں تھے۔ جس کے لئے وہ اخلاق نبوی کے دائرہ سے باہر سوچ بھی سکتی تھیں۔ یہ سب فتنہ انگیز عناصر کی من گھڑت کہانیاں ہیں۔ جو ان مقدس ہستیوں کے حوالہ سے اختراع کی گئی ہیں۔ مگر اس سے ان کی سراسر توہین ہوتی ہے۔

فدک کے باب میں شیعہ اپنی روایتوں کی رو سے یہ الزامات عائد کرتے ہیں:

) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سیدہ فاطمہ کا ترکہ نہ دینے کے لئے خود حضور کی
ـ حدیث کو پیش کر دیا کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

)) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا مگر حضرت ابوبکر نے
ے نہیں مانا۔ حضرت فاطمہ نے گواہ کے طور پر حضرت علی اور ام ایمن کو پیش کیا۔
انہوں نے کہا ایک عورت اور گواہ ہونی چاہئے۔ اس پر سیدہ فاطمہ ناراض ہو گئیں،
وصیت کی کہ حضرت ابوبکر میرا جنازہ نہ پڑھائیں۔ چنانچہ انہیں راتوں رات دفن
باگیا۔

)) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا کے لئے فدک کی وصیت کی تھی۔
ضرت ابوبکر نے پھر بھی فدک انہیں نہیں دیا۔
مسئلہ فدک آگے چل کر اور ترقی کر گیا، اور اس سلسلہ میں شیعی چابکدستوں نے مزید
غور کر کے اسے توسیع دی۔ چنانچہ جناب خمینی صاحب کے جانشین علی خامنہ ای
لکھا ہے۔

۴) ہارون رشید نے حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر علیہما السلام کے سامنے مسئلہ فدک
ا۔ اور کہا کہ آپ فدک کے حدود اربعہ کا تعین کر دیں تو ہم وہ آپ کے حوالے کر دیں
ن کا خیال تھا کہ اس طرح فدک کا نعرہ جو ہمیشہ تاریخ میں اہل بیت کی مظلومیت کے
ان سے دہرایا جاتا رہا ہے اس کو بے اثر بنا دے۔ اور شاید اس طرح اپنے اور
مین فدک کے درمیان فرق جتانا بھی مقصود رہا ہو۔ چنانچہ حضرت پہلے تو اس کی
خواست رد کر دیتے ہیں۔ اور جب اس کی طرف سے اصرار بڑھتا ہے تو کہتے ہیں
فدک واپس ہی کرنا ہے تو اس کے حقیقی حدود کے ساتھ واپس کرو۔ اس کے بعد
ون نے کہا کہ اس کی ایک حد عدن، دوسری سمرقند، تیسری افریقہ، اور چوتھی ان
مدروں کا کنارہ، جن میں ارمنستان وغیرہ جزیرے ہیں۔ (یہ دراصل اس وقت

کی دولت اسلامیہ کی حدود اربعہ ہیں) یہ سنکر ہارون کا پارہ آخری نقطہ پر پہونچ گیا تھا۔ غصہ اور کھسیاہٹ میں کہتا ہے۔ پس ہمارے لئے اب کیا بچا۔ اٹھئے اور میری جگہ بیٹھ جائیے (اس سلسلہ میں شیعی رہنما کے آخری الفاظ یہ ہیں) اسی کے بعد ہارون امام کے قتل کا ارادہ کرلیتا ہے۔ (ملخصاً) ؁۱۲

- اس کے علاوہ کلینی کی ایک روایت ہم یہاں فتاوی عزیزیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لما ورد ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام علی المھدی یراہ یرد المظالم فقال یا امیر المؤمنین ما بال مظلمتنا لا ترد فقال لہ وما ذلک یا ابا الحسن قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ لما فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک وما والاھا لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآت ذا القربیٰ حقہ فلم یدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ھم فراجع فی ذلک جبرئیل علیہ السلام وراجع ربہ فاوحی اللہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا فاطمۃ ان اللہ امرنی ان ادفع فدک الیک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ ومنک فلم یزل وکلائھا فیھا حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما ولی ابوبکر اخرج عنھا وکلائھا فاتتہ فسألتہ ان یردھا علیھا فقال لھا ائتنی باسود او احمر یشھد لک فجاءت بامیر المؤمنین علیہ السلام وام ایمن فشھدا فکتب لھا التعرض فخرجت والکتاب معھا فلقیھا عمر فقال ما ھذا معک یا بنت محمد قالت کتاب کتبہ لی ابن ابی قحافۃ قال اَرِینیہ فابت فانتزعہ من یدھا ونظر فیہ ثم تفل فیہ ومحاہ وخرقہ وقال لھا ھذا لم یوجف علیہ ابوک بخیل ولا رکاب فضعی الحبال فی رقابنا فقال لہ المھدی حدھا لی فقال حد منھا جبل احد وحد منھا عریش مصر وحد منھا سیف البحر وحد منھا دومۃ الجندل ھی حصن علی عشر لیلۃ من المدینۃ وحد منھا عریش مصر فقال لہ کل ھذا قال

یا امیر المؤمنین ھذا کلہ مما لم یوجف اھلہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر فیہ۔

یعنی جب ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام مہدی کے پاس وارد ہوئے اور ان کو دیکھا کہ لوگوں کا مظالم واپس کرتے ہیں۔ یعنی جس کا مال ظلم سے کسی نے لیا ہے وہ اس کو واپس دلواتے ہیں۔ تو ابو الحسن نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم لوگوں کی چیز جو ظلم سے لے لی گئی ہے۔ اس کا حال کیا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو واپس نہیں دلواتے۔ تو مہدی نے کہا کہ اے ابو الحسن وہ کیا چیز ہے؟۔ تو ابو الحسن نے کہا کہ تحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے جب اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو فدک اور اس کے متصل کی زمین پر فتح دی کہ اس پر گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہو کر حملہ نہ کیا گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ صاحب قرابت کو اس کا حق دیجئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ ہوا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ تو یہ امر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اور انہوں نے اپنے پروردگار سے پوچھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ فدک حضرت فاطمہ کو دیجئے۔ تو حضرت فاطمہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا۔ اور کہا کہ اے فاطمہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ میں تم کو فدک دوں۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے قبول کیا۔ جو مجھ کو اللہ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ملا۔ پھر برابر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلاء یعنی کارپرداز اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رہے۔ پھر جب ولی یعنی متصرف حضرت ابوبکر ہوئے تو اس مقام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وکلاء یعنی کارپردازوں کو نکال دیا۔ تو حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لائیں۔ اور کہا کہ آپ فدک ہم کو واپس دیدیں تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ ہمارے پاس اسود اور احمر کو لے آؤ کہ وہ

تمہارے موافق شہادت دیویں۔ توحضرت فاطمہ حضرت امیرالمومنین اور ام ایمن کو لے آئیں۔ ان دونوں نے حضرت فاطمہ کے موافق شہادت دی۔ توحضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے لئے لکھ دیا کہ فدک کے بارے میں تعرض نہ کیا جائے گا۔ توحضرت فاطمہ باہر تشریف لائیں اور وہ نوشتہ آپ کے پاس تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ توحضرت عمر نے کہا کہ اے صاحبزادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، یہ کیا چیز تمہارے پاس ہے تو کہا ایک نوشتہ ہے یہ میرے واسطے ابن ابی قحافہ نے لکھ دیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ یہ نوشتہ مجھ کو دکھاؤ حضرت فاطمہ نے انکار کیا تو حضرت عمر نے آپ کے ہاتھ سے وہ نوشتہ کھینچ لیا اور اس کو دیکھا اور اس پر تھوک دیا۔ اور اس کو مٹا دیا اور چاک کر دیا اور حضرت فاطمہ سے کہا کہ اس پر تمہارے والد نے گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نہیں کیا تھا کہ تم جال ہم لوگوں کی گردن میں رکھتی ہو۔

ابوالحسن سے مہدی نے کہا کہ اس کی حد مجھ سے بیان کرو تو ابوالحسن نے کہا کہ اس کے ایک جانب کی حد جبل احد ہے، اور دوسرے جانب کی حد کنارۂ دریائے شور ہے، اور تیسرے جانب کی حد دومۃ الجندل ہے۔ اور یہ ایک قلعہ ہے کہ مدینہ منورہ سے پندرہ دن کی راہ کے فاصلے پر ہے۔ اور اس کے چوتھے جانب کی حد عریش مصر ہے۔

مہدی نے ابوالحسن سے کہا کہ کیا یہ سب ہے تو ابوالحسن نے کہا کہ ہاں!— یا امیرالمومنین یہ سب ہے۔ یہ سب اس چیز سے ہے کہ وہاں کے لوگوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گھوڑا اور اونٹ ہمراہ لیکر حملہ نہ کیا تو مہدی نے کہا کہ بہت ہے۔ اور یہ قابل غور ہے" ؎

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس روایت کے بارے میں اپنے فتوے کے اندر اتنا ہی لکھ کر بات ختم کردی کہ یہ تمام کی روایت سراسر دروغ اور افترا ہے

فدک کے سلسلہ میں اب ہم معزز قارئین کے سامنے حضرات شیعہ کے فاسد پروپیگنڈے کے خلاف خود ان کی حدیث سے نہایت ٹھوس ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوجائے گا کہ سیدنا صدیق اکبر اور تمام خلفائے راشدین نے اس سلسلہ میں جو عمل کیا وہ عین حق تھا۔

فئی اور انفال

سب سے پہلے فئی اور انفال کی قرآنی تعریف ملاحظہ کریں۔ اس کے بعد شیعی کتب کی دو معتبر روایتیں لکھی جائیں گی۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ (القرآن)	جو فئی دلایا اللہ نے اپنے رسول کو اہل شہر سے وہ اللہ اور رسول کے لئے ہے۔ اور رشتہ داروں، یتیموں ——— اور مسافروں کے لئے

شیخ محقق فرماتے ہیں۔

فئی کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ اس میں خمس و تقسیم نہیں ہے۔ اور اس کی تولیت حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے ہے"

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ، ص : ۴۴۶)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔

حکمه ان یکون لکافة المسلمين ؎	فئی کا حکم یہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لئے ہے۔

قرآن مجید میں آٹھویں سورہ "الانفال" ہے۔ انفال نفل کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ مال غنیمت کے ہیں۔ اسی سورہ میں ہے۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ	آپ فرمایئے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔

تفسیر مظہری میں ہے۔

"الانفال یعنی الغنائم والنفل الغنم لانہا من فضل اللّٰہ و عطائہ"

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اموال غنیمت وہ ہیں جو جہاد کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ سورۂ انفال کی شانِ نزول یہ ہے کہ فتح بدر کے بعد مجاہدین صحابہ اموال غنیمت پر قدیم عرب دستور کے مطابق ٹوٹ پڑے۔ اور اس سلسلہ میں باہم الجھنے لگے۔ اس پر انفال کا نزول ہوا۔ اور حضور نے انہیں غنیمت کے مال کے احکام سنائے اور اپنے دست مبارک سے سب کو مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔

تفسیر قرطبی میں ہے حضرت عبادہ بن صامت نے کہا۔

"فینا معشر اصحاب بدر نزلت حین اختلفنا فی النفل وساءت فیہ اخلاقنا فنزعہ اللّٰہ من ایدینا وجعلہ الی الرسول فقسمہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" (قرطبی)

فدک اور اصول کافی کی دو روایات

باغ فدک کے سلسلہ میں عوام کو غصب اور ظلم کی داستان سنانے والے ایسا لگتا ہے کہ خود اپنی بنیادی کتابوں کے مندرجات سے بھی نابلد ہیں۔ آیئے اصول کافی کی ایک روایت دیکھئے اگرچہ یہ روایت بھی اس تناظر میں لائی گئی ہے کہ فدک از قسم فئی نہیں ورنہ احادیث فدک کو محدثین اسلام فئی کے تحت لاتے ہیں

کانت فدک لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاصۃ لانہ فتحہا وامیر المؤمنین لم یکن معہما احد فزال عنہا اسم الفئی ولزمہا اسم الانفال ۔

فدک بطور خاص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تھا۔ چونکہ اسے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین علی ہی نے فتح کیا تھا۔ جن کے ہمراہ کوئی اور نہیں تھا۔ تو اس کا نام فئی نہیں ہو سکتا —— بلکہ اس کا نام انفال ہے۔

اس روایت کے کل مفہوم سے ہمیں یہاں بحث مقصود نہیں۔ اور نہ ہمیں اس بات

[...]ن کرنی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف آپ [...]وں حضرات فدک تشریف لے گئے تھے یا نہیں؟ —— اور اگر گئے تھے تو آپ [...]ضرات کے ہمراہ کوئی تیسرا بھی تھا یا نہیں؟ —— ہمیں اس روایت کی صرف یہ [...]ت نوٹ کرنی ہے کہ فدک اصول کافی کی اس روایت کے بموجب فئی نہیں "انفال" ہے۔ [...]اب اگر ہم فدک کو انفال ہی مان لیتے ہیں۔ تو خود انفال کی تعریف اور حکم اسی اصول کافی [...]ں جو کچھ پایا جاتا ہے اسی کے مطابق تو سیدنا صدیق اکبر اور ان کے بعد تمام خلفائے [...]اشدین نے فدک کے باب میں عمل کیا۔ پھر بھلا اختلاف کس بات کا؟ —— غصب [...] ثابت ہوا۔ ظلم کہاں برپا ہوا۔ اور سیدہ فاطمہ کا حق کہاں مارا گیا؟ لیجئے انفال کی [...]ریف اور حکم پڑھئے۔

قال الانفال ما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صالحوا او قوم اعطوا بایدیہم [...]ل ارض خربۃ او بطون [...]ودیۃ فہو لرسول اللّٰہ صلی [...]اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وہو [...]لامام بعدہٗ یضعہ حیث [...]یشاء ۔[۱]

فرمایا انفال وہ ہوتا ہے جو لشکر کشی کے ذریعہ حاصل کیا جائے، یا دشمن جنگ سے صلح کرتے ہوئے پیش کرے، یا کوئی قوم حکومتِ اسلامیہ کو از خود دے، یا وہ زمین جو لاوارث غیر آباد چلی آتی ہو، یا دریاؤں یا پہاڑی نالوں کی وادیاں ہوں (یہ سب انفال ہیں) انفال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور حضور کے بعد جو امام اور خلیفہ ہو وہ اس کا مالک ہوگا —— جیسے چاہے تصرف کرے۔

اتنے پختہ ثبوت کے بعد اس کے عین مخالف اس روایت کو بھی پڑھئے۔ اور اس مسئلہ میں خود اپنی فہم ایمانی و درایت سے فیصلہ مان گئے۔

فروع کافی میں ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔

"مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے پہلے خلفاء نے دیدہ و دانستہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا۔ عہد توڑا۔ اور سنت کو بدلا۔ اگر میں ان احکام کے

چھوڑنے پر آمادہ کروں۔ اور حضور کے زمانے میں جس طرح احکام تھے اس طرح کر دوں تو میرا لشکر مجھ سے الگ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ یا تھوڑے سے شیعے میرے ہمراہ رہ جائیں گے۔

اس کے بعد اس روایت میں وہ احکام شمار کرائے گئے ہیں جو (بزعم شیعہ) خلفائے ثلثہ نے بدل دیئے تھے۔ انہی میں کا ایک مسئلہ مسئلہ فدک بھی ہے۔ اس کے حق میں فرمایا۔

اگر میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو دے دیتا تو لوگ مجھ سے متفرق ہو جاتے۔ [۱۷]

کمال یہ ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی ان تمام مسائل کو جو شیعوں کے خیال کی رو سے خلفائے ثلثہ نے خلاف سنت نبوی بدل ڈالے تھے درست نہ فرمائے۔ اور جوں کے توں برقرار رکھے۔ حتی کہ باغ فدک کا مسئلہ بھی حل کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں جو فیصلہ کیا تھا، مولائے کائنات علی مرتضیٰ نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔ اب حضرات شیعہ خود بتائیں کہ حضرت علی نے ایسا کیوں کیا؟۔

باغ فدک کے سلسلہ میں شیعوں کے تمام پادر ہوا اعتراضات کا جواب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دہم کے اندر (باب دہم در مطاعن خلفاء) بارہویں، تیرہویں اور چودہویں طعن کے جوابات کی شکل میں نہایت تفصیل سے دیا ہے۔ اہل ذوق تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

مسئلہ فدک کے سلسلہ میں موافق و مخالف دستیاب مآخذ کی روشنی میں ہر انصاف پسند قاری بآسانی اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کے عناد میں مخالفین نے اس بات کو بھی اپنا خاص عنوان بنا لیا ہے۔ اور بلا وجہ بات کو بتنگڑ بنا کر مقدس اصحاب کی شان میں گستاخی کر کے اپنے اعمال نامے سیاہ کئے ہیں ورنہ فدک کا مسئلہ سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔ اسلامی مآخذ و مصادر سے

…ور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا فدک کے سلسلہ میں وصیت کرنا ثابت ہی نہیں ہے۔ …ر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث اگر سیدنا صدیق اکبر ان کی شہزادی کو سناتے …ں تو ایک فرماں بردار بیٹی کو ایسے بے مثال باپ کی حدیث مبارک سنا کر اپنا دینی …ادا کرتے ہیں نہ یہ کہ ایذا پہونچاتے ہیں۔ اور اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے …ی صاحبزادی ام المومنین عائشہ کو بھی تو میراث نہیں دی۔ پھر اس کو کیا کہیں گے۔ …رض فدک کا معاملہ منجملہ ہزارہا مسائل خلافت کے ایک مسئلہ تھا۔ جس میں قرآن و حدیث …کے مطابق عمل کیا گیا۔ اہل عناد نے اسے فتنہ بنا لیا تو یہ ان کا عمل ہے ؎

مہ نوری فشاند وسگ بانگ می زند
او را چہ جرم خاصیت سگ ہمی بود

مراجع

۱۔ معجم البلدان، لفظ قری ج ۷، ص ۲،
۲۔ سیرت ابن ہشام ج ۲، ص: ۲۵۲
۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص، ۳۵۶،
۴۔ " " ص: ۱۶۶،
۵۔ اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی المولیٰ عنہ، ج ۲، ص: ۸۴۔
۶۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۰،
۷۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص، ۹۱،
۸۔ صحیح بخاری، ج ۲، ۵۷۵، صحیح مسلم، ج ۲، ص: ۹۰،
۹۔ اشعۃ اللمعات، ج ۳، ص: ۴۵۴،
۱۰۔ فتاویٰ عزیزی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (اردو) ص: ۷۱،
۱۱۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص، ۳۵۶،
۱۲۔ مجلہ توحید قم ایران، ج ۴، شمارہ ۶، ص: ۱۲۴،
۱۳۔ فتاویٰ عزیزی، اردو، مطبوعہ کراچی، ص، ۷۰۰-۷۱،
۱۴۔ مرقاۃ، ج ۴، ص: ۳۱۳،
۱۵۔ اصول کافی، ص: ۳۱۵،
۱۶۔ " ص، ۳۵۲،
۱۷۔ فروع کافی، کتاب الروضہ، ص، ۲۹،

غدیر خم

اور اس کے وارث جناب خمینی

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی قدیم و جدید شاہراہ کے قریب جحفہ اور غدیر نامی بستیاں تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج وداع سے واپسی کے موقع پر جحفہ اور غدیر خم کے مقام سے گزرے تھے۔ یہ بستی غدیر خم بحر احمر سے دس کلو میٹر دور تھی۔ اس زمانے میں وہاں بنو خزاعہ اور بنو کنانہ کے لوگ رہتے تھے۔ سنہ ۱۰ھ حج وداع کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قافلہ حجاج میں خطبہ دیا۔ اور لوگوں سے پوچھا۔

اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔ کیا میں تمہارے نفوس (تمہاری جانوں) پر تم سے اولی نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا۔ بلی کیوں نہیں، آپ ضرور اولی ہیں — فرمایا۔ فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ تو جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ اس واقعہ سے شیعہ حضرات یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کا اعلان تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اعلان ہی اعلان خلافت علی تھا تو خود حضرت علی نے اپنے اس حق کا اعلان کیوں نہیں کیا؟

غدیر خم کے اس خطبۂ نبوی کے اسباب و وجوہ پر نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ سے کچھ دنوں پہلے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو یمن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ متعین فرمایا تھا۔ وہ جماعت جب یمن سے لوٹ کر آئی تو اس جماعت کے بعض اکابر صحابہ مثلاً حضرت بریدہ اسلمی، اور حضرت خالد بن الولید وغیرہ رضی اللہ عنہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چند شکایات بے جا رکھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو مصلحتاً الگ الگ جواب دے کر خاموش نہیں فرمایا۔ بلکہ موقع مناسب دیکھ کر مکہ معظمہ سے لوٹتے ہوئے مجمع صحابہ میں حضرت علی مرتضیٰ سے بایں الفاظ اپنے

تعلق وداد و محبت کا اظہار فرمایا کہ پہلے لوگوں سے جمع کر کے سوال کیا۔

یا معشر المسلمین الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلی!
قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ
وعاد من عاداہ۔

اے مسلمانو! کیا میں تمہیں اپنی جانوں سے زیادہ دوست نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا۔ بیشک آپ ہیں۔ فرمایا جس کا میں مولا ہوں علی اس کے مولا ہیں اے اللہ دوست رکھ اسے جو علی کو دوست رکھے۔ اور اسے دشمن رکھ، جو انہیں دشمن رکھے۔

اس طرح اپنے اس خطبۂ مبارکہ کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کو واجب قرار دے دیا۔ یمن سے لوٹ کر چند شکایات بے جا کرنے والے چند صحابہ کو حضور اگر یہی بات فرماتے تو یہ اہمیت نہ ہوتی۔ جو مخصوص انداز میں خطبہ کے ذریعہ ہوئی۔ ان الفاظ مبارکہ کو خلافت بلافصل کی دلیل بنانا نہ لغوی اعتبار سے درست ہے نہ کسی اور لحاظ سے۔ اگر مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کو ولایت و امامت کبریٰ کے معنیٰ میں بفرض محال مان بھی لیں تو کیا؛ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں ابھی حیات ظاہری ہی میں ہیں بعینہ اسی زمانے میں حضرت علی مرتضیٰ بھی مسند خلافت پر متمکن ہیں۔ کیا یک وقت دو تصرف جمع ہو سکتا ہے؟ کیونکہ خطبۂ مبارکہ میں حضور کے بعد کی ولایت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حضرت امیر کی شرکت امارت کو جس طرح مسلمان ناممکن سمجھتے ہیں شیعوں کا بھی یہی خیال ہے۔ البتہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ حضرت علی مرتضیٰ سے محبت رکھنے میں کوئی استحالہ نہیں،

ابو نعیم نے حسن مثنیٰ بن حسن السبط رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ان سے ایک روز پوچھا گیا کہ کیا حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ خلافت علی پر نص ہے؟ فرمایا۔ اگر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے مراد خلافت ہوتی تو ضروری تھا کہ حضور اسے خوب

واضح فرماتے تاکہ سب مسلمان سمجھ لیں۔ کیونکہ حضور سب سے فصیح اور صحیح گفتگو فرمانے والے تھے۔ اگر اس سے مراد خلافت تھی تو بیشک وہ یوں فرماتے۔

یاایھاالناس ھٰذا والی امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا واطیعوا۔

اے لوگو! یہ میرے قائم مقام ہوں گے میرے بعد تم ان کی سنو اور اطاعت کرو۔

بخدا اگر خدا اور رسول علی کو اس کام کے لئے انتخاب فرماتے تو ناممکن تھا کہ علی اس حکم کی فرماں برداری نہ کرتے، اور قدم نہ بڑھاتے اور خدا ورسول کی اطاعت سے منہ موڑتے۔ کیا حضرت علی ان لوگوں کے پیشرو ہوتے، جو اہل خطا ہیں؟

اسی طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت حسن نے فرمایا۔ خبردار بخدا اگر خلافت مراد ہوتی تو صاف فرماتے۔ جیسے نماز و زکوٰۃ کی تصریح فرمائی [1]

گویا غدیر خم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ میں مولا کا معنیٰ حاکم، خلیفہ اور امیر لینا کسی طرح درست نہیں۔ قرآن مجید میں مولا کے معنیٰ دوست آئے ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ پس بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست اللہ ہے، اور جبریل ہیں، اور نیک بندے۔

خم غدیر اور خمینی صاحب

شیعہ قوم کے نزدیک یوم غدیر ایک عید ہے۔ اسے یہ لوگ گویا اعلان خلافت مرتضوی بلافصل کا دن خیال کرتے ہیں۔ امتداد زمانہ نے ان کے خیالات اور مزعومات کو اور پختہ بنا دیا ہے۔ غدیر کے عنوان پر یہ لوگ نہایت جذباتیت سے گفتگو کرتے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں تمام دنیائے شیعیت سے قطع نظر یہاں آپ کو پہلے جناب خمینی صاحب سے ملاتا ہوں وہ لکھتے ہیں۔

[1] تحفۂ اثنا عشریہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، (اردو) ص: ۲۲۲، ۲۲۵،

"عید غدیر کا روز وہ روز ہے جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کی ذمہ داری تعیین فرمادی۔ اور آخر تک کے لئے حکومتِ اسلامی کا نمونہ معین و مشخص فرمادیا۔ اور اسلام کی حکومت کا نمونہ ایک ایسی ذات کو قرار دیا ہے، جو تمام پہلوؤں سے پاک و پاکیزہ اور تمام جہتوں میں معجزہ ہے۔ یقیناً پیغمبر اکرم جانتے تھے کہ تمام معنوں میں کوئی بھی حضرت امیر علیہ السلام کا مثل نہیں ہو سکتا [1]

اپنی مشہور کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں

اور حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے حکمراں نامزد کر دیا۔ اور اسی وقت سے قوم کے دل میں سلسلۂ مخالفت کا آغاز ہوا [2]

حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ، خلافت راشدہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل ہونے والے نظام اسلامی کا عملی ڈھانچہ تھا جسے خود شارع علیہ السلام نے قیامت تک کے لئے دلیل شرعی قرار دیا۔ مگر جناب خمینی صاحب نے اپنی وصیت میں ان حضرات کو معاذ اللہ خواہشات نفسانیہ کا شکار، پیغمبر سے منحرف اور ان کی خلافت کو ملوکیت اور شہنشاہیت وغیرہ لکھا ہے۔

"ابتداء میں ہی مسلمان اور اسلام لوگوں کی خواہشات نفسانیہ کا شکار ہو گئے۔ یہ تمام مشکلات جن سے ہم آج دوچار ہیں ان کا سرچشمہ یہی نفسانی خواہشات ہیں۔ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد یہی خواہشات حکومت حق کی تشکیل سے مانع ہوئے۔ وہ حکومت جو اسلام چاہتا ہے، وہ حاکم جس کی تعیین کا حکم خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تھا اور جس کو رسول اکرم نے معین فرمادیا تھا، اگر اس میں لوگ مانع نہ ہوتے اور وہ نظام بروئے کار آتا، حکومت

[1] مجلۂ توحید، قم، ایران، ج ۷، شمارہ ۵، ص: آخر،

[2] اَلْحُکُوْمَۃُ الْاِسْلَامِیَّۃ، للخمینی، ص ۱۳۱

حکومت اسلامی ہوتی ۔ منتخب ہونے والا حاکم منصوص من اللہ حاکم ہوتا ۔ اس وقت لوگ سمجھتے کہ اسلام کیا ہے اور اسلامی حکومت کا کیا مطلب ہے ؟ لیکن افسوس ! رسول صلعم کے بعد عوام کو اس چیز سے منحرف کر دیا گیا ، جس کا پیغمبر نے حکم دیا تھا ۔ اور یہ انحراف ان کے زمانے تک محدود نہیں رہا ۔ بلکہ ان لوگوں نے زمین فراہم کر دی کہ آخر تک اسلامی حکومت تشکیل نہ پا سکے ـــــ حضرت امیر علیہ السلام اس بنیادی دشواری میں مبتلا ہو گئے جو ان لوگوں نے کھڑی کی تھی ۔ اور آپ کے بعد تو حکومت مکمل طور پر اپنی اسلامی صورت سے خارج ہو کر ملوکیت اور شاہنشاہیت میں تبدیل ہو گئی ۔ خود اسلام کو ، رسول خدا صلعم کے بعد چند روز کے علاوہ جبکہ امیر المومنین سلام اللہ علیہ دالی تھے ۔ اسلامی حکومت کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوئی ۔ وہ مختصر سا دور بھی مشکلات سے بھرا ہوا ۔ جنگ جمل کی مشکلات ، صفین کی مشکلات ، جنگ خوارج (نہروان) کی مشکلات ، مشکلات ہی مشکلات ، پھر بھی یہی چند روز جن میں حضرت امیر سلام اللہ علیہ نے حکومت کی ۔ اپنے حکومتی پروگرام معین و مقرر کر دیئے ۔ یہی چند روز مسلمانوں کے لئے ، اسلام کے لئے ایک درس عبرت بن گئے ۔ اگر لوگوں نے موقع دیا ہوتا کہ اسلامی حکومت اور اسلام کی پناہ میں حکومت قائم ہو ۔ لوگ اسلامی حکومت کی پناہ میں زندگی بسر کریں تو یہ تمام مشکلات پیش نہ آتیں ـــــــ عظیم ترین مصیبت جو اسلام پر وارد ہوئی یہی حضرت امیر سلام اللہ علیہ سے حکومت سلب کر لئے جانے کی مصیبت ہے ۔ آپ کی عزا کربلا کی عزا سے بالاتر تھی ۔ امیر المومنین پا در اسلام پر پڑنے والی مصیبت اس مصیبت سے بالاتر ہے جو سید الشہداء سلام اللہ علیہ پر وارد ہوئی ۔ تمام مصیبتوں میں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ لوگوں کو موقع نہیں دیا گیا کہ وہ سمجھ سکیں اسلام کسے کہتے ہیں ؟ اسلام آج بھی حالت ابہام میں زندگی بسر کر رہا ہے اب بھی مبہم ہے ۔ آج لوگ نہیں جانتے کہ اسلام کا مطلب

کیا ہے ؟ اسلامی حکومت کیا چیز ہے ؟ اسلام کیا کرنا چاہتا ہے ؟ اسلام کے حکومتی منصوبے کیا ہیں ؟ [1]

غدیر اور شیعی مضمون آرائی

مجلۂ توحید کی ساتویں جلد کا چوتھا شمارہ ، امام خمینی کی شخصیت اور افکار پر مشتمل ہے ، اس شمارہ کا اداریہ (شذرہ) امام خمینی وارث غدیر کے عنوان سے لکھا گیا ہے مضمون کی ابتدا سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵ سے کی گئی ہے ۔ پھر بتایا گیا ہے کہ چودہ سو سال قبل ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ تاریخ اسلام کا عظیم دن ، آخری حج سے واپسی پر میدان غدیر میں دور ختم نبوت کا عظیم ترین اجتماع ، اکمال دین ، اتمام نعمت ، اور رضایت خداوند متعال کی خوش خبری ، عالم کفر و الحاد کی مایوسی ، اسلامی حکومت کی تاسیس کا دن ـــ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت و رسالت کو معراج کمال حاصل ہو گئی ، کیسے کیسے ظلم و ستم کا خاتمہ ہوا ۔ اور کیسے کیسے ظالم و ستمگر نمونۂ عبرت بن گئے ۔ (ص : ۵ ملخصاً)

اس کے بعد سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۵ ۔ حضرت ختمی مرتبت کی رسالت کے ۲۳ سالہ دور کی تکمیل ، غدیر کا بے کراں بیابان ، آفتاب کی تمازت سے تپے ہوئے چہرے ، حاجیوں کے ماتھوں پر پسینہ کی بوندیں ، ایک غیر معمولی کیفیت سے دوچار مسلمان ، ایسے میں جبرئیل امین کا پیغام خدا کے ساتھ نزول ،

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (الآیۃ ، مائدہ ، ۶۷)

یعنی اے ہمارے رسول جو کچھ آپ پر خدا کی جانب سے نازل کیا جا چکا ہے ۔ لوگوں تک پہونچا دیجئے ۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا کوئی کار رسالت ہی انجام نہیں دیا ؟

واقعہ غدیر کا ماخذ یہی قرآنی آیت ہے جو مولائے متقیاں علی بن ابی طالب کی

---

[1] صحیفۂ نور (خطبات امام خمینی) ج ۱ ، ص : ۱۶۵ ، ۱۶۶ ،

جانشینی کے اعلان کا سبب بنی اس اعلان کے ذریعہ خداوند عالم نے رسول اسلام کی جانشینی کے موضوع کو معین کردیا[۱]۔

شیعی تفاسیر کی رُو سے آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ الآیۃ، آیۃ غدیر ہے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو غدیر خم میں اپنی جگہ پر نصب کرکے ان کی ولایت کا اعلان کیا تو جبریل اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ لیکر نازل ہوئے[۲] "امامت و رہبری" کے عنوان سے مجلۂ توحید" تہران میں علمائے شیعہ کے استاد مرتضیٰ مطہری کا مضمون کئی قسطوں میں چھپا ہے۔ اس کے اندر حدیث غدیر پر آنجناب کا بیان قابل دید ہے۔

(سورۂ مائدہ کی) دوسری آیات واقعۂ غدیر سے متعلق ہیں۔ اگرچہ خود واقعۂ غدیر احادیث کے ذیل میں آتا ہے۔ اور ہم اس پر بعد میں بحث کریں گے، لیکن اس واقعہ سے متعلق سورہ مائدہ میں جو آیتیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں ایک آیت یہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ[۳] یہاں لہجہ بہت تند ہوگیا ہے۔ اے پیغمبر جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کردو۔ اور اگر تم نے اس کی تبلیغ نہیں کی تو گویا تم نے سرے سے رسالت الٰہی کی تبلیغ نہیں کی۔ اس آیت کا مفہوم اتنا ہی شدید اور تند ہے، جتنا حدیث مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً" کا۔ اجمالی طور سے خود یہ آیت ظاہر کررہی ہے، کہ موضوع اتنا ہی اہم ہے کہ اگر پیغمبر نے اس کی تبلیغ نہیں کی تو گویا کار رسالت ہی انجام نہیں دیا"

اسی میں آگے چل کر جناب مطہری صاحب نے اپنی استادانہ مہارت سے مضمون آفرینی کی ہے۔

"آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ (مائدہ: ۳) ظاہر کررہی ہے کہ اس دن کوئی واقعہ گزرا ہے، جو اتنا اہم ہے کہ دین کے کامل ہونے

---

[۱] مجلۂ توحید ایران ج ۷، شمارہ ۴، ص ۷، [۲] مجلۂ توحید ایران ج ۷ شمارہ ۴، ص ۱۰۲۱

[۳] کیسی عجیب خیانت ہے کہ اپنی بات ثابت کرنے کے جوش میں یہ بھی خیال نہ کیا کہ آیت کا بقیہ حصہ ہماری پول کھولنے کے لئے کافی ہے۔ مزید یہ تہمت کہ تمام سنیوں کے نزدیک بھی پوری سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورہ ہے۔ آیت کا بقیہ حصہ یہ ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ (المائدہ ۶۷) اب پوری آیت کریمہ کا ترجمہ پڑھئے۔

"اے رسول پہونچا دیجئے جو آتا را گیا آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نہیں پہونچایا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اللہ تعالیٰ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے یقیناً اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کافروں کی قوم کو"

اس سے پہلے اور بعد کی آیات تلاوت کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت قرآنیہ منارا ہل کتاب کے تناظر میں نازل ہوئی ہے۔ اور تبلیغ اسلام کے وقت جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر مشرکین قریش، یہود مدینہ، منافقین اور کئی اندازکے دشمن نشانہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس وقت رب تعالےٰ اپنے حبیب کو اپنی حفاظت وصیانت سے بے نیاز ہوکر ہر خدائی حکم بلاکم وکاست قوم تک پہونچانے کا حکم فرما رہا ہے نہ کہ کوئی خاص حکم، یہ روافض کا کید ہے کہ وہ اسے اپنے حق میں موڑتے ہیں۔

سورۂ مائدہ کی آیت، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیۃ، کے بارے میں تو یہ بات صحیح ہے کہ وہ بمقام عرفات ۹ رذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ مگر آیت نمبر ۶۷، اور پوری سورۂ مائدہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ مفسرین اسلام میں سے یہ کسی نے نہیں کہا ———— یہ شیعوں کی اپنی آورد ہے، جو لوگ اپنی خواہش سے "سورۃ الولایۃ" اختراع کرسکتے ہیں ———— ان سے اور کیا بعید ہے؟ رب

اور انسانیت پر خدا کی طرف سے اتمام نعمت کا سبب بن گیا ہے۔ جس کے ظہور پذیر ہونے سے اسلام درحقیقت اسلام ہے اور خدا اس دین کو ایسا ہی پاتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے۔ اور اگر وہ نہ ہو تو اسلام اسلام ہی نہیں ہے۔ آیت کا لب و لہجہ بتاتا ہے کہ یہ واقعہ کتنا اہم ہے۔ اسی بنا پر شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ موضوع جو دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا سبب بنا، اور جو اگر واقع نہ ہوتا تو اسلام درحقیقت اسلام ہی نہ رہتا۔ وہ کیا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں کہ ہم ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا موضوع ہے، جسے اتنی اہمیت دی گئی ہے ——— اس کے علاوہ بہت سی روایتیں اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ یہ آیت بھی اسی موضوع امامت کے تحت نازل ہوئی ہے[1]

تعالیٰ ان کے کید سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے ——— آمین۔

[1] مجلۂ توحید، قم، ایران، ج ۶، شمارہ ۱، ص ۵۷/۵۸

متعہ

مُتعہ

شریعت میں بعض ایسے کام بھی ہیں جن کی پہلے اجازت تھی۔ بعد میں شارع علیہ السلام نے انہیں حرام قرار دے دیا۔ انہی میں سے ایک متعہ بھی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آبادی میں ایک ایسا منادی بھیجا جس نے اجازت متعہ کا اعلان کیا[۱]

صحیح بخاری کا ایک عنوان ہے

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نكاح المتعة اخيراً[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالے وجہہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔[۳]

حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا ايها الناس انى قد كنت اذنت لكم فى الاستمتاع من النساء وان الله قد حرم ذلك الى يوم القيامة[۴]

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اللہ اب بیشک اللہ

---

۱ صحیح مسلم ج ۱، ص: ۵۲۵ ۲ صحیح بخاری ج ۲، ص: ۷۶۶

۳ ، ج ۱، ص: ۵۳۸ ۴ صحیح مسلم ج ۱، ص: ۵۳۸

تعالے نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری میں رقم طراز ہیں۔

صدر اسلام میں متعہ، مضطر کے لئے اس طرح جائز تھا جیسے مردار کھانا، پھر اسے حرام قرار دے دیا گیا[۱]

متعہ اور شیعہ شیعوں کے نزدیک ان کے اور کئی مخصوص اعمال کی طرح متعہ بھی ہے۔ اور یہ نہ صرف وقت ضرورت جائز بلکہ عبادت ہے۔

چنانچہ شیعی محدثین میں الکلینی، الکافی، الصدوق (من لا یحضرہ الفقیہ) الطوسی (تہذیب الاحکام) العاملی (وسائل الشیعہ) اور الکاشانی نے الوافی میں جواز متعہ و فضائل متعہ پر اپنی بہت ساری روایتیں لکھی ہیں۔ صد ہزار استغفار کہ ان کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسوب کر کے یہ روایت لکھی ہوئی ہے۔

من تمتع مرة فدرجته كدرجة الحسين ومن تمتع مرتين فدرجته كدرجة الحسن ومن تمتع ثلث مرات فدرجته كدرجة على ومن تمتع اربع مرات فدرجته كدرجتى[۲]

جس نے ایک بار متعہ کیا۔ وہ امام حسین کا درجہ پائے گا۔ جس نے دو بار متعہ کیا وہ امام حسن کا درجہ حاصل کرے گا۔ اور جو تین بار متعہ کرے وہ حضرت علی کا درجہ پائے گا۔ اور جو چار دفعہ متعہ کرے وہ میرا درجہ پائے گا۔

دور حاضر کے مسلّم شیعہ امام جناب خمینی صاحب نے بھی متعہ کے بارے میں اپنی خیالات کو مذہب شیعہ کا قانون لکھا ہے، جو ان حضرات کی قدیم کتابوں میں ہے۔ زانیہ عورت سے متعہ کے بارے میں خمینی صاحب لکھتے ہیں۔

---

۱ ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری، علامہ قسطلانی، ج ۸، ص: ۱۲۵

۲ تفسیر منہج الصادقین، فتح اللہ الکاشانی، ج ۱، ص: ۳۵۶

زانیہ عورت سے متعہ کرنا جائز ہے مگر بالکراہت، خصوصاً جبکہ وہ مشہور پیشہ ور زانیہ عورتوں میں سے ہو۔ اور اگر اس سے متعہ کرے تو چاہیئے کہ اسے بدکاری کے اس پیشہ سے روک دے" [1]

انہوں نے متعہ کے سلسلہ میں مزید تشریح بھی لکھی ہے۔ جسکی رو سے ایک رات یا ایک دن یا اس سے اقل قلیل مدت کے لیے متعہ کرنا بھی جائز ہے [2]
شیعوں میں ثبوتِ متعہ کے طور پر فروع کافی کی یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے۔
امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی کہ میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ انہوں نے رجم کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ انہوں نے عورت سے پوچھا تو نے کس طرح زنا کیا ہے۔ اس نے کہا میں جنگل میں تھی، مجھے شدت کی پیاس لگی میں نے ایک دیہاتی سے پانی مانگا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں اس کو اپنے نفس پر اختیار دے دوں۔ جب مجھے پیاس نے مجبور کیا تو میں نے منظور کر لیا۔ اس نے پانی پلایا اور میرے ساتھ برائی کی۔ یہ سنکر حضرت علی نے فرمایا۔ تَزْوِیجٌ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے" [3]

الحمد للہ کہ ہم مسلمانانِ اہل سنت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم، مولا علی کرم اللہ وجہہ اور امام جعفر و امام باقر رضی اللہ عنہما کی ذوات مقدسہ کی جانب یہ اور اس جیسی تمام روایات کی نسبت ان کی توہین سمجھتے ہیں۔ اور اس بدترین فعل کو جسے اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے اسلامی و قرآنی نظام عفت و احصان کے خلاف بے حیائی و بدکاری قرار دیتے ہیں۔

---

[1] تحریر الوسیلہ، امام روح اللہ موسوی الخمینی، ج ۲، ص ۲۹۲،
[2] " " ج ۲، ص ۲۹۰،
[3] الفروع من الکافی، الکلینی، ج ۲، ص ۱۹۸،

وفاق علمائے شیعہ اور متعہ

ایران کے شیعی نظام حکومت کی جانب سے متعہ کو قانونی درجہ دیئے جانے کا اعلان، وہاں کے پارلیمنٹ اسپیکر جناب رفسنجانی صاحب نے تو بہت بعد میں کیا۔ اس معاملہ میں ہند و پاک کے شیعہ مجتہدین نے ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے خاص عقائد و اعمال کے ضمن میں متعہ کے کارِ ثواب ہونے کا اعلان ستمبر ۱۹۸۵ء ہی میں کر دیا تھا جس پر بارہ اثنا عشری مجتہدین کی تصدیق ہے۔ اقتباس اشتہار یہ ہے۔

- "تمتع (متعہ) کسی شیعہ مومن اور مومنہ کا کچھ رقم یا کسی شے کے معاوضہ پر، کچھ وقت یا زیادہ وقت پر خفیہ خاص جنسی تعلق قائم کرنا عین ثواب ہے"
- "کیونکہ متعہ کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے نہ اس میں طلاق ہوتی ہے، نہ نان نفقہ ہوتا ہے۔ نہ حقوق زوجیت کی طرح باہم وارثت ہوتی ہے۔ یہ صرف مذہبی طور پر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہے"

متعہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) انفرادی متعہ (کنوارہ یا غیر کنوارہ مومن کسی کنواری یا غیر شوہر والی مطلقہ یا تقنا زعہ) مومنہ سے جب چاہے معاملہ کرکے، انفرادی طور پر متعہ کرکے ثواب کما سکتا ہے۔

(۲) اجتماعی متعہ (کنوارے مومنین یا غیر کنوارے مومنین، صرف با کچھ مومنہ سے جب چاہیں معاملہ کرکے، کچھ وقت یا زیادہ وقت کے لئے اجتماعی متعہ کر سکتے ہیں کہ یہ اجتماعی ثواب کا باعث ہوگا۔ (باب المتعہ، جامع الکافی) [1]

اس قسم کی جنسی بے اعتدالی شیعوں کے نزدیک اگر اتنی بڑی عبادت ہے تو پھر بھلا کون شیعی ہوگا جو خود کو اماموں اور رسول کے درجہ پر نہیں پہونچانا چاہے گا۔ مگر فروع کافی میں ہے کہ،

---

[1] اشتہار "وفاق علمائے شیعہ" کراچی پاکستان، مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء،

علی بن یقطین نامی ایک شخص نے امام موسیٰ کاظم سے متعہ کے بارے میں اجازت مانگی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ تمہیں متعہ کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں تو اللہ نے اس سے بے نیاز کیا ہے تو اس نے کہا میں تو مسئلہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ فرمایا۔ یہ بات حضرت علی کی کتاب میں تحریر ہے"[1]

مگر یارو! امام موسیٰ کاظم نے علی بن یقطین کو انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے متعہ سے روک کر کیا اس کے حصول ثواب اور بلندی درجات کا راستہ نہیں بند کیا؟ —— اگر یہ اتنا بڑا کار ثواب ہے تو امام کا اس سے منع کرنا کیا معنیٰ؟ ۔ بس یہ حیا سوز عبادت شیعوں ہی کو مبارک۔

العیاذ باللہ! اس نجس عنوان سے قلم کو مزید آلودہ کرنا مزاج اور طبیعت کو سخت ناگوار ہو رہا ہے۔ اس لئے نفس اور شیطان کے وساوس و مکائد سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگ کر اپنے اور مسلمان بھائیوں کے حق میں اسلامی و قرآنی عفت و پاکدامنی کی دعا کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔ اللّٰہم، آمین

آشیاں ملت قرآں کا جلانے والے
ہے یہی دین تو تحریک شیاطین کیا ہے

---

[1] الفروع من الکافی ج ۲، ص ۴۳، وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص: ۴۴۹۔

تقویٰ _ تقیہ اور تبرّا

ہزار جان غلاماں فدائے نام علی
علی امام من است ومنم غلام علی،

حضرت داتا گنج بخش، ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمہ کشف المحجوب میں صوفیہ اسلام کے امام ومقتدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ذکر فرماتے ہوئے کرتے ہیں۔

اور انہی (اہل اللہ) میں برادر مصطفےٰ، غریق بحر بلا، حریق نار ولا، مقتدائے اولیاء واصفیاء، ابوالحسن علی بن ابی طالب شیر خدا کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کی شان جادۂ طریقت میں بڑی ارفع واعلیٰ اور بیان حقیقت میں ان کی باریک بینی بہت بلند ہے۔ آپ کا اصول حقائق میں خاص حصہ تھا۔ حتیٰ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شان میں فرماتے ہیں۔ شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ یعنی اصول عشق ومحبت اور راضی برضائے الٰہی کے ماہر ہمارے شیخ وامام حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم ہیں۔ گویا صاف فرما رہے ہیں کہ علم معاملات طریقت میں ہمارے امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اور اصول اصطلاح صوفیہ میں، علم تصوف طریقت کو کہتے ہیں۔ اور طریقت میں عمل جو خاص ہے وہ بلاؤں کا برداشت کرنا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوا کہ یا امیر المومنین مجھے ہدایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی مشغولیت کو بیوی

...ان میں اہمیت کے ساتھ نہ لگانا۔ اس لیے کہ اگر وہ اولیاء اللہ سے ہوئے، تو اللہ ...نے اپنے دوستوں کو خراب اور ضائع نہیں کرتا۔ اور اگر دشمن خدا ہوئے تو دشمنان ...خدا کے لیے غم خواری وہمدردی کیوں؟

یہ مسئلہ انقطاع ماسوی اللہ سے متعلق ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ...ں طرح چاہے رکھتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام ...دختر نیک اختر کو سخت حالت میں چھوڑ دیا، اور سپرد خدا کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ...حضرت ہاجرہ کو اسمٰعیل علیہ السلام کے ہمراہ لے جا کر ایسے ویرانے میں چھوڑا، جہاں کوئی ...زراعت بھی نہیں تھی۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ جس کی شان میں ارشاد باری ہے۔ اور ...اسکے سپرد کر دیا۔ اور ان میں اپنے کو مشغول نہ کیا اور اپنا دل اپنے رب حقیقی کی جانب ...رجوع کر لیا۔ حتیٰ کہ ان دونوں کی مراد دو جہاں میں پوری ہوئی۔ باوجود اس کے کہ ...ظاہراً انہیں نامرادی کی حالت میں چھوڑا گیا تھا۔ مگر وہ اپنے سب کام اپنے رب عزوجل ...کے سپرد کیے ہوئے تھے۔

اسی قسم کی بات وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک پوچھنے والے کو ...فرمائی۔ جب کہ آپ سے اس نے سوال کیا کہ پاکیزہ ترین عمل کیا ہے۔ فرمایا غنا القلب ...باللہ۔ اللہ تعالےٰ کے تقرب کے ساتھ دل کا ہر شے سے مستغنی ہو جانا۔ حتیٰ کہ دنیا کے نہ ...ہونے سے فقیر نہ ہو۔ اور مال کی کثرت سے مسرور نہ ہو۔ اس قول کی حقیقت اسی فقر و ...صفوت کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

تو اہل طریقت حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی پیروی حقائق عبارات و دقائق اشارات میں کرتے ہیں۔ اور تجرید علوم دنیا وآخرت سے حاصل کرنے، اور نظارہ تقدیر حق میں رہنا بھی انہی کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ اور لطائف کلام میں آپ کے مضامین اس قدر ہیں کہ ان کی گنتی نہیں ہو سکتی لہ

لہ کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش ابوالحسن سید علی ہجویری علیہ الرحمہ، مطبوعہ لاہور ص ۱۲۶، ۱۲۷

جو عرفان وحقائق کا گنج گرانمایہ تقسیم فرمانے والا ہو، مدینۂ علم نبوی کا باب ہو، صداقت وحقانیت کے انوار جس کے اشارات وکنایات سے پھوٹتے ہوں، اس کی ذات عالی پر یہ کتنی عظیم تہمت ہے کہ انہوں نے حق کو چھپا کر سالہا سال ثلثہ (رضی اللہ عنہم) کا ساتھ دیا۔ یہ نہ کسی محب علی کا خیال ہو سکتا ہے، اور نہ کسی مرتضیٰ کا عقیدہ، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کو خود حق سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیشروؤں کی بیعت کی اور ان کے مشیر ومعاون بنکر رہے تا آنکہ ان کی خلافت کا زمانہ آگیا۔

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

امام تقویٰ اور تقیہ

امام متقیاں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور اہل بیت کے استحقاق پامالی کا بہانہ تراش کر اہل تشیع، اعدا انبیاء روئے زمین کی مقدس ہستیوں کو نشانۂ طعن بناتے اور اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ میں ان کے سامنے خود فرمان مرتضیٰ سے ثبوت لاتا ہوں کہ آنحضور اور ان کی باخدا ذریت کو ان باتوں کا خواب وخیال نہیں تھا۔ اہل تشیع جن کے مدعی ہیں۔

زہد کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الزهد كله بين كلمتين من القرآن قال الله سبحانه لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم ومن لم يأس على الماضي ولا يفرح بالآتي فقد اخذ الزهد بطرفيه[1]

مکمل زہد قرآن کے دو کلموں میں جمع ہے۔ ارشاد رب العلمین ہے۔ جو چیز

[1] نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۴۳۹،

تمہارے ہاتھوں سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرو۔ اور جو چیز اللہ تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں۔ جو شخص جانے والی شے پر افسوس نہیں کرتا۔ اور آنے والی پر نہیں اتراتا اس نے ہر جہت سے زہد کو پالیا۔"

ہم تم سب اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا متقی مردوں اور متقی عورتوں کے سردار، اور زہد وورع کی علامت ہیں۔ اور زہد وورع ابتلاء ومصائب سے عبارت ہے۔ جیسا کہ ابھی ابھی اوپر کشف المحجوب کے اقتباس میں حضرت مولائے کائنات کا فرمان گزرا۔

اور کیا کوئی ذی شعور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خود تو حضرت مولائے کائنات تعلیم تقویٰ میں یہ فرمائیں۔

- جہاد تقویٰ کا لباس ہے، اور خدا کی مضبوط زرہ اور محکم ڈھال ہے[1]

اور باوجود اس کے کہ وہ اسد اللہ الغالب ہیں۔ انہوں نے اپنے حق خلافت کو جانتے بوجھتے اس کے لئے جہاد نہیں کیا۔ نیز تقویٰ کے باب میں جنہوں نے ارشاد فرمایا

- جس نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنالیا۔ وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا۔ اور اس کا عمل بار آور ہوا۔ لہذا تقویٰ کو اپنانے کے لئے فرصت کو غنیمت سمجھو اور حصول جنت کے لئے نیک اعمال کرو[2]
- تقویٰ کو اپناؤ، جو مضبوط رسی، محکم دستگیر، مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ ہے[3]
- اے بندگان خدا جان لو کہ تقویٰ مضبوط قلعہ ہے۔ جبکہ برائی اور گناہ کمزور بوسیدہ اور متزلزل گھر ہے[4]
- تقویٰ آج (دنیا) کے لئے ڈھال اور حفاظت ہے اور کل (آخرت کے لئے) جنت کا راستہ ہے[5]

---

[1] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر ۱۲۷،
[2] نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر ۱۳۰،
[3] " " ۱۹۰،
[4] " " ۱۵۷،
[5] " " ۱۹۱،

- زہد و تقویٰ سے مضبوط تر کوئی قلعہ نہیں [1]

ایسے معلم زہد و تقویٰ سے یہ امید کہ انہوں نے اپنی عمر شریف میں ایک لمحہ کے لئے بھی خلاف حق سنکر خاموشی اختیار کی ہوگی یا دل میں کچھ اور رکھ کر زبان سے کچھ اور کہتے رہے ہوں گے ۔ آیا ایسا کہنا ان کی مدح و ستائش ہے یا توہین و تذلیل ۔ (جس کے مرتکب کو ان کا رب کبھی معاف نہ کرے) کیوں کہ ان کے خالق و مالک نے انہیں دارین میں عزتوں اور کرامتوں سے مالا مال کیا ہے ۔

اے دعویداران تولا ! وہ مقدس حضرات تو تقویٰ کے بلند مینار ہیں ۔ ان کو تقیہ جیسے قبیح غیر شریفانہ اور منافقانہ عمل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ اس لئے کہ تم خود غور کرو تو تقویٰ اور تقیہ میں نور و ظلمت جیسی نسبت ہے ۔ جو اہل تقویٰ ہیں ان سے تقیہ منسوب کرنا بھی بدترین جرم ہے ۔ جس طرح مشرق و مغرب کے دونوں کنارے نہیں مل سکتے اسی طرح تقویٰ کی ردائے مقدس پر تقیہ کا داغ نہیں لگ سکتا ۔

صفائے قلب ہے جن کے قدم کی مٹی میں
عیوب اہل ہوا ان کو چھو نہیں سکتے ! بدر

جن کے عقد میں علی مرتضیٰ نے اپنی شہزادی دی

سیدنا اسد اللہ الغالب کی یہ شان کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقد میں اپنی اس شہزادی کو دے رہے ہیں، جو نور نگاہ فاطمہ زہرا ہیں ۔ (رضی اللہ عنہا) مگر اہل تشیع ہیں کہ ان کی بدگوئی سے زبان کو آلودہ کرنا ہی اپنی عبادت سمجھتے ہیں مسلمانان اہل سنت کی کتابوں میں تو یہ بات موجود ہی ہے ۔ شیعوں کی کتابیں بھی اس کا ثبوت دیتی ہیں ۔

محسن الملک جناب مہدی علی خاں منیر جنگ جو بادہم کے شیعی خاندان سے مجتہد وقت تھے ۔ اور بعد میں شیعیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

---

[1] نہج البلاغہ ، کلمات قصار نمبر ۱ ۳۷ ،

"روایت نکاح ام کلثوم شیعہ کی کتب احادیث ، اخبار ، فقہ اور کلام میں اس کثرت سے مذکور ہے کہ کسی طرح اس سے انکار نہیں ہو سکتا ۔ اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ تا حیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں رہیں ۔ ان سے زید بن عمر خطاب ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ اور حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر طیار سے ہوا" [1]

اس کتاب میں محسن الملک نے نکاح ام کلثوم کے سلسلہ میں شیعوں کی کتب کافی ، شافی ، تہذیب ، تنزیہہ ، شرائع ، مسالک ، مواعظ حسینیہ ، مجالس المومنین ، ازالۃ الغین اور مصائب النواصب کے حوالے قلمبند کئے ہیں ۔

فروع کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عدت کے ایام خاوند کے گھر پہ گزارے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں ؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا ۔

تعتد فی بیتہا او حیث شاءت ان علیا صلوات اللہ علیہ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ [2]

اپنے گھر میں یا جہاں چاہے عدت گزارے ۔ جب حضرت عمر کی وفات ہو گئی تو حضرت علی اپنی شہزادی ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے تھے ۔

دور پہلوی کی ایرانی سلطنت میں مجلس شوریٰ کے ایک وزیر تھے ۔ ان کا نام مرزا عباس قلی خاں تھا ۔ انہوں نے شاہ ایران مظفر الدین قاچار کی سرپرستی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام طراز المذہب مظفری ہے ۔ اس کتاب کی جلد اول ص ۲۸۰ میں ، وہ بہت نہایت تحقیق کے ساتھ شیعوں کی ان معتبر روایات اور علمائے شیعہ کے مستند

---

[1] آیات بینات محسن الملک نواب مہدی علی خاں منیر جنگ ص : ۱۹۲ ۔

[2] فروع کافی ، ج ۲ ، ص : ۲۱۱

جمع کیے گئے ہیں کہ حضرت علی شیرِ خدا کی شہزادی ام کلثوم حضرت عمر فاروق کے نکاح میں تھیں۔ (رضی اللہ عنہم)

زمین میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا

دنیائے شیعیت کے لیے سیدہ کا حضرت عمر فاروق کے نکاح میں جانا اتنے قلق، دکھ، درد اور تکلیف و آزار کی بات ہے کہ تفسیر لکھنے والے، نقل کرنے والے، شارحینِ حدیثِ شیعہ، مجتہدین و محققین و متقشفین میں سے شاید ہی ایسا ہوگا جس نے اس عنوان پر پہونچ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اپنے سب و شتم کا نشانہ نہ بنایا ہوگا۔ ایسی ایسی بکواس، ایسی ایسی بدگوئیاں اور گندے الفاظ ان دعویداران تولا نے سیدنا علی مرتضیٰ کی شان میں بکے ہیں کہ سنجیدہ سے سنجیدہ انسان کا خون کھول جائے۔

آیئے میں ماضی قریب کے عالم ربانی شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ کے تأثرات چند جملوں میں نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

اس نکاح کا ثبوت اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جن الفاظ کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیانِ تولا نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا زمین میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا لہٰذا میں یہ جرات نہیں کرتا اور اپنی آخرت تباہ نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں۔ .... شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیعانِ علی نے کیے ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرات نہیں کرے گا۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کی گئی کہ آپ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے۔ اور بس [1]

شیعوں کے یہ مغلظ کلمات اگر کوئی شخص دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ ذیل میں مذکور کتابوں کے متعلقہ صفحات دیکھے۔ فروع کافی جلد نمبر ۱، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۴۱، ناسخ التواریخ جلد ۲، ص ۳۶۲، ۳۶۴۔

یہ کیسا تبرا ہے؟

دین و دیانت سرگرمیاں ہیں۔ اور تولا کی یہ کون سی قسم ہے کہ ان کے علم و کردار کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو سنوارنے اور درست کرنے کے بجائے ان کے مزعومہ مخالف سے (جو درحقیقت اللہ اور اس کے رسول و اہل بیت کا پیارا ہے) حضرت اسد اللہ الغالب نے اپنی صاحبزادی کا رشتہ کر دیا تو خود ان کی ذات شیعوں کی بدکلامی کا نشانہ بن گئی۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انہوں نے خود کو اقوال نبی و علی اور ائمہ پر استوار نہیں کیا ہے۔ بلکہ اپنے خود ساختہ سانچہ میں ان مقدس ہستیوں کو فٹ کرتے رہے ہیں۔ جسے اور جو چاہے جو نام دیا جائے۔ مگر اسلام ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ تبرا کے نام پر خلفائے ثلاثہ، مقدس امہات المومنین اور صحابہ کو سب و شتم کرنا تو ان کے دین کا شعار ہی ٹھہرا۔ اور جو زبانیں بدگوئی اور گالی گلوچ کی عادی ہو ہی چکیں تو کیا فرق کہ جنہیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں ان پر زبان کھل رہی ہے یا جن کے تولا کے ادعا میں دین و ایمان کا سرمایہ لٹا بیٹھے انہیں مطعون کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ

تبرا شیعیت کا جز ہے

پروفیسر رضیہ جعفری تبرا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتی ہیں

---

[1] مذہب شیعہ، شیخ الاسلام علامہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ،

"اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ کی رسالت اور ائمہ معصومین کی امامت کا اقرار اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری اور نفرت نہ ہو .... منافقین اور منکرین اہل بیت سے بیزاری ضروری ہے، ظالم لوگ ملعون ہیں۔ ان سے بیزاری و نفرت واجب ہے"[1]

تحفۃ العوام میں بنیادی عقائد کے بیان ہے۔

"اہل بیت اور ان کے دوستوں سے دوستی اور ان کے دشمنوں" اور دشمنوں کے دوستوں سے بیزاری ضروری ہے"[2]

"ذاکر علمائے شیعہ" کے اعلامیہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان کے دین کی اصولی چیزوں میں تبرا بھی ہے جسے اشتہار میں دسواں نمبر حاصل ہے۔ لکھا ہے۔

(۱) تبرا اہل بیت کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دشمنوں کے جو دوست ہیں ان سے بھی دشمنی رکھنا • تبرا شیعہ مذہب اور فقہ جعفریہ کا اہم ترین جز ہے، یعنی غیر شیعوں سے نفرت کرنا، خواہ وہ کوئی بھی ہو، چاہے صحابی تک بھی ....

محبت خلفائے راشدین مسلمانان اہل سنت ہی ہیں۔ لہذا ان کے لئے صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ

"ہم تمام بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کو قادیانیوں کے برابر نجس، اور پلید سمجھتے ہیں۔ یہ سب نجس اور پلید ہیں۔ جبکہ شیعہ ہمیشہ پاک ہوتا ہے"[3]

ہم اہل تشیع کے تبرا کو اس سے زیادہ کس طرح واضح کر سکتے ہیں۔ اہل فکر و دانش غور فرمائیں گے تو ان کے بارے میں راقم الحروف کے لکھے ہوئے مضامین ہی باذن اللہ ہدایت کا دروازہ کھولنے کے کافی ہیں۔ ان کی اہانت سے لبریز عبارتیں نوک قلم

---

[1] فرق اسلام، پروفیسر رضیہ جعفری، شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ص: ۳۱
[2] تحفۃ العوام، ص: ۲۲، [3] ذاکر علمائے شیعہ" کا اشتہار، مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء

پر لاتے ہوئے کلیجہ تھر تھر کانپتا ہے۔ مگر خدا شاہد ہے کہ غلاظت کے اس ڈھیر کو کریدنا محض اپنے مسلمان بھائیوں کی واقفیت اور شیعیت کو محض رسم و رواج کا فرق سمجھنے والوں کی ہدایت کے لئے ہے۔ تبرا کا ایک بدترین نمونہ دیکھئے۔ معتبر شیعی مصنف باقر مجلسی کی کتاب "رسالہ رجعیہ" میں امام صاحب الزمان کی طرف منسوب ایک قول، توہین صحابہ کے لئے نقل کیا ہے۔

"صحابہ کبار نے یہود کے بتلانے کے مطابق وہ اسلامی کلمے زبان سے پڑھ لئے تھے۔ اس امید میں کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکومت سپرد کر دیں۔ دلی طور پر یہ کافر ہی تھے۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ)"[1]

مذہب شیعہ میں اپنے مخالف کو گالی بکنا، اس پر بہتان طرازی کرنا، باعث ثواب، بلندی درجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔ ان کی اہم الکتب میں ہے۔

اذا رأیتم اہل الریب والبدع من بعدی فاظہروا البراءۃ منہم واکثروا من سبہم والقول فیہم والوقیعۃ و باہتوہم کیلا یطمعوا فی الفساد فی الاسلام ویحذرہم الناس ولا یتعلمون من بدعہم یکتب اللہ لکم بذلک الحسنات ویرفع لکم بہ الدرجات فی الآخرۃ[2]

"میرے بعد جب تم شک اور بدعت والوں کو دیکھو تو ان سے بیزاری ظاہر کرو، اور انہیں خوب گالیاں دو، برا کہو، بے عزتی کرو، ان پر بہتان باندھو تاکہ وہ اسلام میں طمع فساد نہ کریں۔ لوگ ان سے بچیں اور ان کی بدعت کو نہ سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں کے بدلے نیکیاں لکھے گا۔ اور آخرت میں تمہارے درجے بلند کرے گا۔"

---

[1] "آیات بینات" ص: ۸۵، ۸۶ [2] اصول کافی، مطبوعہ لکھنؤ، ص: ۵۵۴

امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے یہ کہا۔

ان الناس کلھم اولاد　　ہمارے شیعوں کے سوا جتنے لوگ ہیں۔ سب

بغایا ما خلا شیعتنا[1]　　کنجریوں کی اولاد ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک ان کے مخالفین پر لعنت ونفریں بھیجنا ایک قسم کی عبادت ہے۔ اور یہ اتنی اہم عبادت ہے کہ جناب خمینی صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں ایرانی قوم کو اس کی بھی خاص ہدایت کی ہے "لعن ونفریں میں کوئی کسر نہ رکھی جائے"۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی گھٹیا، رذیل حرکتیں بھی کیا کسی مذہب کا حصہ ہو سکتی ہیں۔ اور کیا ائمہ کی جانب ایسی باتوں کو منسوب کرنے والوں کی حقیقت اہل تولا نے اب نہ سمجھی؟۔

سیدنا علی مرتضیٰ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی حق تلفی کے غم میں نڈھال ہونے والوں سے عقل ودیانت بار بار یہ سوال کرتی ہے۔

● اصحاب ثلٰثہ، امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر مقدس صحابہ نیز مسلمانوں کو منہ بھر بھر کر گالیاں دینے سے کیا حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو کوئی فائدہ پہونچتا ہے، یا تبرائیوں کا کچھ بھلا ہوتا ہے؟۔

● موت کے بعد ہر ظالم ومظلوم احکم الحاکمین کے قانون مکافات کے گہوارہ میں خود بخود پہونچ جاتا ہے۔ بفرض محال اگر ان حضرات میں سے کسی نے کچھ زیادتی کی ہوگی تو رب العالمین خود سب سے زیادہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اگر اس پر یقین ہے تو پھر آپ کے واویلا مچانے سے کیا فائدہ ہے۔

● محبّ علی کے دعویداروں کو کیا خبر نہیں کہ حضرت اسد اللہ الغالب نے جان کے دشمن کو بھی کبھی گالی نہیں دی۔ اور اپنی ذاتی رنجش کی بنیاد پر کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ بلکہ اپنے ماننے والوں کو اس بات سے منع فرمایا۔ انہی کا ارشاد ہے۔

"میں تمہارے لئے اس بات کو برا خیال کرتا ہوں کہ تم گالی دینے والے بنو"[2]

---

[1] فروع کافی، کتاب الروضہ ص: ۱۲۵　[2] نہج البلاغۃ، ص: ۴۴۲

پھر صدیوں سے شیعوں نے پاکان امت کو گالی دینے کا جو سلسلہ جاری کر رکھا ہے یہ کس دین وشریعت اور شرافت وانسانیت کا حصہ ہے۔ ہم انہیں سیدنا علی مرتضیٰ کے خطبات ہی پر غور وتامل کی دعوت دیں گے۔

"اے بندۂ خدا! کسی گناہ کے سبب کسی کی عیب جوئی نہ کر، شاید وہ بخش دیا گیا ہو۔ اور تو اپنے نفس کے صغیرہ گناہ پر بھی بے خوف نہ رہ کہ کیا عجب اسی سبب سے عذاب دیا جائے۔ تم میں سے اگر کوئی کسی کے عیب پر مطلع ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نظر کرکے اس کی عیب جوئی سے باز رہے"[1]

نیز فرمایا۔

"تقویٰ اختیار کر اس شخص کی طرح کہ جب سنتا ہے تو فوراً اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے۔ اور جب کوتاہی کرتا ہے تو فوراً اپنی غلطی مان لیتا ہے۔ اور جب خدا سے ڈرتا ہے تو اطاعت بجا لاتا ہے۔ اور جب یقین حاصل کرتا ہے تو نیکی کرتا ہے۔ اور جب اسے درس دیا جاتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور جب نافرمانی سے روکا جاتا ہے تو رک جاتا ہے۔ اللہ کی دعوت کو سنکر اس کی جانب پلٹتا ہے، تو توبہ کرکے پلٹتا ہے۔ جب اولیاء اللہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے قدم بڑھاتا ہے۔ جب اسے دکھایا جاتا ہے تو طلب حق کے لئے سرگرم عمل ہو جاتا ہے اور نافرمانی اور گناہ سے دوری اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں رہ کر آخرت کا ذخیرہ کرتا ہے۔ اپنے نفس کو پاک اور آخرت کو آباد کرتا ہے۔ سفر آخرت کے لئے زاد راہ فراہم کرتا ہے۔ اور جانے سے پہلے اسے اپنی ابدی اقامت گاہ کی طرف بھیج دیتا ہے"[2]

معیار صداقت | اللہ کے نیک اور صالح بندے جو یقیناً مومنین کاملین ہی ہیں۔

---

[1] نہج البلاغۃ، ص: ۲۷۷　[2] نہج البلاغۃ، خطبہ [illegible]

بیخ توکل، اکمال اعتبار، تریاقِ تواضع، خضوعِ قلب، اور فہم کامل۔ ان تمام کو کفِ توفیق اور انگشتانِ تصدیق سے پکڑیں۔ پھر طبق تحقیق میں رکھ کر اشکہائے ندامت سے دھوئیں۔ اس کے بعد امید ورجا کی دیگ میں رکھیں۔ اور اس قدر آتش شوق کی آنچ دیں کہ کف حکمت ابل کر اوپر آجائے۔ پھر اسے رضا کے پیالے میں انڈیل کر استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کریں۔ اس طرح ایک لاجواب شربت تیار ہو جائے گا۔ اس شربت کو ایسی جگہ بیٹھ کر استعمال کریں جہاں اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ انشاء اللہ مرض عصیاں دفع ہو جائے گا۔ نوجوان طبیب نے اتنا کہا اور ایک نعرۂ مستانہ دل کی گہرائیوں سے مار کر جان بحق ہو گیا۔ مولائے کائنات نے فرمایا۔ واقعی تو جسم و روح دونوں کا طبیب تھا [1]

سوال یہ ہے کہ جس دورِ مبارک میں عام مسلمانوں کے خلوص ایمان کا یہ حال ہو، اس دور کے اکابر امت مسلمہ کے علوئے شان کا کیا حال رہا ہوگا۔ اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کو حریصانِ دنیا کے پیمانے میں فٹ کرنا غدارانِ اسلام کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے؟۔

---

[1] روض الریاحین، امام ابو محمد عبداللہ بن اسعد یمنی یافعی، علیہ الرحمہ،

شیعی قرآن وحدیث

شیعہ حضرات کے نزدیک "الجامع الکافی" نامی کتاب حدیث کی سب سے معتبر کتاب مانی جاتی ہے، جسے ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی نے جمع کیا ہے۔ کلینی صاحب کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ اور ان حضرات شیعہ کی روایات کے مطابق حضرت محمد بن حسن امام غائب نے ۲۶۱ھ میں اپنے کو روپوش کیا ہے۔ روپوشی کے بعد جس زمانے میں دنیا والوں سے امام غائب کا رابطہ چار وکلاء کے ذریعہ قائم تھا، کلینی رازی نے انہیں وکلاء میں سے کسی کے ذریعہ الجامع الکافی امام غائب تک پہونچوائی۔ اس پر امام غائب نے یہ کہہ کر تصدیق کر دی۔

قال امام العصر وحجۃ اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کاف لشیعتنا۔

امام عصر، حجۃ اللہ المنتظر (امام مہدی ان پر سب سے بڑے بادشاہ (اللہ) کا سلام ہو) نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا۔ ہمارے شیعوں کے لئے یہی کافی ہے؟

اس کے بارے میں سید ہاشم معروف الحسینی کہتے ہیں۔

"متقدمین کا تمام روایات (کافی) کے معتبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کافی کی حدیثیں جو سولہ ہزار ایک سو ننانوے کے قریب ہیں۔ ان میں سے تقریباً پانچ ہزار بہتر حدیثیں صحیح، ایک سو چوالیس حسن، ایک ہزار ایک سو اٹھائیس موثق، تین سو دو قوی، اور نو ہزار چار سو اسی حدیثیں ضعیف ہیں۔"[1]

---

[1] دراسات فی الحدیث، سید ہاشم معروف الحسینی، ص ۱۳۲، ۱۳۴

ہم یہاں الکافی اور اس کے علاوہ شیعی احادیث کی چار بڑی کتابوں کا مختصر تعارف لکھتے ہیں۔

۱۔ **الکافی**: جامع ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی (م ۳۲۸ھ) اس کے تین حصے ہیں۔

تعداد مرویات: ۱۶۱۹۹،

(۱) اصول: عقائد پر مشتمل، (۲) فروع: احکام پر مشتمل، (۳) خطب، مکاتیب اور آداب پر مشتمل ہے۔

۲۔ **مَن لا یحضرہ الفقیہ**: جامع ابوجعفر صدوق، (م ۳۸۱ھ) ———

تعداد مرویات، ۶۵۹۳،

۳۔ **تہذیب الاحکام**، جامع ابوجعفر طوسی، (م ۴۶۰ھ) تعداد مرویات: ۱۲۵۹۰،

۴۔ **الاستبصار**: جامع ابوجعفر طوسی، تعداد مرویات: ۶۵۳۱،

۵۔ **الوافی**: جامع ملا فیض کاشانی، (م ۱۰۹۱ھ) یہ کتب اربعہ سابقہ کا مجموعہ ہے۔

ان کے علاوہ بعد میں ترتیب پانے والی کتب حدیث شیعہ ہیں، وسائل الشیعہ، بحار الانوار، العوالم، جامع الاحکام، اور مستدرک الوسائل وغیرہ ہیں[1]

شیعوں کو اپنی روایات بیان کرنے کے لئے دو بزرگوں کے نام مل گئے ہیں۔ ایک حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ، اور دوسرے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ، اور ان حضرات کا ان شیعوں کے متعلق یہ حال تھا کہ انہیں جب پتہ چلتا کہ یہ باتیں اور مسائل ان کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں تو ان کے رخسار غصہ سے سرخ ہو جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کے بارے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان کی حدیثوں کی رو سے اس مذہب کی اہم تعلیمات پردۂ خفا میں رہیں۔ حالانکہ دین اور مذہب اہل عالم کی ہدایت کے لئے ہوتا ہے۔ تو اس کی جہاں تک ممکن ہو اشاعت ہونی چاہئے۔ خود مجمع بحار الانوار کے مصنف کی روایت کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک

---

[1] دائرہ معارف اسلامیہ، اردو، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص: ۹۰۷،

لاکھ چوبیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ جن میں کم وبیش ساڑھے سات ہزار صحابہ راویانِ حدیث ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کی روایت نہیں کی۔ البتہ امام باقر کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا۔

قال ابوجعفر علیہ السلام ولایۃ اللہ اسرھا الی جبرئیل واسرھا جبرئیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسرھا محمد الی علی علیہ السلام واسرھا علی الی من مثلہ وانتم تذیعون ۱؎

ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ ولایت الٰہی (امامت) اللہ نے جبرئیل کو بطور راز کے بتایا۔ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور راز کے بتایا۔ حضرت محمد نے حضرت علی کو بطور راز کے بتایا۔ حضرت علی نے اپنے جیسوں کو بطور راز کے بتایا۔ اب تم اسے مشہور کرتے ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ کا فیض حاصل کرنے والے حضرات صحابہ ہیں ـــــ حقیقت یہ ہے کہ شیعوں نے اپنے مذہب کی بنیاد کے لئے جن ائمہ کے اسمائے مبارکہ استعمال کئے ہیں۔ ان تک بھی اسلام وایمان کے بارے میں روایات پہونچنے کا ذریعہ اصحاب رسول ہی ہیں۔ کس قدر بعید از قیاس بات ہے کہ امام جعفر اور امام باقر (شیعی اکثر روایات جن پر منتہی ہوتی ہیں) پر تو اعتماد کیا جائے اور ان کے اوپر بلا واسطہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والوں کو غیر معتبر کہا جائے۔ مزید برآں ایسی باتیں ان ائمہ کرام سے منسوب کی گئیں، جن کی دینِ اسلام تو کجا عام انسانی شرافت میں کوئی گنجائش نہیں مثلاً تقیہ،

• ابوعبداللہ جعفر صادق نے ابن ابی عمیر اعجمی سے کہا۔ دین میں نوے فی صد تقیہ (جھوٹ) ہے۔ اور تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے۔ (اصول کافی، ص: ۴۸۲)

۱؎ اصولِ کافی، مطبوعہ، لکھنؤ، ص، ۴۸۷،

• ابو بصیر نے روایت کیا کہ امام جعفر نے فرمایا۔ تقیہ کرنا اللہ کا دین ہے۔ راوی نے پوچھا اللہ کا دین؟۔ امام نے اللہ کی قسم کے ساتھ فرمایا۔ ہاں! تقیہ اللہ کا دین ہے۔ (اصول کافی، ص: ۴۸۳)

• معمر بن خلاد نے روایت کیا۔ میں نے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا۔ ان کے (مسلمانوں کے) امراء اور حاکموں کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟۔ تو انہوں نے فرمایا امام باقر فرماتے تھے۔ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے۔ اور میرے آباء واجداد کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہیں کرتا بے دین ہے۔ (اصول کافی، ص: ۴۸۴)

اسی طرح کی روایتیں محمد بن مروان اور ابن شہاب زہری سے اصول کافی ص: ۴۸۴ پر موجود ہیں۔ نیز ص: ۴۸۷ تک تقیہ کی روایات پھیلی ہوئی ہیں۔

اہل تشیع کی جو اپنی الگ فقہ ہے۔ اس کا ماخذ یہ کتاب وسنت ہی بتاتے ہیں ــ مگر ان کے نزدیک سنت کیا ہے؟ ــــــ اس کی تعریف میں یہاں "فقہ جعفری" کی وضاحت کرنے والے جناب مرتضیٰ حسین صدر الافاضل کے مضمون سے نقل کرتا ہوں ذیلی عنوان۔ ماخذ، تعارف وحدود کے تحت، کتاب کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں۔

سنت: "گفتار وکردار، عمل وتائید معصوم، یعنی اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حکم دیا۔ یا کوئی کام انجام دیا۔ یا کوئی عمل معین انداز سے کیا۔ یا لوگوں نے کوئی کام انجام دیا اور حضور نے اس پر ٹوکا نہیں بلکہ بظاہر اس پر راضی رہے تو یہ بات ہر مسلمان کے لئے حجت اور حکم قطعی کی حیثیت رکھتی ہے"۔

سنت کے تین مراحل ہیں۔

الف، قول وفعل وتقریر (تصدیق وتائید) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

ب: نقل قول وفعل وتقریر رسول اللہ از معصوم وائمہ اہل بیت علیہم السلام،

ج، قول وفعل وتقریر معصومین ۱؎

۱؎ مجلہ توحید، اردو، قم ایران، ج ۲۶، شمارہ: ۴، ص، ۱۳۱،

شیعی سنّت اور تقیہ

حدیث شیعہ اور اصول فقہ میں بھی تقیہ کا کتنا عمل دخل ہے بسید مصطفےٰ محقق داماد کے مقالہ "مصادر فقہ" کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے۔ مضمون کی دوسری قسط میں ائمہ کے تشریعی اختیارات ثابت کرتے ہوئے ایک جگہ مضمون نگار نے لکھا ہے۔

"........ معصوم کبھی کسی واجب کو ترک نہیں کرتا" (ص: ۱۴۷، سطر ۳)

پھر آگے بڑھ کر ذیلی عنوان "معصوم کی تقریر یا تصدیق کے لیئے دو شرطیں لازم ہیں" کے تحت کیا لکھا ہے اسے پڑھئے اور اجتماع ضدین کا جلوہ دیکھئے۔

"پہلی یہ کہ معصوم کو کامل طور سے فعل کی انجام دہی کی اطلاع رہی ہو۔ یعنی وہ فعل مکمل طور سے امام کی موجودگی اور ان کے سامنے انجام پایا ہو۔

دوسری یہ کہ امام کے امر بہ معروف اور نہی از منکر کے لئے کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔ یعنی امام فعل کے واقع ہونے کے وقت یا جگہ کے لحاظ سے خود عمل یا اس کے طریقہ صحت میں اظہار نظر کے لئے کوئی مانع نہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ مختصر سی وضاحت ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ائمہ علیہم السّلام اور ان کے جملہ اصحاب باوفا ظالم حکام اور سلاطین کی طرف سے ہمیشہ جابرانہ زیر نظر رہے۔ اور بنیاد اسلام کی حفاظت نیز مخفی وعلنی شیعوں کی بقا کے لئے اکثر اسی میں مصلحت تھی کہ خود کو ساکت وپنہاں کئے رہیں۔ جس کے مشہور مظاہر میں سے ایک تقیہ ہے۔ چونکہ غاصب اور ستمگر خلفاء زیادہ تر شیعوں کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے ائمہ علیہم السلام کے ارد گرد جاسوس معین کرتے تھے۔ اور یہ حضرات بھی اس بات سے واقف تھے۔ لہذا شیعی اقدامات کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے مجبوراً مختلف راہوں اور احتیاط کے گوناں گوں طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے اکثر شرعی معاملات کے بیان کرنے کا موقع اور امکان نہ رکھتے ہوئے سکوت اور خاموشی کو ترجیح دیتے تھے۔ لہذا تقریر معصوم کے مطالعہ اور اس کی وقعت وحیثیت جاننے کیلئے

یہ بات ہمیشہ دھیان میں رکھنی چاہیے کہ آیا ائمہ علیہم السلام امر بہ معروف یا نہی از منکر کا فریضہ ادا کرنے کی آزادی یا امکان رکھتے تھے یا کسی وجہ سے کسی رکاوٹ یا مانع سے دوچار ہوگئے"۔ [1]

خدارا انصاف!

"اسلام اور قرآن" جناب محقق داماد، اور ان کے مذہب سے محض باادب یہ سوال کرتے ہیں کہ جناب عالی! کیا احکام الٰہیہ پہونچانے اور دین کی تبلیغ سے بڑا بھی کوئی فریضہ ہے؟۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ ہی کے اصولوں کے مطابق کسی معصوم نے کبھی اس واجب کو کیوں ترک کیا؟۔

اصول تو آپ ہی لکھ رہے ہیں کہ "معصوم کبھی کسی واجب کو ترک نہیں کرتا" اور بات واجب کی نہیں، سب فرضوں سے بڑے فریضہ احکام الٰہی پہونچانے اور تبلیغ دین کرنے کی ہے۔ پھر تو اہمیت مزید روشن، اللہ تعالٰی کی طرف سے دین حق کی تبلیغ واشاعت کرنے کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے تو ابراہیم خلیل اللہ نے نار نمرود کی پرواہ نہیں کی۔ موسیٰ کلیم اللہ نے فرعونیت سے ٹکر لے لی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا نے آرے سے اپنے جسم کو دو ٹکڑے کروانا منظور کیا، مگر حق گوئی سے باز نہ رہے۔ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیم)

اور خود سیّد الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مقدس خانوادہ سمیت دشت کربلا میں قربانی قبول فرمائی مگر تقیہ نہ کیا ——— آخر ایسا کیوں؟ ——— اس لیے کہ وہ حقیقی اسلام کے مبلغ تھے۔ اور شیعوں سے بیزار بھی اسی لئے تو ان کی زبان سے بھی شیعوں کی ہلاکت اور بربادی کے لئے بددعا نکلی، اور وہ ان کی موقع پرستی اور بے وفائی کے شاکی رہے۔ حضرات شیعہ ہی کی کتاب میں ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

---

[1] مجلہ توحید اردو، قم ایران، ج ۲، شمارہ ۶، ص ۱۴۸، ۱۴۹،

قَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا[1] — ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کیا۔

جلاء العیون میں ہے۔

شیعیانِ ما دست از یاری برداشتند۔ — میرے شیعوں نے میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ امام عالی مقام نے شیعوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اے جماعت (شیعہ) شمارا ہلاکت و نجرت باد چہ زشت مردم کہ شما بودہ آید[2] — اے لوگو! تمہیں ہلاکت بربادی ہو تم کیسے برے لوگ ہو؟۔

شیعی قرآن، مصحف اور جامعہ

یہ ہے اہلِ تشیع کے مذہبی مصادر کا حال، جہاں تک شیعی قرآن کا تعلق ہے، وہ مسلمانوں کے قرآن سے بہت کچھ مختلف ہے۔ وفاق علمائے شیعہ کے اشتہار مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء پاکستان، جس پر ہند و پاک کے ۱۲ بڑے شیعہ مجتہدین کی تصدیقات ہیں۔ اس میں بھی یہی بات صراحت سے لکھی ہوئی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

- "قرآن (پورا قرآن) اماموں کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور جو کہے اس نے پورا قرآن جمع کیا وہ جھوٹا ہے"[3]

موجودہ قرآن کے محرف و مبدل ہونے پر حضرات اہلِ تشیع کی اتنی حدیث کی کتابوں میں پانچ سو سے زائد روایات پائی جاتی ہیں ——— جن میں سینکڑوں ایسی روایتیں ہیں کہ قرآن کی فلاں فلاں سورتوں میں امامت و خلافت کا ذکر تھا جسے بدل دیا گیا۔ قدیم علمائے شیعہ نے تو مکمل "سُورۃ الولایۃ" کا بھی ذکر کیا ہے جسے نوری طبرسی کی کتاب میں آپ بھی دیکھ سکتے ہیں۔

---

[1] خلاصۃ المصائب، ص: ۴۹، [2] ناسخ التواریخ، ص: ۱۹۴،
[3] اشتہار "وفاق علمائے شیعہ" پاکستان، مجریہ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء،

عکس "فصل الخطاب" جس میں نقلی "سُورۃ الولایۃ" دیکھی جا سکتی ہے۔

ظاه مظلمين مسودة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال لا يسقون قطرة ثم يرد على راية فرعون هذه الامة فاقوم فاخذ بيده فيرجع قدماه وتبيض وجهه ووجوه اصحابه فاقول ما فعلتم بالثقلين فيقولون اما الاكبر فحرقنا واما الاصغر فبرئنا منه فاقول ردوا ظماء مظلمين مسودة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال لا يسقون قطرة ثم يرد على راية ذي الثدية معها اول الخارجة وآخرها فاقوم فاخذ بيده فيرجع قدماه وتبيض وجهه ووجوه اصحابه فاقول ما فعلتم بالثقلين بعدي فيقولون اما الاكبر فحرقنا واما الاصغر فبرئنا منه ولعناه فاقول ردوا ظماء مظلمين مسودة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات الشمال لا يسقون قطرة ثم يرد على راية امير المؤمنين وسيد المسلمين وامام المتقين وقائد الغر المحجلين فاقوم فاخذ بيده فيبيض وجهه ووجوه اصحابه فاقول ما فعلتم بالثقلين بعدي فيقولون اما الاكبر فاتبعنا واطعنا واما الاصغر فاحببنا ووالينا ونصرنا [illegible] فاقول ردوا رواء مرويين مبيضة وجوهكم فيؤخذ بهم ذات اليمين وهو قول الله تعالى يوم تبيض وجوه وتسود وجوه واما الذين اسودت وجوههم اكفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون واما الذين ابيضت وجوههم ففي رحمة الله هم فيها خالدون وانما ذكرنا تمام الخبر لما مر تركه بذكر مثالب القوم ومناقب الائمة وان استلزم من لسان المخالفين وباني ان شاء الله ان الظاهر من التحريف تحريف اللفظ لا المعنى سمع صاحب كتاب دبستان المذاهب بعد ذكر عقائد الشيعة ما معناه وبعضهم يقولون ان عثمان احرق المصاحف واتلف السور التي كانت في فضل علي واهل بيته عليهم السلام منها هذه السورة بسم الله الرحمن الرحيم

يا ايها الذين آمنوا آمنوا بالنورين انزلناهما يتلوان عليكم آياتي ويحذرانكم عذاب يوم عظيم نوران بعضهما من بعض وانا السميع العليم ان الذين يوفون ورسوله في آيات لهم جنات نعيم والذين كفروا من بعد ما آمنوا بنقضهم ميثاقهم وما عاهدهم الرسول عليه يقذفون في الجحيم ظلموا انفسهم وعصوا الوصي الرسول اولئك يسقون من حميم ان الله الذي نور السموات والارض بما شاء واصطفى من الملائكة وجعل من المؤمنين اولئك في خلقه يفعل الله ما يشاء لا اله الا هو الرحمن الرحيم قد مكر الذين من قبلهم برسلهم فاخذتهم بمكرهم ان اخذي شديد اليم ان الله قد اهلك عادا وثمود بما كسبوا وجعلهم لكم تذكرة فلا تتقون وفرعون بما طغى على موسى واخيه هرون اغرقته ومن تبعه اجمعين ليكون لكم آية وان اكثركم فاسقون ان الله يجمعهم في يوم الحشر فلا يستطيعون الجواب حين يسئلون ان الجحيم مأواهم وان الله عليم حكيم

يا أيها الرسول بلغ إنذاري فسوف يعلمون قد خسر الذين كانوا عن آياتي وحكمي معرضون مثل الذين يوفون بعهدك إني جزيتهم جنات النعيم إن الله لذو مغفرة وأجر عظيم وإن عليا لمن المتقين وإنا لنوفيه حقه يوم الدين ما نحن عن ظلمه بغافلين وكرمناه على أهلك أجمعين فإنه وذريته لصابرون وإن عدوهم إمام المجرمين قل للذين كفروا بعد ما آمنوا أطلبتم زينة الحيوة الدنيا واستعجلتم بها ونسيتم ما وعدكم الله ورسوله ونقضتم العهود من بعد توكيدها وقد ضربنا لكم الأمثال لعلكم تهتدون يا أيها الرسول قد أنزلنا إليك آيات بينات فيها من يتوفاه مؤمنا ومن يتوليه من بعدك يظهرون فأعرض عنهم إنهم معرضون إنا لهم محضرون في يوم لا يغني عنهم شيء ولا هم يرحمون إن لهم في جهنم مقاما عنه لا يعدلون فسبح باسم ربك وكن من الساجدين ولقد أرسلنا موسى وهرون بما استخلف فبغوا هرون فصبر جميل فجعلنا منهم القردة والخنازير ولعناهم إلى يوم يبعثون فاصبر فسوف يبصرون ولقد آتينا بك الحكم كالذين من قبلك من المرسلين وجعلنا لك منهم وصيا لعلهم يرجعون ومن يتول عن أمري فإني مرجعه فليتمتعوا بكفرهم قليلا فلا تسئل عن الناكثين يا أيها الرسول قد جعلنا لك في أعناق الذين آمنوا عهدا فخذه وكن من الشاكرين إن عليا قانتا بالليل ساجدا يحذر الآخرة ويرجو ثواب ربه قل هل يستوي الذين ظلموا وهم بعذابي يعلمون سنجعل الأغلال في أعناقهم وهم على أعمالهم يندمون إنا بشرناك بذريته الصالحين وإنهم لأمرنا لا يخلفون فعليهم مني صلوات ورحمة أحياء وأمواتا يوم يبعثون وعلى الذين يبغون عليهم من بعدك غضبي إنهم قوم سوء خاسرين وعلى الذين سلكوا مسلكهم مني رحمة وهم في الغرفات آمنون والحمد لله رب العالمين قلت ظاهر كلامه أنه أخذها من كتب الشيعة ولم أجد لها أثرا فيها غير أن الشيخ محمد بن علي بن شهر آشوب المازندراني ذكر في كتاب المثالب على ما حكي عنه أنهم أسقطوا من القرآن تمام سورة الولاية ولعلها هذه السورة والله العالم [illegible] علي بن عيسى الاربلي كشف الغمة عن طريق العامة عن زيد بن عبد الله قال كنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله نقرأ يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك أن عليا مولى المؤمنين فإن لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس ع الشيخ محمد بن أحمد بن شاذان الفقيه في المناقب المائة من طريق المخالفين

فصل الخطاب في تحريف كتاب رب الارباب، للنوري الطبرسي، ص ١٨٠ - ١٨١

شیعوں کے نزدیک قرآن مجید نا قابلِ یقین، رد و بدل کیا ہوا، محرف ہے اس کے لئے دیکھیں[1]

اصولِ کافی، کتاب الحجۃ، اور دوسری معتبر شیعہ کتب کی روایات کے مطابق حضرت علی اور ائمہ کے علاوہ اگر کوئی اور یہ دعویٰ کرے کہ اس نے قرآن جمع کیا تو وہ کذاب ہے[2]

ایک شیعی صحیفہ جامعہ ہے، جس کا طول ستر گز ہے[3]

مصحف فاطمہ قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔ اور اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں[4]

اصول کافی میں ہے۔ الجفر، جامعہ اور مصحف فاطمہ کے بارے میں جو روایات ہیں، ان میں سے ایک کا کچھ حصہ اس طرح ہے۔

تمہارے پاس الجفر ہے اور لوگوں کو کیا معلوم الجفر کیا ہے؟۔ سائل نے پوچھا مجھے بتائیں وہ کیا ہے؟۔ اس پر امام جعفر نے فرمایا۔ وہ چمڑے کا ایک تھیلا ہے، جس میں تمام نبیوں اور وصیوں کا علم ہے۔ اور بنی اسرائیل میں جو علماء گزرے ان کا بھی علم ہے۔ اس کے بعد امام نے فرمایا۔ اور تمہارے پاس مصحف فاطمہ ہے۔ اور لوگوں کو کیا پتہ کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ اس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا ہے۔ اور بخدا اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے[5]

---

[1] اصول کافی، ص: ۶۷۰، اصول کافی، ص: ۲۶۱ تا ۲۶۸، ناسخ التواریخ، ج ۲، ص: ۳۹۳، ۳۹۴ و ۴۹۳، تفسیر صافی، ج ۱، ص: ۱۳، ۱۴۔ فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب کامل

[2] اصول کافی، کتاب الحجۃ، ص: ۱۹۳، حیات القلوب، ج ۳، ص: ۴۰۵،

[3] اصول کافی، ص: ۱۴۶،

[4] اصول کافی، ص: ۱۴۶،

[5] اصول کافی، ص: ۱۴۷،

تفریق بین المسلمین اور شیعہ

مصحفِ فاطمہ کی ترتیب اس طرح عمل میں آئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بی بی فاطمہ بہت غم زدہ ہوئیں۔ تو ان کی تسلی کے لئے اللہ نے ایک فرشتہ مقرر کیا۔ حضرت فاطمہ نے یہ بات حضرت علی کو بتائی۔ اس کے بعد حضرت علی اس فرشتہ سے جو کچھ سنتے اس کو لکھ لیتے تھے۔ اس طرح ایک مصحف تیار ہو گیا وہی مصحفِ فاطمہ ہے [1]

آجکل شیعوں کی اکثریت جو علمائے ایران کے زیر اثر ہے قرآن مجید کو غیر مبدل اور ہر لحاظ سے محفوظ کہتی ہے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو صمیم قلب سے قبول کر لیں، اور قرآن مجید کے منصوصات کی روشنی میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر انشراحِ صدر کے ساتھ عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

كُلُّ حَدِيثٍ لَا يُوَافِقُ كِتَابَ اللهِ فَهُوَ زُخْرُفٌ [2]

جو حدیث کتاب الٰہی (قرآن) کے موافق نہ ہو، وہ باطل ہے۔

تو آج بھی اسلامی اتحاد کے جلوؤں سے دنیا منور ہو سکتی ہے۔ اور مسلم منکرین بلکہ مستشرقین کی یہ باتیں غلط کی جا سکتی ہیں، جو انہوں نے کہیں۔

[3] متشیع ہر اس شخص کی پناہ گاہ ہے جو عمارتِ اسلام کو منہدم کرنا چاہتا ہو۔

قدیم عربی تاریخوں میں ایک زمانے میں خاص حالات کے تحت پارٹی بندی اور آپس کی نفرت نے طویل عرصہ تک مسلسل اس بات کی کوشش کی تاریخی صداقت کو جھوٹ سے بدل دیں۔ (پروفیسر ایڈورڈ سخاؤ، رائل یونیورسٹی، برلن) [4]

اب بھی موقع ہے کہ ہم نفرت وعناد کی فضا سے نکل کر اسلام و قرآن کے پُر امن قوانین کو قبول کریں۔ اور تاریخ عالم کے انمٹ نقوش کو تسلیم کریں۔

نجات حضرت مولا علی سے ثابت ہے ٭ قبولِ حق سے بڑا، اور کوئی جہاد نہیں

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

---

[1] اصول کافی، مختصا، ص: ۱۲۷، [2] وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص: ۷۸،

[3] پروفیسر احمد امین، فجر الاسلام، [4] تاریخ وسیاست، ج۳، ص ۴۳،

دور فتن اور ایمان کی سلامتی

فتنہ و فساد کی تیز و تند آندھیوں میں بھی شمع اسلام و ایمان کی حفاظت کا طریقہ، معلم کتاب و حکمت، محسن انسانیت صلے اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مقدس، سنت خلفائے راشدین اور حب اہل بیت و اہل محبت کا سہارا لیا جائے۔

جس طرح انسانی پیروں کو ڈگمگا دینے والی آندھی میں مضبوط درختوں کی جڑیں پکڑ جانے والے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح دور فتن میں کتاب و سنت کے مضبوط قلعہ میں پناہ لینے والوں کے ایمان سلامت رہتے ہیں۔

فرمودات رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ امت اسلامیہ بھی افتراق و انتشار کا شکار ہوگی۔ اس ملت میں بھی لرزہ خیز اختلافات رونما ہوں گے۔ مسلمانوں میں بھی کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کی روش پر چلیں گے۔ قوم بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں بٹی مگر مسلمان ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوں گے۔ یہ بہر حال ہو کر رہے گا۔ جسے کوئی فرد بشر اپنی کوشش سے روک نہیں سکتا۔ لیکن ہاں! ہم آپ رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں طوفانی تھپیڑوں سے کشتی ایمان کی حفاظت کا سامان ضرور کر سکتے ہیں۔ اب اللہ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم دین و ایمان کی سلامتی کے اس جہاد میں کامیاب و کامراں ہوں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

آئیے پہلے الغنیۃ لطالبی الحق (غنیۃ الطالبین) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کتاب سے اپنے ملی مرض کی تشخیص کرائیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نہایت دل نشیں انداز میں احادیث مبارکہ کے حوالوں سے گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے فرقوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ ملاحظہ کریں۔

اُن گمراہ فرقوں کا بیان جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو کثیر بن عبد اللہ نے اپنے والد اور جد کی سند کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر قدم بہ قدم ضرور چلو گے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کرو گے جن کو انہوں نے اختیار کیا تھا۔ ایک ایک بالشت، ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز ان کی پیروی کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار (گوہ) کے بھٹ میں بھی گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کے لئے سوسمار کے بھٹ میں داخل ہو گے۔ اچھی طرح سن لو کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی ہدایت کے برعکس بنی اسرائیل ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے تھے جن میں ایک فرقہ کے سوا سب گمراہ تھا اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ پھر عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی ہدایت کے خلاف عیسائی بٹ کر ۷۲ فرقوں میں ہو گئے۔ اور ان میں ایک فرقہ کے سوا تمام فرقے گمراہ اور بے دین تھے۔ وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ اس کے بعد تم ۷۳ فرقے ہو جاؤ گے۔ اور ان میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب گمراہ ہوں گے۔ اور وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہوگا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن جبیر سے مروی ہے کہ سرکار عالی نے ارشاد فرمایا۔ میری امت بٹ کر ۷۳ فرقے بن جائے گی۔ امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہوگا، جو احکام (دینی) کا فیصلہ صرف اپنی رائے سے کرے گا۔ خود ہی حلال کو حرام بنائے گا۔ اور خود ہی حرام کو حلال ٹھہرائے گا۔

عبداللہ ابن زید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل بٹ کر ۷۱ فرقوں میں ہو گئے۔ ایک کے سوا سب دوزخی ہوئے۔ اور میری امت بٹ کر ۷۲ فرقے ہو جائیں گے۔ جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کیسا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے سیدھے راستہ پر چلے گا۔

جس تفرقہ کا ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ آپ کے زمانہ میں ہوا، نہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہوا۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرام اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد ظہور میں آیا [1]

آگے رقمطراز ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا۔ فرمایا اللہ کی کتاب کہ یہی پُر حکمت وموعظت نامہ ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی کو جب جنات نے سُنا تو وہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا کہے بغیر نہ رہ سکے۔ جو اس کے موافق کہے گا وہ سچا ہوگا۔ اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا۔

حضرت عرباض بن ساریہ نے فرمایا۔ ہم نے رسول اللہ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی۔ حضور نے ایسا دل نشیں وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ اور بدن گرما گئے۔ ہم نے

[1] الغنیۃ لطالبی الحق (غنیۃ الطالبین) للشیخ عبدالقادر الجیلانی قدست اسرارہم، ص: ۱۷۵،

عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کی یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور ہم کو چھوڑ رہے ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت و فرماں پذیری کی نصیحت کرتا ہوں۔ خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا۔ تمہارے لئے میری سنت اور میرے ان خلفاء کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے جو میرے بعد ہوں گے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائیں گے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ اور دانتوں سے پکڑ لینا۔ دین میں نئی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو دعوت دینے والا سیدھے راستے کی طرف بلائے اور اس کی دعوت کی پیروی کی جائے تو پیروی کرنے والوں کی طرح اس رہنما کو بھی ثواب ملے گا۔ مگر پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو ضلالت کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر اس پر وبال ہوگا۔ جبکہ پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔[1]

تفرقہ سے بچو

رسول رحمت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مسلمانوں پر آنے والے امتحانی ادوار کا پہلے ہی ذکر فرما دیا تھا۔ اور ان حالات میں باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ ملت مسلمہ کے قلعہ کا پتھر بن کر ملت کی عمارت سے وابستہ رہنے کی شدید تاکید فرمائی تھی۔ السواد الاعظم کے ساتھ رہتے ہوئے اطاعت امیر کا قلادہ

[1] الغنیۃ لطالبی الحق (غنیۃ الطالبین) للشیخ عبدالقادر الجیلانی، قدست اسرارہم، ص: ۱۷۶،

گو دن میں ڈالنے رہنے ہی میں دین و دنیا کی کامیابی بتائی تھی۔ مسجد نبوی شریف کے مقدس منبر سے آنسوؤں کی جھڑی میں رؤف و رحیم پیغمبر (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قلوب کو لرزا دینے والے خطبے اس لئے ارشاد فرمائے تھے کہ مسلمان فلاح یاب ہوں

اپنی امت کے غم میں رات رات بھر اشک باری فرمانے والے رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب وحکمت تلاوت فرما کر اتحاد و اتفاق کا درس دیا تھا۔ مگر جیسے آسمان کی بارش سے سخت چٹانیں اپنے اندر کچھ جذب نہیں کر پاتیں۔ اور نرم زمین سبزہ زار بن جاتی ہے۔ ان مقدس فرامین سے بھی اہل ظرف نے حصہ پایا۔ اور بدنصیب محروم رہے

اختلاف وافتراق سے دور رہنے کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ اور رب کائنات نے تفرقہ اندازوں کو سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ [1]	اور تم لوگ ان لوگوں کے مانند نہ ہو جانا جنہوں نے واضح آیات پہونچ جانے کے بعد باہم تفرقہ کی اور اختلاف کرنے لگے ان لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہے۔

قرآن وحدیث کے ذریعہ رب کائنات کی روشن آیات اور اسلام کے حق ہونے کی آفتاب سے زیادہ واضح علامات سامنے آچکی ہیں۔ اسوۂ محمدی قرآن عظیم کی عملی تفسیر بن کر دنیا میں رونما ہو چکا ہے۔ خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی مُطہر ومزکی صحبت میں رہ کر حضرات خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ، اہل بیت پاک، اور جماعت صحابہ وصحابیات آسمان ہدایت کے روشن نجوم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی تفریق بین المسلمین کا شوشہ چھوڑے۔ اور اللہ کی مضبوط رسی چھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو تو پروردگار عالم اس سے خود نبھڑے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ [1]	بیشک وہ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں، اور ہو گئے کئی گروہ، (اے محبوب) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ، ان کا معاملہ صرف اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہ بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

[1] القرآن الکریم، سورہ: آل عمران، آیت: ۱۰۵

فرمانِ مرتضوی میں تفرقہ سے بچنے کی تاکید

شاہ مرداں، شیر یزداں، امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جنہوں نے فتنوں کے طوفانی دور میں بھی قرآنی منشور، اور سنت سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کیا۔ باطل فرقہ بندیوں کے خلاف اپنے خطبہ میں فرمایا۔

"خبردار! تم خود کو دین میں فرقہ بندی سے دور رکھو۔ کیوں کہ برسر حق جماعت جسے تم مکروہ سمجھ رہے ہو بہتر ہے باطل فرقہ بندی سے جسے تم پسند کرتے ہو۔ بیشک پروردگار عالم نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی (فرقہ پرست) کو بہتری نہیں بخشی" [2]

اپنی بے بنیاد ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہ کر حق سے بیگانہ رہنا بیوقوفی ہے اور صداقت وحقانیت کو جان لینے کے بعد قبول کرنا مردانگی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جس نے دانائی کی بات سنی، اور مان لی۔ جب راہ راست کی جانب بلایا گیا، تو قریب آگیا۔ ہادیٔ راہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھاما اور نجات پاگیا۔ جس نے اشارۂ قدرت کو سمجھا، اور گناہوں سے خائف رہا۔ جس نے بے ریا عمل کو پہلے ہی بھیج دیا۔ جس نے کردار کو نیک اور شائستہ رکھا۔ جس نے نیکی کی۔ ذخیرۂ آخرت بننے والی پونجی جمع کی اور قابل پرہیز اشیاء سے بچتا رہا۔ جس نے اغراض دنیوی کے بدلے آخرت حاصل کی۔ جو خواہشات پر غالب آیا۔ اور نفس کی تمنا کو غلط سمجھا" [3]

[1] القرآن الکریم، سورہ الانعام، آیت ۱۵۹ [2] نہج البلاغۃ، ص: ۳۱۵۔ [3] نہج البلاغۃ ص ۲۸۲،

اعلانِ بغاوت

جس معلی القاب، شیرِ نیستانِ اسلام مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تولا کا اہلِ تشیع پرچار کرتے، اور دم بھرتے ہیں۔ ان کا فرمان تو آپ نے نہج البلاغہ میں ملاحظہ فرمالیا۔ اب آیئے آپ کو انقلاب ایران کے بانی خمینی صاحب کے مرکز قُم سے نکلنے والے ترجمان شیعیت "توحید" کے ذریعہ اَطِیعُوا اللہ کی ایک الگ ڈھنگ تفسیر سے روشناس کراتا ہوں۔ جو روحِ اسلام، قرآن وحدیث اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان کی بالکل ضد ہے۔ قارئینِ کرام اس اقتباس کو اس تناظر میں دیکھیں کہ بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ ہر چہار جانب تیز تھا۔ اور ہر مفتوحہ علاقے میں اسلامی قضاۃ، حکمران، اور قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر کرنے والے علماء مقرر کئے جاتے تھے۔ بعض امراء اور حکمرانوں پر ان کے تقویٰ و طہارت کے باب میں انگلی اٹھائی جاتی ہے۔ مگر یہ بات تو مسلم ہے کہ علماء، و قضاۃ عام طور سے خدا ترس، عدل وانصاف کے دلدادہ، اور حق نیوشی میں اپنی مثال آپ ہوتے تھے ایسی صورت میں کچھ لوگوں کا ان امراء، وقضاۃ، منتظمین، اور اسلامی ریاست کے خلاف مزاج پیدا کرنا، اور اپنے لئے مخصوص صاحب امر متعین کرنا۔ کیا باغیوں کے علاوہ کسی اور کا کام ہوتا ہے۔ اور ایسی حرکات وسکنات کی نسبت ائمہ کی جانب کرنا بڑی خطرناک جسارت ہے۔ جبکہ بنام روایت قرآن اور اسلام کی صریح مخالفت کے نقشے ہیں۔ اور اسلامی امراء کی اطاعت کو طاغوت کی اطاعت کہا گیا۔ (العیاذ باللہ) ملاحظہ کریں شیعی مجتہد لکھتا ہے۔

"قرآن کی آیت مبارکہ اَطِیعُوا اللّٰہ ...... وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم، اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ظاہر ہے یہ حکم اطاعت ہمیشہ کے لئے ہے اور اس کے لئے صاحبان امر کا بھی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں وجود ضروری ہے اب اگر اولی الامر سے صرف معصوم ہستیاں (ائمہ معصومین) مراد ہیں، تو آج ان کی اطاعت کے کیا معنیٰ ہیں؟ کیا صرف عبادات (نماز و روزہ حج وغیرہ) میں ان کی اطاعت واجب ہے۔ اور بقیہ تمام احکام اسلامی میں صرف

زبانی اطاعت کافی ہے۔ اور علماء ہم دشمنانِ اسلام کے باطل وغیر اسلامی قوانین کے پابند رہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ جس طرح غیبت صغریٰ کے بعد سے آج تک اور جب تک مصلحت امامت اس کی مقتضی ہو کہ امام کا ظہور ہو اس وقت تک ہم عبادات میں اطاعت تو انہیں معصومین کی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن درمیان میں واسطہ عادل فقہاء ہیں۔ جن کے ذریعہ معصومین کے احکام ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کے مطابق ہم عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام امور اجتماعی اور احکام اسلامی میں بھی وہی فقہاء مرجع ہیں۔ اس لئے کہ اولی الامر ائمہ طاہرین علیہم السلام محض عبادات میں صاحبان امر نہیں تھے بلکہ نبی کی طرح تمام اجتماعی امور اور حکومتی قوانین میں بھی صاحبان امر تھے۔ لہٰذا جس طرح فقہاء کو عبادات میں معصوم کی نیابت حاصل ہے اسی طرح اسلامی حکومت کی تشکیل اور تمام احکام و قوانین کے نفاذ واجراء کے بارے میں بھی نیابت کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث وروایات بھی اس کے مؤید ہیں۔ جن میں سے ہم چند روایات یہاں پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

اس کے بعد مضمون نگار نے وسائل الشیعہ کی روایت نقل کی ہے۔ طوالت کے باوجود ہم قارئین کو مطالعہ کی زحمت دیں گے۔ تاکہ ان کے مزاج سے کما حقہٗ واقفیت ہو سکے

محمد یعقوب ...... عمر بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے دو شیعہ ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا کہ ان دونوں کے درمیان قرض یا میراث کے بارے میں نزاع ہے۔ اور یہ لوگ داد خواہی کے لئے قاضی یا خود بادشاہ کے پاس گئے ہیں۔ آیا ان کا یہ فعل درست وجائز ہے؟ امام نے فرمایا کہ جو شخص بھی کسی حق یا باطل معاملہ میں ان لوگوں (قضاۃ وسلاطین) کی طرف رجوع کرے گا، اس نے درحقیقت طاغوت کی طرف رجوع کیا ہے اور جو کچھ وہ ان کے فیصلہ کے مطابق حاصل

کرے گا، چاہے وہ اس کا حق ہی ہو، پھر بھی حرام رہے گا۔ کیونکہ اس نے اسے ایسے طاغوت کے حکم سے حاصل کیا ہے جس سے انکار کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ پھر وہ دونوں کیا کریں؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنوں میں دیکھیں (یعنی ایسے شخص کو تلاش کریں) جو ہماری حدیثوں کا راوی ہو۔ اور ہمارے حلال و حرام کو پہچانتا ہو۔ اور ہمارے احکام و قوانین کی معرفت رکھتا ہو۔ اس کو اپنا قاضی بنائیں۔ اور اس کے فیصلہ پر راضی رہیں۔ اس لئے کہ میں نے اس کو تم پر حاکم بنایا ہے۔ (ایسا شخص میری طرف سے تم پر حاکم ہوگا)" [1]

نقل روایت کے بعد مضمون نگار نے نتیجہ نکالا ہے کہ امام کا حکم ہے کہ ہر معاملہ میں فقیہ کی طرف رجوع کرو۔ کیوں کہ وہ تم لوگوں پر ہمارا مقرر کردہ حاکم ہے۔ فقیہ امت مسلمہ کے لئے تمام امور عامہ میں واجب الاتباع ہے۔ یہ اتباع مجتہدین پر بھی واجب ہے۔ (واضح رہے کہ ایسی ہی دلیلوں کے ذریعہ شیعوں نے جناب خمینی صاحب کی ولایت فقیہ کا قلادہ بھی اپنی گردن میں ڈال لیا تھا، جسے خود بہت سے شیعہ مجتہدوں نے رد کر دیا تھا) اور یہ ہے دوسری روایت،

"ابو خدیجہ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے معتمد اصحاب میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ حضرت کی طرف سے آپ کے شیعوں کو یہ پیغام پہونچادوں کہ اگر کبھی تم لوگوں کے درمیان آپس میں کوئی نزاع ہو جائے، یا لین دین کے معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس فاسق جماعت کی طرف فیصلہ کے لئے رجوع مت کرنا۔ بلکہ تم میں جو شخص ہمارے

---

[1] وسائل الشیعہ، ج۱۸، باب: ۱۱، ص: ۹۸، بحوالہ اسلامی حکومت میں حاکم اعلیٰ" مجلہ توحید، ج۲، شمارہ ۲، ص: ۱۴۶ تا ۱۴۹،

حلال و حرام کو پہچانتا ہو اس کو اپنا حاکم بنا لینا۔ کیوں کہ میں نے ایسے شخص کو تم پر قاضی معین کیا ہے۔ خبردار! تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے خلاف کوئی نزاعی معاملہ بادشاہ ظالم تک نہ پہونچائے۔" [1]

مضمون نگار خود تشریح کرتا ہے۔

"اس روایت میں "تدارئے فی شئی" سے حقوقی اختلاف مراد ہے۔ جن میں فاسقین کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز جماعت فساق سے مراد وہ قاضی ہیں جو حاکم وقت کی طرف سے منصب قضاوت پر مامور ہیں"

اسی مضمون میں آگے چل کر یہ روایت بھی درج ہے کہ اسحٰق بن یعقوب نے محمد بن عثمان عمری کے ذریعہ امام غائب صاحب کی غیبت کے زمانہ میں ایک خط لکھ کر کچھ مشکل مسائل کا حل پوچھا تو امام غائب نے اپنے قلم سے اس خط کا جواب لکھا۔ اس میں یہ لکھا کہ

"حوادث واقعہ میں تم ہماری حدیثوں کے راویوں کی جانب رجوع کرو کیوں کہ وہ لوگ میری طرف سے تمہارے اوپر حجت ہیں۔ اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں" [2]

حضرات قارئین! تحقیق کی راہ میں جادہ پیمائی کرنے والے علمائے اسلام کہتے ہیں شیعہ مذہب کو باقاعدہ تصنیف کرنے والے دراصل یہی وکلاء ہیں۔ انہی کی مہربانیوں نے ہزارہا ایسی روایات اختراع کیں، جن کی رو سے قرآن عظیم ناقص، اور ذخیرہ احادیث ناقابل اعتبار قرار پایا۔ اس طرح اسلام کے مقابلہ میں ایک دوسرا اسلام کھڑا کر دیا گیا۔ اور تعجب ہے ان عقل والوں پر جنہوں نے اجلہ صحابہ کو تو ملعون کیا، اور ان کے عناد میں قرآن و ایمان سے برگشتہ ہوئے۔ مگر وہی لوگ "فارستہ من رأئی" کے ذریعہ جذبہ خوش عقیدگی کا استعمال کرنے والے رافضی ملاؤں کے اعتقاد پر ایک من گھڑت مذہب کے پیروکار بن گئے۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست

---

[1] وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص: ۱۰۰، [2] وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص: ۱۰۱،

حضرت علی کے حق میں حضور کی پیشین گوئی

کنز العمال میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"علی! تمہیں عیسیٰ بن مریم سے خاص مشابہت ہے۔ یہود نے ان کے ساتھ بغض وعناد کیا۔ حتیٰ کہ ان کی والدہ پر بہتان لگایا۔ اور نصاریٰ نے ان کے ساتھ ایسی محبت کی کہ انہیں اس مرتبہ پر پہونچایا جوان کا مرتبہ نہیں تھا"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کرنے کے بعد سیدنا علی مرتضیٰ نے فرمایا۔ بیشک ایسا ہی ہونے والا ہے۔ دو قسم کے لوگ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے ایک محبت میں غلو کرنے والے، جو میری وہ بڑائیاں بیان کریں گے جو مجھ میں نہیں۔ دوسرے بغض وعناد میں حد سے متجاوز ہونے والے، جن کی عداوت انہیں اس پر آمادہ کرے گی کہ وہ مجھ پر بہتان طرازی کریں [1]

مخبر صادق حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب داں نگاہیں مستقبل کے افق پر رونما ہونے والے ان واقعات وحالات کو گویا دیکھ رہی تھیں۔ چنانچہ جس جس کے بارے میں آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئی فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ سیدنا باب مدینۃ العلم امیرالمومنین مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اسی بات کو اپنے خطبہ میں فرمایا

سیہلک فیّ صنفان محب مفرط یذھب بہ الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق، وخیر الناس فیّ حالاً النمط الاوسط والزموہ والزموا السواد الاعظم فانّ ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب اَلَامن دعا الیٰ ھذا الشعار فاقتلوہ ولو کان تحت عمامتی ھذہٖ [2]

عنقریب میرے متعلق دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا کہ اسے غلوئے محبت حق کے خلاف لے جائے گا۔ دوسرا گروہ میرے بارے میں بغض وعناد میں حد سے بڑھنے والا کہ اس کا بغض اسے حق کے خلاف لے جائے گا۔ اور میرے باب میں سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو اعتدال پر ہوں گے تو تم بھی درمیانی راہ کو لازم پکڑو، اور السواد الاعظم کے ساتھ رہو بیشک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ خبردار جماعت سے جدا نہ ہونا۔ پس جو جماعت سے الگ ہوجاتا ہے وہ شیطان کا شکار بن جاتا ہے جیسے گلے سے جدا ہونے والی بکری بھیڑیے کا لقمہ بنتی ہے۔ خبردار ہوجاؤ! جو ان باتوں کی طرف بلائے اسے قتل کردو۔ خواہ وہ میرے عمامہ کے نیچے ہو۔

[1] کنز العمال، ج ۱۱، ص ۶۲۲،

بہ حقیقت عالم آشکار ہے کہ روافض (شیعہ) حبِ علی میں حد سے متجاوز ہیں اور خوارج عداوت علی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ النمط الاوسط (درمیانی راہ) پر صرف اہل سنت وجماعت ہیں۔ جو سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے باب میں افراط وتفریط سے پاک ہیں۔

اور السواد الاعظم یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت بھی قرون اولیٰ سے تا امروز اہل سنت ہی ہیں۔ جن سے وابستہ رہنے کی تلقین مولائے کائنات نے اپنے خطبہ شریف میں فرمائی ہے۔

اب دعویداران حبِ علی کو چاہیے کہ گرد وپیش سے بے نیاز ہوکر خود حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کی روشنی میں خود کو شیطان کا شکار ہونے سے بچائیں۔ اور نجات پائیں۔

تاریخ ابن سبا

تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ شیعیت اور رفض کا بانی ایک یہودزادہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کے بعد دور عثمانی میں یہودیوں سے ایک شخص

[2] نہج البلاغہ، ص: ۲۲۰، (قسم اول)

نے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا۔ اور مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا۔ سب سے پہلے اس نے مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ حدود حجاز، پھر بصرہ، کوفہ شام وغیرہ علاقوں میں گھوم گھوم کر مسلمانوں کے حالات کا بغور جائزہ لیا۔ زبان دراز اور خوش کلام تھا۔ اس لئے جہاں جاتا لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے خوش کر دیتا ——— گھومتا پھرتا جب وہ مصر پہونچا، تو وہاں کا ماحول اسے اپنے مقاصد کے لئے مناسب معلوم ہوا ——— چنانچہ وہاں اس نے لوگوں سے خلط ملط شروع کیا۔ لوگ عموماً اس کی میٹھی باتیں سننے کے لئے اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ اس نے جب دیکھا کہ اب کچھ لوگ میری باتیں تسلیم کرنے لگے ہیں تو فتنہ ساز ذہن نے اپنے تیرونشتر آزمانے شروع کئے۔

ایک دن اپنے ہمنواؤں کی مجلس میں اس نے کہا۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل و بزرگ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دوبارہ آسمان سے لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آسکتے ہیں تو افضل الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں آئیں گے! مسلمانوں میں معلوم نہیں کس طرح یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ حضور دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے ——— بلکہ وہ ضرور آئیں گے۔ یہ پہلی بدعقیدگی تھی جس کا اس نے پرچار کیا۔ اور مصر کے کئی لوگوں کو گمراہ کیا۔

پھر اس نے اس بات کا شوشہ اٹھایا کہ ہر بادشاہ کا جس طرح وزیر ہوتا ہے، اسی طرح ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے ———۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت ہارون علیہ السلام تھے تو اے مسلمانو! کیا تم پر یہ لازم نہیں کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی کون ہے؟ اس کو جانو ——— گویا مسئلہ وصی کو اس نے مسلمانوں میں اہمیت دی۔ اس پر لچھے دار تقریریں کی۔ اور کہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ سے بھی افضل و برتر ہیں۔ پھر بھلا موسیٰ علیہ السلام کا تو وصی ہو، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وصی نہ ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ ——— جو لوگ اس کی لسّانی کے دام میں آچکے تھے انہوں نے کہا۔ جناب اب آپ ہی اس عقدہ کو بھی حل کریں۔ اور بتائیں حضور کا وصی کون ہے؟۔

ابن سبا نے کہا۔ حضور کے وصی حضرت علی ہیں۔ حضرت عثمان نے خلافت پر جبراً قبضہ جمایا ہے ——— جس طرح ابوبکر و عمر زبردستی خلافت پر قابض تھے۔ اے لوگو! حضور جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو تم ان کو کیا منہ دکھاؤ گے کہ ان کے وصی کو ان کا حق نہ دلا سکے ہو ——— اس طرح ورغلا کر ابن سبا نے خلافت اسلامیہ کے باغیوں کا ایک گروہ اکٹھا کر لیا۔ مصر ان باغیوں کا مرکزی مقام تھا۔ اور کوفہ و بصرہ وغیرہ تمام ریاستوں میں نمائندے کام کر رہے تھے۔ ابن سبا نے طریقۂ کار یہ بنایا کہ اپنے ہم خیالوں کو اکثر ان شہروں میں بھیجا جہاں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ قضاۃ و حکام تھے ——— اہل نفسانیت کی عام بیماری ہے کہ کسی حاکم کے پاس سے اگر ان کے خلاف فیصلہ ہو تو ان کے دل میں حاکم سے نفرت آجاتی ہے ابن سبا کے نمائندے ایسے لوگوں کی ٹوہ میں رہتے۔ اور جسے حاکم یا قاضی سے نالاں دیکھتے، جلتے پر تیل چھڑک کر اس کے دل کی منافرت اور بڑھا دیتے۔ حتیٰ کہ خلیفۂ وقت سے بغاوت اور عناد کا بیج اس کے دل میں بو دیتے۔ اس طرح ہر شہر میں ابن سبا کے ہم خیال پیدا ہو گئے۔ اور اسی گروہ نے مدینہ منورہ پہونچ کر بغاوت کا عَلَم اٹھایا شیعی مورخ "ناسخ التواریخ" میں لکھتا ہے کہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مصر، کوفہ اور بصرہ سے دو دو ہزار باغی روانہ ہوئے تھے۔ جنہوں نے بالآخر حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا ——— اور سارا الزام ابن سبا کی حکمت عملی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھوپ دیا گیا۔ اور مسلمان ان پر جا ٹوٹے۔ اس طرح امت میں ایک ایسا عظیم بھونچال آیا، جس نے تاریخ کے روشن نقوش پر گرد ڈال دی [1]

دور حاضر کے بعض روشن خیال شیعہ محققین نے ابن سبا کے وجود ہی کا انکار کیا ہے۔ آج کل تحقیق کے نام پر سیاسی ہتھکنڈوں سے پیش رفت کرنے والوں نے یہ طریقہ

---

[1] التاریخ الکامل لابن اثیر ج۔

نکلا ہے کہ تاریخ کی جس شخصیت، مقام، کتاب یا کردار ان کی تردید کر دیتی ہے، اس کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں —— مگر ان ماڈرن محققین کے پاس اپنی مستند اسماء الرجال کی اس تحریر کا کیا جواب ہے جس میں لکھا ہے۔

عبداللہ ابن سبا پہلے یہودی تھا۔ پھر اسلام قبول کیا۔ اور حضرت علی سے خاص تعلق کا اظہار کیا۔ اور اپنی یہودیت کے زمانے میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام میں آنے کے بعد اسی طرح کا غلو حضرت علی کے بارے میں کرنے لگا۔

وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی واظھر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم[1]

اور وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدہ کی فرضیت کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برات ظاہر کی۔ ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ اسے اور اس جیسے کئی دشمنان خدا و رسول کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قتل کروا کے آگ میں ڈلوا دیا تھا[2]

اب حضرات شیعہ خود فیصلہ کریں کہ جس فتنہ گر نے امامت کے مسئلہ کی فرضیت کو اٹھایا۔ اور افضلیت سیدنا علی کو عام کیا۔ حضرت مولا علی نے نہ صرف اسے قتل کرایا بلکہ آگ میں ڈلوا دیا تاکہ دنیا کے فتنہ پردازوں کو عبرت ہو۔ ایسی صورت میں جو لوگ آج بھی اسی ابن سبا کی تقلید کر رہے ہوں، آخر ان کا سیدنا مولائے کائنات سے کیا تعلق ہے؟ —— انہیں خود اپنے دین اور عقائد کا جائزہ لینا چاہئے۔

مماثلت رفض و مسیحیت

تاریخ آغاز شیعیت؛ جب ہم اس کی تلاش میں اوراق ماضی کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر

---

[1] رجال کشی، طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ ص: ۷۱۔ [2] رجال کشی، طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ، ص: ۷۰۔

بڑی حیرت و استعجاب ہوتا ہے کہ اس فرقہ کی تاریخ موجودہ مسیحیت کے آغاز کی تاریخ سے بڑی مشابہت رکھتی ہے —— مسیحیت کی تاریخ یہ ہے کہ رومی یہود نے حضرت مسیح کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔ اور یہودیت و مسیحیت کے خیال کے مطابق انہیں تختۂ دار پر لٹکا دیا۔ اور اسلامی عقیدہ کی رو سے پروردگار عالم نے عیسیٰ روح اللہ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ایک غدار شخص کو حضرت مسیح کی شکل دیدی، جسے انہوں نے سولی دی۔ مگر حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے مخلص حواریوں نے ان کی عدم موجودگی میں بھی ان کی تعلیمات کو زندہ رکھا۔ اور وہ توحید، رسالت، آخرت، سزا و جزا، نیز عبادات میں تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ان کی تعلیم کو یہود نے فوراً بالکل مٹا نہ ڈالا، بلکہ ان کے ماننے والوں میں روز بہ روز اضافہ ہونے لگا —— اور لوگ ان کی روشن ہدایات پر اور رغبت و عزیمت سے عمل کرنے لگے۔ اس بات سے یہود کا کلیجہ جل بھن گیا —— اور یہود نے جس مقصد کو پانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے سولی کی سزا تجویز کی تھی اس کے خلاف ہوتا دیکھ کر وہ خاموش نہ رہے۔ اس وقت انہی یہودیوں میں سے ایک مشہور عالم "ساؤل" نے قبول مسیحیت کا اعلان کیا۔ اور اپنا نام "پولس" رکھا —— ساؤل کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ عیسائیت کا کٹر دشمن تھا۔ اور عیسائیت قبول کرنے والوں پر طرح طرح سے ظلم و ستم کیا کرتا تھا۔ اس نے عیسائیوں کی نظر میں اپنی وقعت پیدا کرنے کے لئے یہ مشہور کیا کہ دمشق کے سفر میں میں نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی آواز سنی —— اور دل سے ان پر ایمان لایا ہوں۔ عیسائی عالموں اور خوش عقیدہ لوگوں نے اس کی بات کو مان لیا۔ اور اس کی اس کی اس قدر آؤ بھگت کی کہ اسے اپنا رہنما بنا لیا، یا اس نے اپنی حکمت عملی سے لوگوں کی سرداری حاصل کرلی —— اور پھر رفتہ رفتہ عیسوی تعلیمات کو مشرکانہ رنگ دینے میں لگ گیا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ (اور ان کے بقول) ان کے مصلوب ہونے کو تمام عیسائیوں کے لئے کفارہ وغیرہ کے عقائد گڑھے جو مسیحیت کی بنیاد بن گئے۔

آپ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے ہوں گے جب تاریخ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے قبول اسلام کا واقعہ اور مدینہ طیبہ، شام و عراق ہوتے ہوئے مصر میں پہونچ کر اس کی زیر زمین کارروائی کا حال پڑھا ہوگا۔

• وہاں پولس نے حضرت عیسیٰ مسیح کی شان میں غلو کیا۔ ان کے مرتبے کو خوب بڑھا چڑھا کر سیدھے سادے عیسائیوں میں اپنی جگہ بنائی —— تو یہاں ابن سبا نے ناخواندہ اجڈ مسلمانوں میں حضرت علی کی امامت اور وصی رسول ہونے کا پرچار کیا۔ ان کی شان میں غلو کا اظہار کرکے لوگوں کو اپنے دام میں لیا۔

• پولس بھی یہودی تھا، ابن سبا بھی یہودی تھا۔

• پولس نے بڑھتی ہوئی عیسائی امت کو برباد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ابن سبا نے مسلمانوں کی بربادی کا منصوبہ رچا۔

• پولس نے اپنی عیارانہ چالوں سے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو مسخ کر ڈالا۔ ابن سبا نے اپنے ہمنواؤں کے ذریعہ سیدنا عثمان غنی کو شہید کرایا۔ اور امت اسلامیہ میں انشقاق پیدا کیا۔

• پولس نے عیسائیوں کو برباد کرنے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو استعمال کیا، ابن سبا نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے حضرت مولا علی کے نام کو استعمال کیا۔

• پولس نے عیسائیوں کو یہ عقیدہ دیا کہ حضرت مسیح کی مصلوبیت تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ابن سبا کے ذریعہ جو فرقہ پیدا ہوا اس نے سیدنا امام حسین کے خونِ ناحق کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔

عبداللہ ابن سبا اور اس کے ہمنواؤں کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر جمل و صفین کی جنگوں تک اپنے مفسدانہ خیالات و نظریات جو اسلام اور روحِ اسلام کے منافی تھے خوب خوب پھیلانے کے مواقع ملے۔ ابن سبا کے تمام خیالات چونکہ صرف فساد ڈالنے کے لئے تھے۔ اس لئے ان میں یکسانیت نہیں ہے۔ خود حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کی ذات کے بارے میں غلو نے اتنے زینے طے کر لئے کہ

• کچھ کا خیال ہے کہ ان میں خدائی روح حلول کئے ہوئے ہے۔

• کچھ لوگوں کے نزدیک رسالت حضرت علی کے لئے آئی تھی۔ فرشتے کی غلطی سے حضور کی طرف منتقل ہوگئی۔

• اور اس بات پر تو ابن سبا کے تمام پیرو متفق تھے کہ حضور کے بعد ان کے جانشین حقیقی حضرت علی ہیں۔ ان کے علاوہ اور کیا کیا فاسد عقائد بنائے گئے اس کی تفصیل شیعہ فرقہ کے ضمن میں آگے آرہی ہے۔

منہاج السنہ لابن تیمیہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اپنے لشکریوں میں ایسے لوگوں کی موجودگی کا علم ہوا جو خود ان کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے تو انہوں نے ایسے تمام لوگوں کو قتل کرکے آگ میں جلانے کا حکم صادر فرمایا[1]

شیعوں کی یہود سے مشابہت

غنیۃ لطالبی الحق میں شیعوں کی یہود سے مشابہت کی بہت ساری مثالیں دی گئی ہیں۔ اسی طرح منہاج السنہ میں امام شعبی کے حوالے سے یہود کی مشابہت بیان کرتے ہوئے ۲۲ چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم ان میں سے چند کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔

• یہود داؤد علیہ السلام اور ان کی اولاد کے سوا کسی کو حقدار امامت نہیں سمجھتے۔ شیعہ اولاد علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو حقدار امامت نہیں مانتے۔

• یہود نماز مغرب کو ستاروں کے چمکنے تک موخر کرتے ہیں۔ شیعہ بھی مغرب کی نماز کو اتنا ہی موخر کرتے ہیں۔

• یہود نے توریت کو بدل ڈالا۔ شیعہ موجودہ قرآن شریف کی تحریف کے قائل، اور اپنے پاس محرف نسخۂ قرآن کی موجودگی ماننے والے ہیں۔

---

[1] منہاج السنہ، لابن تیمیہ ج ۱، ص ۸۱۶،

• یہود وہ طلاق جو حیض میں دی جائے اس کے سوا کسی طلاق کو معتبر نہیں مانتے۔ اسی طرح شیعوں کا بھی خیال ہے۔

• یہود مسلمانوں کو السام علیکم (تم پر ہلاکت ہو) کہا کرتے تھے۔ شیعہ بھی اہل سنت کو اسی طرح کہتے ہیں۔

• یہود اپنی شریعت کے لحاظ سے موزہ پر مسح کے قائل نہیں۔ شیعہ بھی موزہ پر مسح کو نہیں مانتے۔

• یہود سب لوگوں کا مال حلال سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی،

• یہود جبرئیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض اس بات کے قائل ہیں کہ جبرئیل نے غلطی کی اور وحی جو حضرت علی پر لانی چاہئے تھی حضور محمد رسول اللہ پر لائے۔ اس لئے ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔

• یہود کی عورتوں پر مہر نہیں، متعہ کرتے ہیں۔ شیعہ بھی متعہ کرتے ہیں۔

• یہود خرگوش کے گوشت اور طحال (تلی) کو حرام جانتے ہیں۔ شیعہ بھی حرام جانتے ہیں۔

• یہود اونٹ اور بطخ کے گوشت کو حرام جانتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔

• یہود اپنی شریعت کے مطابق تین نمازیں پڑھتے ہیں، شیعہ بھی جمع بین الصلاتین کے ذریعہ اکثر تین وقت نماز پڑھتے ہیں۔

واضح رہے کہ شیعوں کے اندر خود کئی فرقے ہیں۔ ضروری نہیں کہ مذکورہ تمام باتیں ہر ایک میں پائی جاتی ہوں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ باتیں اگر تلاش کیجئے تو ہر ایک کسی نہ کسی گروہ میں ضرور مل جائے گی۔

بعض معاندانہ خصوصیات

اس کے علاوہ بھی ان میں بہت ایسی چیزیں ہیں جو غیر معقول ہیں۔ علما نے ان میں سے کئی کا ذکر کتابوں میں کیا ہے۔

• عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے جنت کی خوشخبری پائی۔ شیعوں میں ان سے بغض پایا جاتا ہے۔ یہ بغض و عناد اتنا بڑھا کہ یہ لوگ دس کے عدد ہی سے متنفر ہیں اور اسے منحوس خیال کرتے ہیں۔

• اسی طرح مہاجرین و انصار کا وہ مقدس گروہ جنہوں نے درخت کے نیچے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ یہ لوگ ان سے بھی دشمنی رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں ان کی تعریف آئی ہے۔

• جس کسی کا نام ابوبکر، عمر یا عثمان ہو اس سے یہ کبھی معاملہ نہیں کرتے۔

• صدیقہ بنت صدیق ام المومنین عائشہ حمیرا رضی اللہ عنہا سے انہیں سخت عداوت ہوتی ہے۔ ان میں کے بعض سرخ دنبیوں کے نام حمیرا رکھ کر ان کے بال نوچتے، اور ایذا دیتے ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں کہ ام المومنین کو ایذا دے رہے ہیں۔

• ان میں کے بعض غالی لوگ ابولؤلؤ مجوسی کی محض اس بنیاد پر عزت کرتے ہیں کہ اس نے سیدنا فاروق اعظم کو شہید کیا۔

• شیعہ، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنے کو تسبیح و تہلیل سے زیادہ مفید کام خیال کرتے ہیں [1]

شیعہ فرقہ در فرقہ

شیعہ، لغت میں ساتھی اور پیروکار کے معنیٰ میں ہے۔ اور سلف وخلف کے فقہا، ومتکلمین کے عرف میں حضرت علی اور ان کی اولاد کے پیروکار کو شیعہ کہا جاتا ہے [2]

شیعوں کے عقائد اصول دین پانچ ہیں۔ توحید[1]، عدل[2]، نبوت[3]، امامت[4] اور معاد[5] —— شیعہ رویت باری کے امکان کو دنیا و آخرت میں نہیں مانتے [3]

---

[1] منہاج السنۃ، لابن تیمیہ ج ۱ ص: ۸۱۔ [2] مقدمہ ابن خلدون، ص: ۲۱۵،
[3] جعفر حسین مجتہد، مقالہ نگار "شیعہ" اردو، دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، ج 11، ص: ۹۰۰،

مذہب شیعہ تغیر و تبدل کے لحاظ سے دنیا کے تمام مذاہب میں ممتاز ہے۔ اپنی پیدائش کے وقت سے قدم قدم پر اس نے رنگ بدلے۔ یہاں تک کہ خود اس کے اندر درجنوں گروہ پیدا ہو گئے ـــــــ بالآخر سلاطین صفویہ میں سے شاہ صفی بن اسماعیل ایرانی نے اپنے زمانے میں اس کے قوانین مرتب کرائے۔ اور ایک باقاعدہ مذہب کے طور پر حفظ و ضبط پر توجہ دی۔ اور عراق و خراسان وغیرہ علاقوں میں تبلیغ شیعیت کا انتظام کیا۔ اسی وقت سے شیعوں کے اصول و فروع درست ہوئے۔ اور اس مذہب کی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ اس کے بعد اس کے اندر تغیر و تبدل کا راستہ بند ہوا۔[۱]

قدیم علماء نے شیعوں کی شاخ در شاخ قوم کا حال اپنی کتابوں میں تفصیل سے لکھا ہے۔ تحفۂ اثنا عشریہ کا پہلا باب اس سلسلہ میں خاص روشنی ڈالتا ہے۔ تاہم سرزمین عراق چونکہ شیعیت کا شروع ہی سے مرکز رہی، اس لئے قریب سے اس قوم کا جائزہ لینے والی عظیم اسلامی، روحانی شخصیت غوث اعظم سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کی تحریر سے ہم شیعیت اور اس کی شاخوں کی معلومات حاضر خدمت کرتے ہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین کے نویں باب میں ۷۲ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے واحد فرقہ ناجیہ اہل سنت کے بعد خوارج، معتزلہ، مرجیہ، مشبہ جہمیہ، ضراریہ، نجاریہ، اور کلابیہ کے ساتھ گمراہ فرقوں میں روافض (شیعہ) اور ان کی تمام شاخوں کا ذکر فرماتے ہیں[۲]

آپ نے تمام فرقوں کی وجوہ تسمیہ اور ان کے عقائد اور شاخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ شیعوں کے بارے میں ان کے مختلف ناموں کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

"شیعہ کا ایک فرقہ قطعیہ ہے۔ اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی اجماع کر لیا ہے۔ ایک فرقہ غالیہ ہے۔ یہ گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

[۱] تحفۂ اثنا عشریہ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (اردو) ص، ۵،

[۲] غنیۃ الطالبین، ص، ۱۷۷،

کے   میں بہت زیادہ غلو کرتا ہے، نازیبا باتیں کہتا ہے۔ حضرت
علی کے   ہوبیت اور نبوت کی صفات کو تسلیم کرتا ہے۔ ہشام بن
حکم، علی بن   حسین بن سعد، فضل بن شاذان، ابو عیسیٰ وراق،
ابن راوندی،   س فرقے کے مذہبی مصنفین ہیں۔ (اس فرقے کے
لئے مذہبی کتابیں لکھی۔   قہ کی بیشتر آبادی قم، کاشان، بلاد
ادریس اور کوفہ میں ہے۔"[۱]

غنیۃ الطالبین میں بتایا گیا ہے کہ شیعوں کے ... گروہ تین ہیں۔

غالیہ ـــــــ زیدیہ ـــــــ اور رافضیہ

اور تمام شیعی فرقے انہی کی شاخیں ہیں۔ ان میں سے کتنے گروہ اور فرقے فنا کے گھاٹ اتر گئے اور کتنے زندہ ہیں۔ ہمارے پاس اس کا کوئی حتمی ذریعہ علم نہیں تاہم یہ بات مسلم ہے کہ اس وقت امامیہ اور اثنا عشریہ زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ بہرحال ہم یہاں قدیم شیعی فرقوں کے مختصر تعارف کے طور پر غنیۃ الطالبین کا سہارا لیتے ہیں۔

غالیہ تو یہی کہتا ہے کہ حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابر میں ہیں، وہ وہیں سے اللہ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ اور آخر زمانہ میں پھر آئیں گے، اور دشمنوں کو قتل کریں گے۔ حضرت علی اور دوسرے تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کی طرف موت کو راستہ نہیں ملے گا۔ (ان کو موت نہیں آئے گی) غالیہ فرقہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علی نبی ہیں۔ جبریل نے وحی

[۱] غنیۃ الطالبین، ص، ۱۷۷،   ع یہ بات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور گرامی کے لحاظ سے تحریر فرمائی ہے۔ مب

کے پہونچانے میں غلطی کی۔ یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ علی الٰہ تھے۔ اللہ و راس کی مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو۔ اللہ ان کی بستیوں کو اُجاڑ اور ویران کردے۔ ان کی کھیتیاں برباد کردے۔ اور زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے۔ انہوں نے غلو کی حد کردی، اور کفر پر جم گئے۔ اسلام کو ترک کر دیا۔ ایمان سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اللہ اس کے رسول اور قرآن کے منکر ہوگئے۔ ہم ایسے اقوال اختیار کرنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

بنانیہ فرقۂ غالیہ کی ایک شاخ بنانیہ ہے۔ یہ گروہ بنان بن سمعان سے منسوب ہے۔ ان کی تہمت تراشیوں اور لغو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی طرح ہے۔ یہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ اس تشبیہ سے منزہ اور پاک ہے[1]

طیاریہ یہ فرقہ تناسخ کا قائل ہے۔ اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد آدمی حقیر جانوروں پھر کیڑوں مکوڑوں پھر حقیر اشیاء کی شکل پاکر ظاہر ہوتا ہے۔

مغیریہ اس کے بانی مغیرہ بن سعد نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتا تھا اللہ نور ہے مگر انسانی شکل میں۔

منصوریہ اس کا بانی ابو منصور اپنی آسمانی معراج کا مدعی تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ خدا کی پہلی مخلوق تھے۔ ان کے بعد حضرت علی پیدا ہوئے بسلسلۂ نبوت جاری ہے۔ جنت و دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں، جبرئیل نے نبوت پہونچانے میں غلطی کی۔ وہ اپنے پیروؤں سے کہتا تھا کہ تم میں جو چالیس مخالفوں (سُنّیوں) کو قتل کردے وہ جنتی ہے لوگوں کا مال لوٹ لینا ان کے نزدیک مباح تھا۔

خطابیہ ان کا عقیدہ تھا کہ ہر دور میں دو پیغمبر ہوتے ہیں۔ امام بھی نبی اور امین ہوتے ہیں ہر دور کے دو پیغمبروں میں ایک ناطق ہوتا ہے، دوسرا خاموش، حضور پیغمبر ناطق تھے۔ حضرت علی خاموش،

---

[1] غنیۃ الطالبین از: شیخ عبدالقادر جیلانی ص، ۱۸۱،

معمرہ ان کے عقائد خطابیہ کے عقائد تھے، البتہ یہ نماز کے تارک تھے۔

بزیعیہ یہ لوگ کہتے تھے کہ امام جعفر اللہ ہیں۔ اللہ اسی شکل میں نظر آتا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے۔ اور ہمیں بھی ملکوت کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔

مفضلیہ اس کا بانی مفضل صیرفی ہے۔ یہ لوگ بھی جھوٹی رسالت و نبوت کے مدعی تھے۔ اماموں کے متعلق ان کے عقائد وہی تھے جو عیسیٰ السلام کے بارے میں مسیحیوں کے۔

شریعیہ یہ گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ شخصوں میں حلول کیا تھا وہ ہیں:- نبی علیہ السلام، علی، عباس، جعفر اور عقیل (رضی اللہ عنہم)

سبائیہ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی نے وفات نہیں پائی قیامت سے پہلے واپس آئیں گے

مُفوِّضیہ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سُپرد کیا ہے یہ لوگ ابر کو دیکھتے تو کہتے علی اس میں ہیں اور ان پر سلام بھیجتے۔

زیدیہ یہ لوگ شیخین کریمین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے تولا کو درست مانتے ہیں۔

جارودیہ یہ لوگ امامت کا سلسلہ امام حسین تک چلاتے ہیں۔ اس کے بعد خلافت کے شورائی ہونے کے قائل ہیں۔

سلیمانیہ ان کا خیال ہے کہ امام حضرت علی تھے۔ شیخین کریمین کی بیعت غلط ہوئی یہ حضرات حضرت علی سے سبقت کے مستحق نہ تھے۔ امت نے امر اصلح ترک کیا

ابتریہ یہ لوگ سیدنا ابو بکر و عمر کی بیعت کو غلط نہیں مانتے۔ کیوں کہ حضرت علی نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ البتہ خلافت حضرت عثمان کے وقت حضرت علی کو امام مانتے ہیں۔

نعیمیہ یہ ابتریہ کے مثل ہیں۔ مگر معاذ اللہ حضرت عثمان کو کافر کہتے ہیں۔ اور ان سے تبرا کرتے ہیں۔

یعقوبیہ یہ سیدنا ابو بکر و عمر کی خلافت کے قائل ہیں۔ اور رجعت کا انکار کرتے ہیں،

ان میں کے بعض سیدنا ابوبکر وعمر سے تبرا کرتے ہیں اور رجعت کے قائل ہیں۔ (رجعت کا مطلب اول بیعت نہ کرنا، اس کے بعد بیعت کی طرف راجع ہونا ہے)

تناسخیہ یہ گروہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں پیدا ہو کر آنے کا قائل ہے۔

قطعیہ چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفر کی موت کا قطعی یقین تھا اس لئے اس کو قطعیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک لے جاتے ہیں۔ اور آپ ہی کو قائم منتظر مانتے ہیں۔

کیسانیہ اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔ کیونکہ بصرہ میں علم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کربیہ یہ لوگ ابن کریب ضریر کے ساتھی تھے (اس لئے ان کو کربیہ کہا گیا ہے)

عمیریہ اس فرقے کے لوگ عمیر کے ساتھی تھے اور جب انہوں نے مہدی پر خروج کیا تو عمیر ہی ان کا امام تھا۔

محمدیہ یہ گروہ اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابو منصور کو بنایا تھا۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا۔

حسینیہ اس گروہ کا خیال ہے کہ ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا۔ اس لئے ابو منصور کے بعد حسین ہی امام ہوئے۔

ناووسیہ یہ فرقہ ناوس بصری کی طرف منسوب ہے وہی اس گروہ کا سردار تھا۔ یہ لوگ امام جعفر کی امامت کے، اور ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں وہی قائم اور مہدی ہیں۔

اسماعیلیہ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ جعفر کا انتقال ہوگیا۔ ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے۔ یہی بادشاہ بنیں گے۔ امام منتظر وہی ہیں۔

قرامطیہ یہ فرقہ سلسلۂ امامت کو جعفر تک چلاتے ہیں۔ اور اس کے قائل ہیں کہ

امام جعفر نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی صراحت کی تھی۔ محمد زندہ ہیں۔ بس وہی امام مہدی ہیں۔

مبارکیہ یہ مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان لوگوں کا سردار تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں۔ وفات پا چکے ہیں۔ لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے۔

شمیطیہ یہ فرقہ یحییٰ بن شمیط سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفر امام ہیں۔ ان کے بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری وساری ہے۔

معمریہ ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ امام ہیں۔ عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے۔ اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

مطوریہ اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا (ان کا فرقہ قطعیہ سے تعلق تھا) یونس نے ان کے بارے میں کہا کہ تم لوگ کلاب مطورہ[ع] سے بھی زیادہ گندے ہو اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام مطوریہ پڑ گیا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں۔ نہ مرے ہیں نہ مریں گے وہی امام مہدی ہیں۔ اس فرقہ کو واقفہ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ سلسلۂ امامت موسیٰ بن جعفر پر ٹھہر جاتے ہیں۔

موسویہ یہ لوگ موسیٰ بن جعفر تک کی امامت مانتے ہیں۔ مطوریہ کے برعکس، یہ حضرت موسیٰ کے زندہ یا مردہ ہونے پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

امامیہ یہ فرقہ سلسلۂ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے۔ اور انہیں (امام غائب) مہدی منتظر تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہ ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دیں گے

زراریہ اس کا عقیدہ معمریہ کی طرح ہے۔ اس کا بانی عبداللہ بن جعفر زرارہ ہے۔ کسی مسئلہ کا جواب نہ پا کر ناراض ہوگیا۔ اور اس نے موسیٰ بن جعفر کا رخ کر لیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ کا مخالف ہوگیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرارہ (بانی فرقہ) نے حضرت عبداللہ کی مخالفت ترک کر دی تھی[1]

ع بھیگے کتے۔

[1] غنیۃ الطالبین، ص: ۱۸۴، ۱۸۵

حضرات محترم! بعض سینوں کے اندر، تاریخ اسلام کی دوسری صدی کے بعد سے چودہویں صدی سے پہلے تک شاخ در شاخ، فرع در فرع کتنے فرقے پیدا ہوئے۔ اس کا ایک ہلکا سا نمونہ دکھانے کے لئے راقم الحروف نے "غنیہ" سے یہ حصہ نقل کیا ہے۔ یہ وہی دور ہے جب صحابہ کے فیض صحبت سے باریاب ہو کر تابعین، تبع تابعین دنیا بھر میں اسلامی علوم کی کرنیں پھیلا رہے تھے اور میدان جہاد میں داد شجاعت دے رہے تھے۔ ان فرقوں کی ذہنی پراگندگی، بے باکی اور گستاخانہ تفریق کی روشنی میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ جس زمانے میں قرآن کی مشعل اٹھائے اسلامیانِ عرب چہار دانگ عالم کو منور کرنے میں مصروف تھے کچھ باغی مزاج، اہل فتنہ اپنے دام میں گرفتار لوگوں کو مزید ذہنی و فکری خلفشار میں مبتلا کر کے گمراہ کر رہے تھے۔ یہاں اہل فکر و نظر کے سامنے ہم یہ نکتہ بھی رکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ دین اسلام اصولی لحاظ سے ایک ہی ہے۔ خواہ حضرات آدم و نوح نے اس کی تبلیغ کی ہو، یا ابراہیم، موسیٰ، زکریا و عیسیٰ یا خاتم النبیین محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین) نے کی ہو۔ تمام نبیوں نے دین اسلام ہی کی جانب لوگوں کو بلایا۔ اگر کچھ اختلاف تھا تو محض بعض شرعی احکام میں تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک نبی کے زمانے کی رعایت سے انہیں احکام فروعیہ کچھ فرق کے ساتھ عطا کئے تھے۔ مگر ہر نبی توحید، رسالت، حشر و نشر، معاد کے سلسلہ میں ایک ہی عقیدہ لے کر تشریف لایا۔

شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحًا[1] — مشروع کیا تمہارے لئے وہی دین جس کی وصیت نوح کو کی تھی۔ (علیہم السلام)

اس لحاظ سے بھی شیعہ قوم کو دیکھئے۔ اسلام سے انہوں نے خود کو دور کر ہی لیا۔ خود ان کے گروہوں میں بھی کوئی ایسا عقیدہ مشکل سے ملے گا جن میں کثیر اختلاف نہ پایا جاتا ہو ——— اور عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

کثرۃ الاختلاف فی شیٔ دلیل کذبہ۔ — کسی بات میں کثرتِ اختلاف اس کے کذب کی دلیل ہے

[1] القرآن الکریم سورہ شوریٰ آیت: ۱۳

اقسام کفار

امام احمد رضا قادری قدست اسرارہم، اقسام کفار، ان کی الگ الگ تعریف، اور ان میں کن کافروں کی صحبت زہریلے سانپ سے زیادہ مہلک ہے بیان فرماتے ہیں۔

"اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر و کفار سے بچائے۔ کافر دو قسم ہے۔ اصلی، مرتد

اصلی: وہ جو شروع سے کافر، اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے۔ یہ دو قسم ہے، مجاہر و منافق۔ مجاہر: وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔

اور منافق: وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا، اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ — بیشک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے۔

اول، دہریہ: کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم، مشرک: کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود اور واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں، مگر معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق مانتے ہیں۔ دونوں مشرک ہیں۔ اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم، مجوسی: آتش پرست،

چہارم، کتابی، یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔

ان میں اول تینوں کا ذبیحہ مُردار، اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل، اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا۔ پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمۂ اسلام

کا منکر ہوگیا، چاہے دہریہ ہو جائے، یا مشرک، یا مجوسی کتابی کچھ بھی ہو
مرتد منافق؛ وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی
کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی تو...
کرتا، یا ضروریات دین میں کسی شئے کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہا...
قادیانی .... حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ ا... جزیہ
نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد اس کے ہم مذ...ب ہوں یا
مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ ...س سے ہوگا
محض زنا ہوگا۔ مرتد مرد ہو یا عورت۔

مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی ہے وہ کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بنکر کفر سکھاتا ہے[1]

قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ مکتوبات شریف میں بدعتی فرقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی صحبت بد سے اجتناب کے متعلق رقم طراز ہیں ـــــ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے عناد رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا۔

بدترین جمیع فرق مبتدعان جماعت اند کہ باصحاب پیغمبر بغض دارند اللہ تعالے در قرآن خود ایشاں را کافر نامید لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن وشریعت را اصحاب تبلیغ نمودند، اگر ایشاں مطعون باشند طعن در قرآن شریف لازم آید[2]

تمام بدعتی فرقوں میں بدتر فرقہ وہ ہے جو حضور کے اصحاب سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالے نے اس فرقہ کو قرآن میں کافر کہا ہے لیغیظ بھم الکفار قرآن اور شریعت کی تبلیغ تو صحابہ ہی نے فرمائی ہے ـــــ اگر صحابہ ہی مطعون ہوں تو پھر قرآن اور ساری شریعت پر طعنہ لازم آئے گا۔

---

[1] احکام شریعت، امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ، ص، ۱۲۳،

[2] مکتوبات شریف، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، ج ۱، ص: ۸۶،

ماتم ونوحہ اور روایات شیعہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دنیا میں رسولوں اور نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ وہ حضرات سارے انسانوں سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا تھے۔ کئی پیغمبروں کو ظالموں نے شہید بھی کردیا علیہم السلام، مگر آج دنیا میں کہیں کسی کے نام پر نوحہ خوانی اور ماتم نہیں ہوتا۔ خود سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے ان کا بھی ماتم نہیں ہوتا۔ سیدنا امام حسن شہید ہوئے ان کی تاریخ شہادت پر بھی ماتم نہیں ہوتا۔ انہی اکابرین امت کی طرح اور بھی جلیل القدر ہستیاں شہید ہوئیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر سردار انبیاء، و رُسل حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد مسلمانوں نے ماتم نہیں کیا۔ فتنہ ارتداد، منع زکوٰۃ اور نہ جانے کتنے مصائب امت اسلامیہ پر آئے جنہیں دیکھ کر صحابہ کرام خون کے گھونٹ پیتے تھے۔ اور تمام فتنوں کا بے صبری سے مقابلہ کرتے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف امام حسین اور شہدائے کربلا کے لئے مروجہ نوحہ، ماتم، اور سینہ کوبی کا قانون کہاں سے نکل آیا؟ اس بنیادی سوال کا جواب ہمیں شیعہ مورخ جسٹس امیر علی کی تحریر میں ملتا ہے۔ انہوں نے لکھا۔

ماتم کا موجد

معز الدولہ شیعہ تھا۔ اور اسی نے کربلا کے حادثہ قتل کی یادگار میں۔ (۱) محرم کو ماتم کا دن مقرر کیا۔ اور اس کا ضابطہ بنایا۔ (۲) عید غدیر کے جشن کی بنیاد بھی اسی نے ڈالی۔ (۳) فضائل صحابہ مساجد میں بآواز بلند بیان کرنے کی ممانعت کرادی۔ اور دوسرے فرقہ کے نزدیک جو صحابہ مبغوض ہیں نام بنام ان پر لعن کرنے کی روک ٹوک نہ تھی [۱]

[۱] SHORT HISTORY OF SARACANS, BY MR. AMIR ALI. P 303

۳۳۴ھ سے ۴۴۷ھ تک بغداد میں تشدد پسند شیعوں کی حکومت تھی۔ اسی زمانے میں یہ تمام بدعات ایجاد ہوئیں۔ معز الدولہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا تو وہ سن کر مبہوت رہ گیا۔ اور چلا کر بولا یہ بات تو مجھے قطعاً معلوم نہیں تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنے عقیدہ سے توبہ کرلی تھی۔ آخر میں اسے آکلہ کا مرض لاحق ہوا۔ اور اسی میں موت واقع ہوئی۔

اسلامی موقف

تعزیہ داری، تعزیہ سازی، اس میں اعانت، نوحہ خوانی، سینہ کوبی، جیب و داماں تار تار کرنا، عاشورہ کا سوگ منانا، ان تمام کاموں کے بارے میں اسلامی موقف، جس پر اہل سنت و جماعت عمل کرتے ہیں ظاہر ہے۔ تاہم اکابر علماء کے چند اقتباسات درج کرتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا۔ تعزیہ داری کی مجلس میں بہ نیت زیارت، و گریہ و زاری حاضر ہونا، اور وہاں جاکر مرثیہ اور کتاب سننا، اور فاتحہ درود پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا۔

اس مجلس میں بہ نیت زیارت و گریہ و زاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے۔ اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ قابلِ زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

من رای منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہٖ فان لم یستطع فبقلبہٖ وذالک اضعف الایمان رواہ مسلم۔

یعنی جو شخص کوئی امر خلاف شرع دیکھے تو چاہئے کہ اسے مٹادے اپنے ہاتھ سے، اگر ہاتھ سے مٹانے کی اس کو قدرت نہ ہو تو زبان سے مٹادے یعنی زبان سے منع کردے، اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کا بھی اس کو اختیار

نہ ہو تو اس کو مٹا دے اپنے دل سے یعنی دل میں اس کو برا جانے ۔ اور یہ یعنی دل سے منع کرنا نہایت ضعیف ایمان ہے ۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے"

اور مجلس تعزیہ میں جا کر مرثیہ اور کتاب سننے کے بارہ میں یہ حکم ہے کہ اگر مرثیہ اور کتاب میں احوال واقعی نہ ہو بلکہ کذب وافترا ہو ۔ اور اس میں ایسا ذکر ہو جس سے بزرگوں کی تحقیر ہوتی ہو تو ایسا مرثیہ اور کتاب سننا درست نہیں ۔ بلکہ ایسی مجلس میں جانا بھی جائز نہیں ۔ چنانچہ اسی طرح کا مرثیہ سننے کے بارہ میں حدیث شریف میں منع وارد ہے ۔

عن ابی اوفیٰ قال نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی ۔ رواہ ابن ماجۃ ۔

یعنی روایت ہے ابی اوفیٰ سے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیہ سے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے "

اور اگر مرثیہ اور کتاب میں احوال واقعی ہو تو ایسے مرثیہ اور کتاب کے فی نفسہٖ سننے میں مضائقہ نہیں ۔ لیکن ہیئت اس مجلس کی جس طرح بدعتی کرتے ہیں نہ کرنا چاہیے ۔ اس واسطے کہ اس میں مشابہت بدعتی گروہ سے ہو جاتی ہے ۔ اور پرہیز کرنا بدعتیوں کی مشابہت سے ضرور ہے ۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے ۔

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ ۔ یعنی جس نے مشابہت کی کسی قوم کی تو وہ بھی ان ہی لوگوں سے ہوا "

اور جو شخص تعزیہ داروں کی مجلس کی طرح مجلس منعقد کرے تو وہ اس حدیث کے مصداق میں بھی داخل ہو جائے گا ۔

من کثر سواد قوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریکا لمن عمل رواہ الدیلمی عن ابن مسعود کذا ذکرہ السیوطی فی جمع الجوامع ۔

یعنی جس شخص نے زیادہ کیا ۔ جماعت کو کسی قوم کی تو وہ شخص بھی اسی قوم سے شمار ہوگا ۔ اور جو شخص خوش ہوا عمل سے کسی قوم کے تو وہ بھی اس کا

شریک قرار پائے گا ، جو وہ عمل کرے ۔ روایت کی اس حدیث کو دیلمی نے ابن مسعود سے ۔ اور ایسا ہی ذکر کیا اس کو سیوطی نے جمع الجوامع میں "

اور فاتحہ درود پڑھنا فی نفسہٖ درست ہے ۔ لیکن ایسی جگہ یعنی مجلس تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے ۔ اس واسطے کہ ایسی مجلس اس قابل ہے کہ مٹا دی جائے ۔ اور ایسی مجلس میں نجاست معنوی ہوتی ہے ۔ اور فاتحہ و درود اس جگہ پڑھنا چاہیے جو نجاستِ ظاہری و باطنی سے پاک ہو ۔ پس جو شخص پاخانہ میں تلاوت قرآن شریف کی کرے اور درود شریف پڑھے وہ مستوجب ملامت وطعن ہوگا ۔ ایسا ہی جس جگہ نجاست باطنی ہو ، اور دور کرنے کے قابل ہو تو وہاں بھی پڑھنا باعث ملامت وطعن ہوگا ۔ اس واسطے کہ بے محل وہ پڑھنا ہوگا [1]

انہی سے تعزیہ داری میں مدد ، مرثیہ و نوحہ خوانی ، کے متعلق سوال کیا گیا ـــــ تو جواب میں فرمایا ۔

یہ بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اس سے معصیت میں اعانت کرنا لازم آتا ہے ۔ اور معصیت میں اعانت ناجائز ہے "

مرثیہ و کتاب پڑھنا جس میں احوال واقعی نہ ہو ناجائز ہے اور ایسا ہی نوحہ کرنا گناہ کبیرہ ہے اور احادیث میں اس بارے میں وعید وارد ہے ۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی " [3]

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ تعزیہ بنانے کے سلسلہ میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

---

[1] فتاویٰ عزیزی ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (اردو) مطبوعہ : کراچی ص : ۱۶۵ ، ۱۶۳ ،
[2] سنن ابوداؤد [3] فتاویٰ عزیزی ، ص ۱۶۶ ،

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت بلکہ مجمع بدعات ہے، نہ وہ روضۂ مبارک کا نقشہ ہے۔ اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی، اور تاشے باجوں کے گشت، اور خاک میں دبانا، کیا یہ روضۂ مبارک کی شان ہے؟ اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضۂ مبارک میں نہ ہوں گی۔ امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ (من مانی خواہشات) کی نسبت امام رضی اللہ تعالےٰ کی توہین ہے۔ کیا توہینِ امام قابلِ تعظیم ہے؟

آگے چل کر رقم طراز ہیں۔

اس (تعزیہ) کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے۔ تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" [1]

کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ عاشورہ دس محرم کو نہ دن بھر روٹی (کھانا) پکاتے ہیں نہ گھر میں جھاڑو دیتے ہیں۔ نہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں۔ تعزیہ دفن ہونے کے بعد یہ سب کام کرتے ہیں۔ نیز ماہ محرم میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ اور اس ماہ میں امامین حسنین کے سوا کسی بزرگ کی فاتحہ نہیں دلواتے۔ یہ سب کام کرنا کیسا ہے؟۔

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ جواب دیتے ہیں۔

"یہ تینوں باتیں سوگ ہیں، اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینہ کی ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے" [2]

آپ نے تعزیہ کے سلسلہ میں مفصل بحث "رسالہ تعزیہ داری" میں کی ہے اہل ذوق مراجعت فرمائیں۔ نیز آپ کے محکم فتاوے سے ثابت ہے کہ مجالس روافض میں شرکت حرام ہے [3]

---

[1] العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، مطبوعہ رام پور ج۱۰ جز ۲، ص: ۲۰۸،
[2] " " " " ج۱۰ جز ۲، ص: ۲۷۲،
[3] " " " " " ج۱۰ جز ۱، ص: ۲۲۴،

تعزیہ کے علم اور نشان اہل ہیں۔ اور ان سے توسل باطل ہے [1]

جناب خمینی کے نزدیک عزاداری شعار الٰہی ہے

یہ تو تھا عزاداری اور ماتم کے بارے میں مسلمانانِ اہلِ سنت کا اسلامی موقف، اب آئیے شیعی دنیا کے معمولات دیکھیں۔ پھر ان کی بنیادی کتابوں میں نوحہ اور ماتم کے متعلق احکام کا جائزہ لیں۔ جناب خمینی صاحب کی شہرت آجکل شیعوں کے حلقے سے نکل کر کچھ بے خبر مسلمانوں تک پھیل رہی ہے بعض ناخواندہ پیروں اور مجاوروں پر بھی خمینی پروپیگنڈہ کے طلسم ہوشربا کا اثر ہو رہا ہے۔ اور وہ خمینی صاحب کو ملت اسلامیہ کا نجات دہندہ خیال کرنے لگے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ خمینی صاحب شیعیت اور شیعوں کے امام ہیں۔ اور ان کے نزدیک مروجہ عزاداری صرف کوئی رسم و رواج نہیں بلکہ معز الدولہ کی شروع کی ہوئی یہ بدعت شعار الٰہی بن چکی ہے۔ (معاذ اللہ)

انہوں نے اپنے ایک خطبہ میں کہا۔

"آج ہمیں ان مجالس کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔ ہمیں ان باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہئے جو ان مجالس سے دستبردار ہونے پر کہے یا کہا جائے کہ ہم ان مجالس پر جو خرچ کرتے ہیں، اسے جنگ سے متاثر افراد پر خرچ کریں۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہمیں ان کے اخراجات تو بہر حال پورے کرنے ہی ہیں۔ یہ ایک الٰہی فریضہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے دیگر امور ترک کر کے صرف اسی کے ہو کر رہ جائیں۔ آج مجالس اور عزاداری کی پہلے کے مقابلے میں زیادہ ضرورت ہے۔ لوگ تعزیہ داری کریں، گریہ و بکا کریں، سید الشہداء کے سلسلے میں یہ امور شعار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شعار الٰہی ہیں" [2]

---

[1] العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ، مطبوعہ، رام پور، ج۱۰، جز ۱، ص: ۱۶۱،
[2] خطبہ امام خمینی، مطبوعہ، مجلۂ توحید قم ایران، ج۲، شمارہ ۵، ص: آخر

اور آخری وقت میں جناب خمینی صاحب نے جو وصیت نامہ چھوڑا ہے اس میں تو اپنی قوم کو عزاداری کی تاکید اور اس کے اسلوب وطرق کے ساتھ ساتھ لعنت وملامت کرنے کی بھی وصیت کی ہے۔ نیز اپنے سیاسی رجحانات کو بھی مذہبی کیپسول میں لپیٹ دیا ہے۔

"من جملہ ان کے ائمہ اطہار اور خاص طور سے مظلوموں کے سید و سردار شہیدوں کے سرور و سالار، حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی عزاداری ہے ــــــ خدا، اس کے انبیاء اور اس کے ملائکہ وصلحا کی بے پایاں صلوٰۃ ہو، آپ کی عظیم اور حماسہ آفریں روح پر، اس عزاداری کی طرف سے کبھی بھی غافل نہ ہوں۔ اور یاد رکھیں کہ اسلام کے اس عظیم تاریخی حماسہ کو زندہ رکھنے اور اس کی یاد منانے کے سلسلہ میں ائمہ علیہم السلام کے جتنے بھی احکام وفرامین ہیں۔ اور اہل بیت پر ظلم وستم کرنے والوں کے سلسلہ میں جتنی بھی لعن ونفرین ہے یہ سب کچھ ابتدائے تاریخ سے قیامت تک ظالم وستمگر سرغنوں کے خلاف قوموں کی شجاعانہ آواز وفریاد ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ بنی امیہ (لعنۃ اللہ علیہم) کے ظلم وستم کے خلاف فریاد اور ان پر لعن ونفرین، اگرچہ وہ خود واصل جہنم ہو چکے ہیں اور ان کی نسل منقطع ہو چکی ہے ــــــ درحقیقت دنیا کے تمام مظلوموں کے خلاف آواز ہے۔ اور اس ستم شکن فریاد کو زندہ رکھنے کا وسیلہ ہے۔ ضروری ہے کہ ائمہ حق علیہم سلام اللہ کے نوحوں، مرثیوں، اور مدحیہ اشعار (قصیدوں) میں ہر جگہ اور ہر دور کے ظالموں کے مظالم اور ان کے دلخراش جرائم کا مؤثر طور پر ذکر کیا جائے۔ اور ہمارا یہ دور جو امریکہ، روس اور ان کے تمام گماشتوں، من جملہ ان کے حرم بزرگ الٰہی سے خیانت کرنے والے آل سعود (لعنۃ اللہ وملائکتہ ورسلہ علیھم) کے ہاتھوں عالم اسلام کی مظلومیت کا دور ہے۔ (ان کے مظالم) مؤثر طور پر یاد دلائے جائیں اور

ان پر لعن ونفرین کی جائے۔ اور ہم سب کو یہ جان لینا چاہئے کہ وہ چیز جو مسلمانوں کے درمیان اتحاد ووحدت کا ذریعہ ہے یہی سیاسی مراسم ہیں، جو تمام مسلمانوں اور خاص طور سے ائمہ اثنا عشر علیہم صلوات اللہ وسلم کے شیعوں کی ملیت کی حافظ ہے"[1]

اس وقت ہم ماتم اور عزاداری کے عنوان پر متوجہ ہیں۔ اس لئے جناب خمینی صاحب کے وصیت نامہ کے اس آخری حصہ پر مزید کوئی تبصرہ کئے بغیر ان کے ایک اور خطبہ کا اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے ان کے نزدیک عزاداری کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا۔

"یہ جو روایت میں ہے کہ جو شخص روئے یا رلائے یا رونے کی صورت بنائے اس کی جزا جنت ہے تو یہ اس لئے ہے کہ حتی اگر کوئی رونے والے کی صورت ہی بناتا ہے۔ حزن وملال کی صورت اپنے اوپر طاری کرتا ہے اور رونے والے کی کیفیت پیدا کرتا ہے تو گویا وہ حسینی مقصد اور حسینی تحریک کی حفاظت کرتا ہے"[2]

اس باب میں محض خمینی صاحب کی تخصیص کیا۔ پوری کی پوری شیعہ قوم صدیوں سے مصروف ماتم ہے۔ مگر ہم نے اس معاملہ میں جب ان کی امہات الکتب کے مندرجات دیکھے تو ان میں ماتم، عزاداری، سینہ کوبی اور سوگ کی صریح ممانعت کی روایات ایک دو نہیں، متعدد موجود ہیں۔

کتب شیعہ میں نوحے اور ماتم کی ممانعت

شیعوں کی تفسیر "قمی" میں ہے کہ ام حکیم بنت حارث بن عبدالمطلب نے حضور سے پوچھا یا رسول اللہ! معروف کے بارے میں ہمیں کیا حکم

---

[1] امام خمینی کا الٰہی سیاسی وصیت نامہ، مجلہ توحید ج ۶، شمارہ ۵، ص: ۲۹، ۳۰۔

[2] خطبہ امام خمینی، مجلہ توحید، قم ایران، ج ۷، شمارہ ۵، ص: آخر،

فرمایا ہے کہ ہم آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا۔

"رب تعالیٰ کے فرمان "معروف" کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے منہ نہ نوچو، رخساروں پر طمانچے نہ مارو، بال نہ بکھیرو، کرتے چاک نہ کرو، کپڑوں کو سیاہ نہ بناؤ، ہائے ہائے اور بربادی بربادی نہ چیخو، قبر کے پاس نہ کھڑی ہو، تو ان شرطوں کے ساتھ حضور نے عورتوں کی بیعت لی"[1]

● انہی کی تفسیر مجمع البیان میں ہے۔

"وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ" سے مراد یہ ہے کہ نوحہ سے باز رہیں، کپڑے پھاڑنے، بال اور منہ نوچنے اور مرنے والوں پر واویلا کرنے سے پرہیز کریں"[2]

● فروع کافی میں بھی ام حکیم بنت حارث کی روایت کچھ زیادتی کے ساتھ تحریر ہے[3] جسے صاحب مرآۃ العقول نے موثق اور حسن لکھا ہے[4]

● رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریفہ میں حاضری کا ادب شیعی کتاب میں اس طرح لکھا ہے۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ فوج در فوج اس گھر میں آنا، مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا، رو کر فریاد، اور واویلا کر کے مجھے اذیت نہ دینا"[5]

● حلیۃ المتقین میں ہے۔

---

[1] تفسیر القمی، ص: ۳۲۵، [2] تفسیر مجمع البیان، ابو علی الطبرسی، ج ۹، ص، ۲۷۶،
[3] فروع الکافی، للکلینی ج ۳، ص، ۲۲۸،
[4] مرآۃ العقول، فاتح العلماء الشیعہ دلدار علی بن محمد معین نصیر آبادی، ج ۱، ص: ۵۱۴، [5] جلاء العیون، ص ۶۹،

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ مصیبت کے وقت بآواز بلند رونے نوحہ کرنے، اور جنازہ کے پیچھے عورتوں کے جانے سے"[1]

● طائفہ امامیہ کے شیخ صدوق نے نقل کیا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصائب پر بآواز بلند رونے، نوحہ کرنے، اور سننے سے منع فرمایا"[2]

● حلیۃ المتقین میں ہے کہ

"حضور نے فرمایا۔ عورت کی اطاعت کرنے والا .... اسے تعزیہ میں بھیجنے والے کو سر کے بل جہنم میں ڈالتے ہیں"[3]

● مجمع المعارف میں ہے۔

"نوحہ کرنے والا روز قیامت، کتوں کی طرح نوحہ کناں ہوگا"[4]

● حیات القلوب میں ہے۔

"سب سے پہلا نوحہ گانے والا شیطان تھا۔ (جب اسے جنت سے نکالا گیا)"[5]

● اولاد آدم میں قابیل پہلا شخص ہے جس نے واویلا کیا، اور ملعون ہوا"[6]

● نہج البلاغۃ میں ہے۔

"صبر مصیبت کے اندازے سے اترتا ہے۔ جس نے مصیبت کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارا، اس کے اعمال برباد ہوئے"[7]

---

[1] حلیۃ المتقین، ص: ۱۸۸ [2] کتاب الامالی، ص، ۲۵۴، حلیۃ المتقین ص: ۱۸۹
من لا یحضرہ الفقیہ لابن بابویہ القمی، ج ۲، ص، ۳۵۶،
[3] حلیۃ المتقین، ص: ۴۶، [4] مجمع المعارف، ص، ۱۶۲،
[5] حیات القلوب، لنور الدین المجلسی ج ۱، ص: ۴۲،
[6] نفس الرحمٰن، محمد تقی النوری الطبرسی، ص، ۱۲۴،
[7] نہج البلاغۃ، ص: ۱۵۸،

نوحہ و ماتم اور وصیتِ رسولؐ

فروع کافی میں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہراؓ سے فرمایا۔

اذا انا مِتُّ فلا تخمشی علیّ وجهاً ولا ترخی علیّ شعراً ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علیّ نائحة [1]

جب میں فوت ہو جاؤں تو منہ نہ چھیلنا، بال نہ نوچنا، واویلا نہ مچانا، اور نوحہ گر عورتوں کو نہ بلانا۔

حیات القلوب میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ

حضور سرورِ عالم کے وصال فرمانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ اور عرض گزار ہوئے ——

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ زندگی بھر اور بعد وفات بھی طیب ہیں۔ آپ کی وفات سے وہ شئی بند ہوگئی جو کسی پیغمبر کے انتقال سے بند نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور وحی، آپ کی مصیبت اتنی عظیم ہے جس نے ہمیں دوسروں کی مصیبت سے مطمئن کر دیا۔ آپ کی وفات کی مصیبت ایک عام مصیبت ہے کہ سب لوگ یکساں دلگیر ہیں۔

واگر نہ آں بود کہ امر کردی بصبر کردن و نہی نمودی از جزع نمودن ہر آئینہ آبہائے سر خود را در مصیبت تو فرو می ریختم و ہر آئینہ درد مصیبت ترا ہرگز دوا نمی کردم [2]

اور اگر آپ صبر کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو اس مصیبت پر ہم تمام سر کا پانی بہا دیتے اور آپ کی اس مصیبت کے درد کی کوئی دوا نہ کرتے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا۔

لیس لاحد کم ان یحد اکثر من ثلثة ایام الا المرأة علی

---

[1] فروع الکافی، ج۲، ص: ۲۲۸ [2] حیات القلوب ج۲، ص: ۲۶۲،

زوجها حتی تقضی عدتها [1]

کسی کو جائز نہیں کہ تین روز سے زائد سوگ کرے، مگر بیوی کو اپنے خاوند کی موت پر عدت تک اجازت ہے۔

اسی مفہوم کی روایات تہذیب اور وسائل الشیعہ میں بھی پائی جاتی ہیں [2]

حیات القلوب میں ہے۔

حضرت رسول فرمود اے فاطمہ توکل کن بر خدا و صبر کن چنانچہ صبر کردند پدرانِ تو کہ پیغمبراں بودند و مادرانِ تو کہ زنہائے پیغمبراں بودند [3]

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ! خدا پر توکل کر اور صبر کر، تیرے آباء جو کہ پیغمبر تھے صبر کرتے رہے اور تیری مائیں، جو پیغمبروں کی بیویاں تھیں صبر کرتی رہیں۔

اسی کتاب میں آگے منقول ہے۔

بداں اے فاطمہ! کہ برائے پیغمبر گریباں نمی باید درید و روئے نمی باید خراشید و واویلا نمی باید گفت [4]

اے فاطمہ! جان لے کہ پیغمبر کے لئے گریبان نہیں چاک کرنا چاہئے۔ اور چہرہ پر خراش نہیں لگانا چاہئے اور واویلا نہیں کرنا چاہئے۔

نیز اسی کتاب میں ہے۔

ابنِ بابویہ اپنی معتبر سند سے امام باقرؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات سیدہ فاطمہ سے فرمایا —— اے فاطمہ! جب میں وفات کر جاؤں تو میرے لئے چہرہ پر خراش نہ ڈالنا، بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا، اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا، اور نوحہ گروں کو نہ بلانا [5]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ، ص: ۳۶ [2] التہذیب للطوسی، ص: ۲۳۸، ووسائل الشیعہ للحر العاملی، ج۲، ص: ۱۷۳، [3] حیات القلوب، ج۲، ص: ۲۵۲،

[4] حیات القلوب ج۲، ص: ۲۵۳، وکتاب العلل والشرائع، ج۲، ص: ۱۱۰،

[5] " " ص: ۶۵۴،

ایسا کیوں؟ ہم نے تو یہاں محض نقلِ روایات پر اکتفا کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان تمام احکام کے ہوتے ہوئے شیعوں میں سینہ کوبی، سیہ پوشی، اور ماتم گساری کہاں سے داخل ہو کر جزو دین بن گئی۔ اس کی وضاحت ذمہ دارانِ شیعہ پر ہے۔ حال یہ ہے کہ رسول خدا سیّدہ فاطمہ کو اپنی وفات پر ماتم و نوحہ سے باز رہنے کی وصیت خود فرماتے ہیں۔ ادھر حضرت علی فرماتے ہیں حضور نے اگر منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم اپنے سر کا سارا پانی بہا ڈالتے۔ ان حضرات کو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور ان کے فرمان کا اتنا خیال، اور دعویداران تولائے اہل بیت بالکل اس کی مخالفت پر کمربستہ، آخر ایسا کیوں؟۔

ایرانی قائد کے عقائد

ایران میں جناب خمینی کے برسر اقتدار آنے کے بعد نہایت روز و شور کے ساتھ جس "اسلامی انقلاب" کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ اس کی دھمک دُنیا کے دور دراز گوشوں تک سُنی جا رہی ہے — تمام شیعی ایرانی و غیر ایرانی علماء جنہیں خمینی تحریک سے اتفاق ہے وہ اس تحریک کو فال نیک سمجھ رہے ہیں ——————

ایرانی سفارت خانے ہر جگہ کی با اثر اسلامی شخصیات کو ہمنوا بنانے — اور سستے کارندوں کے ذریعہ اپنی تحریک کو اسلامی تحریک ثابت کرنے میں شب و روز منہمک ہیں —— ایرانی انقلاب سے پیشتر عام دُنیا میں فرقہ شیعہ کا جو تعارف تھا کہ یہ ایک الگ تھلگ گروپ ہے، جو قرونِ اولیٰ ہی میں — حقیقی اسلامی ڈگر سے منحرف ہو گیا تھا —— اس کے ہم زمانہ اور بعد میں جنم لینے والے متعدد فرقے تو نیست و نابود کی منزل سے گزر گئے مگر اس فرقہ کے ماننے والے ابھی زندہ ہیں —— ایران میں انقلاب کیا آیا —— دُنیا بھر میں شیعوں کی نشأۃ ثانیہ کا دور آگیا۔ عام ناواقف اور ناخواندہ مسلمانوں کی بھی کمی نہیں، پروپیگنڈے کے طوفان نے ان کے ذہنوں پر بھی دستک دی۔ کلمہ نماز، چند عبادات اور مخصوص اسلامی شعائر کے سوا جنہیں دینی باریکیوں کا علم ہی نہیں —— انہیں کیا معلوم کہ یہ کسی اسلامی انقلاب کی بات نہیں ہے

بلکہ اسلام کے نام پر حصول اقتدار کی تاریخ کا بھیانک حادثہ ہے

ورنہ مجھے بتایا جائے —— کہ آج "ثورۃ اسلامیۃ لا شیعیۃ ولا سنیۃ" کی بانگ دینے والے

کیا قرآن مجید کے بارے میں ان کا عقیدہ بالکل درست ہو گیا؟

عقیدۂ امامت نیز امام غائب کے مسئلہ سے رجوع کر لیا — ؟

خلفائے ثلثہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی کی گستاخی سے تائب ہو گئے — ؟

چند کے سوا تمام صحابہ کرام کے ارتداد کا شیعی موقف — غلط سمجھ کر اس سے رُجوع کر لیا گیا — ؟

متعہ جیسے غیر شریفانہ عمل سے توبہ کر لی گئی —— ؟

کتمان و تقیہ کی آڑ لے کر حقیقی اسلام کو مسخ کرنا بند کر دیا گیا —— ؟

کفار و مشرکین سے زیادہ "اہل سُنّت" کو مبغوض و معتوب سمجھنے سمجھانے کی پالیسی بدل دی گئی —— ؟

نہیں اور ہرگز نہیں —— بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایران میں محض شیعی کے بجائے خمینی شیعیت کی حکومت ہے — آپ کہیں گے — یہ خمینی شیعیت کیا عام رفض و شیعیت سے کوئی الگ قسم ہے —— ؟ جی ہاں [1]

جناب خمینی صاحب جس شیعیت کے علمبردار ہیں — یہ عام شیعیت سے بدترین اور تباہ کُن ہے —— جس کے ثبوت میں ہم امام زماں جناب امام خمینی صاحب کی تصنیفات

(۱) کشف الاسرار

(۲) الحکومۃ الاسلامیۃ

اور ان کے تقریری مجموعے

(۳) الجہاد الاکبر

(۴) الامام الخمینی و مؤتمر الحج العالمی

اور ان کی مجلسی تقاریر کی کتاب

(۵) نہج خمینی

کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرائیں گے —— یقیناً گفتار و اقوال تحریر و تقریر انسان کی شخصیت کا عکس اور ترجمان ہیں —— اور کسی بھی تحریک کو اس کے

---

[1] ولایت فقیہ کی بحث جو خمینی صاحب کی ایجاد ہے آگے آ رہی ہے۔

قائد و رہنما کے آئینہ میں ہی دیکھا جاتا ہے ——— اسلامی حکومت ایران کی رہنمائی کا سہرا جن خمینی صاحب کے سر ہے ——— صد افسوس کہ وہ اپنی تصنیف کشف الاسرار کے آئینے میں نہایت کٹر اور غالی شیعہ نظر آتے ہیں۔ ساڑھے تین سو صفحات کی اس کتاب میں آنجناب نے اپنے عقائد موروثی کو زور و شور سے بیان کیا ہے ——— اور خلفائے راشدین میں سے تینوں اولین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بعن طعن کی ہے ——— حتیٰ کہ انہیں باغی۔ خائن، اور نہ جانے کیا کیا لکھ مارا ہے ۔

خمینی صاحب عقائد کے لحاظ سے شیعوں کے فرقہ اثنا عشریہ سے تعلق رکھتے ہیں امامت و خلافت کے سلسلہ میں ان کے کل عقائد اپنے فرقہ سے مختلف نہیں اپنی کتاب "الحکومت الاسلامیہ"، میں بھی انہوں نے اپنا مسلک چھپایا نہیں ہے بلکہ واضح کر دیا ہے ۔ اسی لئے انہوں نے لکھ دیا ہے کہ "ہم ولایت (امامت) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ کا تقرر کریں ۔ اور آپ نے ایسا کیا (ص۱۸) خمینی صاحب کے عقیدے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنے بعد خلیفہ کی تعیین حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فریضہ رسالت کی تکمیل کا درجہ رکھتی ہے (ص۱۹) اگر وہ خلیفہ نامزد نہ فرماتے تو (معاذ اللہ) فریضہ رسالت ناقص رہ جاتا (ص۲۳) خمینی صاحب اور تمام شیعوں کی طرح اس عقیدے کے سختی سے پابند اور مبلغ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع غدیر خم کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ نامزد کر دیا تھا (ص۱۳۱) خمینی صاحب امام غائب کے بارے میں بھی بڑا سخت عقیدہ رکھتے ہیں (ص۹۵) اور خود کو امام غائب کا قائم مقام سمجھتے ہیں جس کی توضیح و تشریح کے لئے انہوں نے اپنی کتاب مذکور "الحکومۃ الاسلامیہ کا ایک مستقل باب بڑی عرق ریزی سے تصنیف کیا ہے جس کا عنوان ہے "ولایۃ الفقھیۃ"

ایرانی حکومت کے لئے نئے دستور کی دفعہ ۵ میں جو تصریحات کی گئی ہیں وہ

بھی قارئین کے لئے دلچسپی کی چیز ہے :

تکون ولایۃ الامر	"امام مہدی کی غیبت کے دور
والامۃ فی غیبۃ الامام	میں جمہوریہ اسلامیہ ایران کا امیر و
المھدی عجل اللہ فرجہ	امام اپنے زمانہ کا فقیہ، عادل
فی جمھوریۃ ایران الاسلامیۃ	پاکباز اور عارف شخص
للفقیہ العادل التقی العارف بالعصر[1]	ہوگا"

تاریخ فتن کے واقف کاروں سے یہ پوشیدہ نہیں کہ افراط و تفریط اور حصول مرتبت و اقتدار کے جذبے نے کیسے کیسے جبہ و دستار والوں سے نت نئے فتنوں کا آغاز کرایا ——— ان میں جناب خمینی صاحب کا فتنہ دورِ حاضر کا مہلک ترین فتنہ ہے۔ خمینی صاحب نے ایران میں جو نام نہاد اسلامی حکومت قائم کی ہے اس کے سیاہ و سپید کا اختیار کلی انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لئے ایسی حرکت کر ڈالی ہے ——— جس کے سامنے پاپائی طبقہ بھی پیچھے رہ گیا ہے ۔ دستور کی رو سے خمینی صاحب نے اپنے لئے اور اپنے پس ماندگان کے لئے ایرانی اقتدار کی شاہ کلید مذہبی ہتھکنڈوں سے حاصل کر لی ہے ——— اور نبیوں رسولوں کو جو اختیارات اپنی امت کے حق میں تھے وہ سب اپنے اور اپنے جانشینوں کے نام کر لئے ہیں ——— "الحکومۃ الاسلامیۃ" کی عبارت پڑھئے اور سر دھنیئے :

"واذا نھض بامر تشکیل الحکومۃ فقیہ عالم عادل فانہ یلی من امور المجتمع ماکان یلیہ النبی منھم ووجب علی الناس ان یسمعو الہ ولیطیعوا ویملک ھذا من امر الادارۃ والرعایۃ والسیاسۃ للناس ماکان یملک الرسول وامیر المومنین"[2]

[1] الحکومۃ الاسلامیۃ دفعہ ۵ [2] ایضاً ص۴۹

"جب کوئی فقیہ عالم وعادل حکومت کی تشکیل پر کمربستہ ہو تو وہ معاشرے اور اجتماعی معاملات میں ان سبھی امور واختیارات کا مالک ہوگا جو نبی کے زیر اختیار تھے ـــــ اور تمام لوگوں پر اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا واجب ہوگا ـــــ اور یہ (عالم وعادل فقیہ) حکومتی نظام سماجی مسائل اور سیاست اُمّت کے جملہ معاملات کا اسی طرح مالک ومختار ہوگا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین مالک ومختار تھے۔"

اسی کتاب میں خمینی صاحب نے واضح الفاظ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ مذکورہ بالا صفات کے حامل فقہاء (مجتہدین) رسول اللہ کے نیز ائمہ کے وصی ہیں ـــــ اس لئے ائمہ کی عدم موجودگی اور ان کی غیبت کے زمانہ میں ان تمام امور کی انجام دہی کے وہی مکلف ہیں [1]

اور ائمہ کے بارے میں شیعوں کے عقائد کا غلو پہلے ہی کیا کم تھا ـــــ کہ وہ انہیں رسول کا نائب مطلق ہی نہیں بلکہ اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں ـــــ مختصر یہ ہے کہ ـــــ

حضرات شیعہ کے نزدیک عقیدۂ امامت

- امامت اور ائمہ کو جاننا اور ماننا ایمان کی شرط ہے اور اس کا منکر توحید ورسالت کا منکر ہے [2]
- امامت اور ائمہ پر ایمان لانے کی تبلیغ تمام پیغمبروں نے کی اور اس کے احکام تمام صحف میں نازل ہوئے [3]

---

[1] الحکومت الاسلامیہ ص۷۵
[2] اصول کافی (حضرات شیعہ کی سب سے مستند کتاب) ص۱۰۵،۱۰۶ [3] کتاب مذکور ص۲۷۶

- قرآن مجید میں رسول کے ہمراہ جس خدائی نور کی تنزیل کا ذکر ہے اس سے مراد ائمہ ہیں [1]
- مخلوق پر حجت الٰہیہ کا قیام اور معرفت دین کا حصول ائمہ کے بغیر نہیں ہوتا [2]
- اماموں کی اطاعت فرض ہے۔ جس طرح رسولوں کی اطاعت فرض ہے [3]۔
- ائمہ کو حلّت وحرمت کا اختیار حاصل ہے [4]
- ائمہ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہوتے ہیں [5]
- امامت کا مرتبہ نبوت سے بلند تر ہے [6]
- ائمہ کی حکومتِ تکوینی کائنات کے ذرّے ذرّے کو محیط ہے [7]
- ائمہ کی تعلیمات قرآن کی طرح ہیں [8]
- ائمہ کا درجہ انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین سے بلند ہے [9]
- ائمہ کو معصوم اور "امام" (باصطلاح شیعہ) ماننے والے اگر ظالم اور فاسق وفاجر بھی ہوں تو جنتی ہیں اور انہیں نہ ماننے والے خواہ متقی وپرہیزگار کیوں نہ ہوں جہنمی ہیں [10]
- وہ مسئلہ امامت تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بطور امانت آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا اور انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا [11]
- آیت کریمہ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ الخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اصول کافی ص۱۱۷ [2] ایضاً ص۱۰۳
[3] ایضاً ص۱۱۰ [4] ایضاً ص۲۷۸
[5] ایضاً ص۱۲۱-۱۲۲ [6] حیات القلوب۔ ملا باقر مجلسی ج۳ ص۱۰
[7] الحکومت الاسلامیہ۔ خمینی ص۵۲ [8] ایضاً ص۱۱۳
[9] ایضاً ص۶۲ [10] اصول کافی ص۲۳۸
[11] اصول کافی ص۲۶۱

کے قلب مبارک پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ جو چیز اُتاری گئی۔ وہ ولایت و امامت کا مسئلہ تھا۔[۱]

- ○ نماز زکوٰۃ روزہ حج اور امامت اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں۔ امامت ان میں اہم ترین رکن ہے۔[۲]
- ○ اسلام کے تین پائے ہیں نماز زکوٰۃ اور امامت ان میں سے کوئی صحیح نہیں ایک دوسرے کے بغیر۔[۳]

شیعہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو محض خلیفۃ النبی ہی نہیں مانتے بلکہ ایسا خلیفہ اور امام تسلیم کرتے ہیں جس کی یہ تمام مذکورہ بالا صفتیں ہیں ـــــ اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کے بعد ان کے نزدیک بارہ امام مسلم ہیں۔ اوپر بیان کی ہوئی صفات و درجات حقوق و اختیارات ان سب کے لئے مانتے ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک ان ائمہ سے محبت و عقیدت کے اس معیار کا دوسرا رخ بھی فراموش نہ کیا جائے کہ حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حد درجہ عناد اور بغض رکھنا ـــ نیز ان کی ہجو کرنا ان کے عقائد میں داخل ہے۔

ایرانی رہنما جناب خمینی صاحب بھی اس وصف سے عاری نہیں۔ ہم عدل و انصاف سے راہ حق کے متلاشیوں کے لئے ان کی کتاب کشف الاسرار کے چند اقتباسات کا فوٹو حاضر خدمت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ محض ترجمہ ہوگا۔ اس سے نتیجہ کیا نکلتا ہے ـــ یہ فیصلہ قارئین خود کرلیں۔

---

[۱] اصول کافی صـ ۲۶۲

[۲] ایضاً صـ ۳۶۸

[۳] ایضاً صـ ۳۶۸

تالیف

امام خمینی

کشف الاسرار

انتشارات مصطفوی

قم

○

۱۱۳

آنهائیکه سالها بطمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسبانده

بودند ودسته بندیها میکردند ممکن نبود بگفته قرآن از کار خود دست بردارند و

هر حیلهٔ بود بکار خود را انجام میدادند بلکه شاید در اینصورت خلاف بین مسلمانان

طوری میشد که باعث انهدام اساس اسلام منتهی میشد زیرا ممکن بود آنها که بر

ضد ریاست بودند چون دیدند باسم اسلام نمیشود بمقصود خود رسید یکحزب

حزبی بر ضد اسلام تشکیل میدادند ودر اینصورت مسلمانان هم قیام میکردند و باعلی

علی بن ابیطالب ودیگر دینداران [illegible]

اسلام یک جنگ خلاف بزرگی بین مسلمانان [illegible]

وآن بنیهٔ اسلام را [illegible]

اصل امامت که هیچ [illegible]

○

«١١٤»

٤. آنکه ممکن بود درصورتیکه امامرا درقرآن ثبت میکردند آنهائیکه جز برای دنیا وریاست بااسلام وقرآن سروکار نداشتند وقرآنرا وسیلهٔ اجراء نیات فاسدهٔ خود کرده بودند آن آیات را ازقرآن بردارند وکتاب آسمانیرا تحریف کنند وبرای همیشه قرآنرا ازنظر جهانیان بیندازند وتاروزقیامت این ننگ برای مسلمانها وقرآن آنها ماند وهمان عیبی راکه مسلمانان بکتاب یهود ونصاری میگرفتند عیناً برای خود اینها ثابت شود

٥. فرضاً که هیچیک ازاین امورنمیشد بازخلاف ازبین مسلمانها برنمیخواست زیراممکن بودآن حزب ریاست خواه که ازکار خود ممکن نبود دست بردارند فوراً یك حدیث بپیغمبراسلام نسبت دهند که نزدیك رحلت گفت امرشما باشوری باشد علی بن ابیطالبرا خدا ازاین منصب خلع کرد

مخالفتهای ابوبکر با نص قرآن

شاید بگویید اگر درقرآن امامت تصریح میشد شیخین مخالفت نمیکردند وفرضاً آنها مخالفت میخواستند بکنند مسلمانها ازآنها نمیپذیرفتند ناچارما دراین مختصر چند ماده ازمخالفتهای آنهارا باصریح قرآن

«١١٩»

مخالفتهای اینها باگفته های پیغمبراسلام محتاج بیك کتابست هرکس بخواهد مجملی ازآنرا ببیند بکتاب فصول المهمه تالیف علامهٔ بزرگوار السید شرف الدین العاملی رجوع کند

٤. درآنوقع که پیغمبر خدا صلی الله علیه وآله درحال احتضار ومرض موت بود جمع کثیری درمحضر مبارکش حاضر بودند پیغمبر فرمود بیائید برای شما یك چیزی بنویسم که هرگز بضلالت نیفتید عمربن الخطاب گفت (هجر رسول الله) واین روایت را مورخین واصحاب حدیث ازقبیل بخاری ومسلم واحمد بااختلافی درالفاظ نقل کردند وجملهٔ کلام آنکه این کلام یاوه ازابن خطاب یاوه‌سرا صادرشده‌است و تاقیامت برای مسلم غیور کفایت میکند الحق خوب قدردانی کردند ازپیغمبرخدا که برای ارشاد وهدایت آنها آنهمه خون دل خورد وزحمت کشید انسان باشرف دیندارغ ورمیداند روح مقدس این نورپاك باچه حالی پس ازشنیدن این کلام ازابن خطاب ازاین دنیا رفت واین کلام یاوه که ازاصل کفر وزندقه ظاهرشده مخالف است باآیاتی ازقرآن کریم. سورهٔ نجم (آیهٔ ٣) وَ ما يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلاّ

وَحْيٌ يُوحىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوىٰ. پیغمبر نطق نمیکند ازروی هوای نفس کلام او نیست مگر وحی خدائی که جبرئیل باخدا باو تعلیم میکند ومخالف است باآیهٔ اطیعوا الله واطیعوا الرسول وباآیهٔ وما آتیکم الرسول فخذوه وآیهٔ وما صاحبکم بمجنون و غیرآن ازآیات دیگر

نتیجه سخن ما در این باره

ازمجموع این ماده‌ها معلوم شده مخالفت کردن شیخین ازقرآن درحضور مسلمانان یك امرخیلی مهمی نبوده ومسلمانان نیز یا داخل درحزب خود آنها بوده ودرمقصود باآنها همراه بودند ویااگرهمراه نبودند جرئت حرف زدن درمقابل آنها که باپیغمبر خدا ودختر او اینطور سلوك میکردند نداشتند ویا اگر گاهی یکی ازآنها یك حرفی میزد بسخن او ارجی نمیگذاشتند وجملهٔ کلام آنکه اگر درقرآن هم این امر باصراحت لهجه ذکر میشد بازآنها دست ازمقصود خود برنمیداشتند و

«١٢٠»

ترك ریاست برای گفته خدا نمیکردند منتهاچون ابوبکر ظاهرسازیش بیشتر بود با یك حدیث ساختگی کاررا تمام میکرد چنانچه راجع بآیات ارث دیدید وازعمرهم استبعادی نداشت که آخرامر بگوید خدا یاجبرئیل یاپیغمبر درفرستادن یا آوردن این آیه اشتباه کردند ومهجور شدند آنگاه سنیان نیز ازجای برمیخاستند ومتابعت او را میکردند چنانچه دراینهمه تغییرات که دردین اسلام داد متابعت ازاو کردند و قول اورا برآیات قرآنی وگفته‌های پیغمبر اسلام مقدم داشتند

«١٠٧»

برای چنین پیغمبرچه ارج میتوان قائل شد ماخدائیرا پرستش میکنیم ومیشناسیم که کارهایش براساس خرد پایدار وبخلاف گفته‌های عقل هیچ کاری نکند نه آنخدائی که بنائی مرتفع ازخداپرستی وعدالت ودینداری بناکند وخود بخرابی آن بکوشد و یزید ومعاویه وعثمان وازاین قبیل چپاولچی های دیگررا بمردم امارت دهد و تکلیف ملت را پس ازپیغمبرخود برای همیشه معین نکند تادرتاسیس بنای جور و ستمکاری کمك کارنباشد

یك رئیس خانه که پنجاه نفر کارمند دارد یك سرپرست خانواده که ده نفر افراد

اسلام کو نقصان پہنچانے والے اسلامی روپ میں چوبیس زہریلے فرقوں کے
کفریہ عقائد و نظریات پر مبنی کتاب

چوبیس زہریلے سانپ
اور
مسلک حق اہلسنت

مؤلف
حضرت علامہ مولانا محمد طفیل رضوی

ناشر
تنظیم اہلسنت کراچی، پاکستان

جناب خمینی کی تحریروں کے
خط کشیدہ حصّوں کا ترجمہ

"وہ لوگ (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سالہا سال تک خود کو حکومت و ریاست ہی کی طمع میں، دین پیغمبر یعنی اسلام سے چپکاتے ہوئے تھے۔ اور اسی مقصد کے لئے گروہ بندی کیا کرتے تھے۔ ان سے یہ ممکن نہیں تھا کہ قرآن کے فرمان کو تسلیم کرکے اپنے مقصد سے دست بردار ہو جاتے، جس ترکیب اور حیلہ سے ان کا مقصد حاصل ہوتا وہ استعمال کرتے۔ بلکہ شاید اس صورت میں مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف پیدا ہوتا کہ اسلام کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی۔ کیونکہ ممکن تھا کہ اسلام قبول کرنے سے جن کا مقصد محض حصول اقتدار و ریاست تھا۔ جب وہ یہ دیکھتے کہ اسلام سے لگے رہ کر ہم یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ تو اسی مقصد کے حصول کے واسطے اسلام ہی کے خلاف ایک پارٹی بنا لیتے۔ اور کھلے دشمن اسلام بن کر میدان میں آجاتے۔ اور ایسی صورت میں مسلمان بھی اُٹھ کھڑے ہوتے اور لامحالہ علی بن ابی طالب اور دوسرے دین دار مسلمان خاموش تماشائی بنے بیٹھے نہ رہتے۔

۴۔ اس بات کا بھی امکان تھا، ایسی صورت میں جبکہ امام (حضرت علی) کا نام قرآن میں ثبت ہوتا۔ تو جن لوگوں نے اسلام اور قرآن سے دُنیاوی

حکومت کی خاطر تعلق استوار کیا تھا۔ اور قرآن کو اپنی اغراض فاسدہ کا ذریعہ بنالیا تھا۔ وہ ان آیات کو قرآن سے نکال ڈالتے۔ اور آسمانی کتاب کو بدل دیتے اور ہمیشہ کے لئے قرآن کو دنیا والوں کی نظر سے چھپا دیتے۔ اور قیامت تک کے لئے مسلمانوں اور ان کے قرآن کے لئے یہ بات باعث ننگ ہوتی۔ اور مسلمانوں کی طرف سے یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے بارے میں تحریف کا جو اعتراض کیا جاتا ہے وہی ان پر اور ان کے قرآن پر آتا۔

۵۔ فرض کرلیا جائے کہ ان میں سے کوئی امر واقع نہ ہوتا (یعنی قرآن میں تحریف بھی نہ کی جاتی وغیرہ) جب بھی یہ نہ ہوتا کہ مسلمانوں کے درمیان امامت و خلافت کے بارے میں اختلاف نہ ہو۔ کیونکہ جو گروہ صرف حکومت و اقتدار کا طالب تھا۔

ممکن نہیں تھا کہ اس آیت کی وجہ سے اپنے مقصد سے دست بردار ہوجاتا۔ وہ لوگ فوراً ایک حدیث گھڑ کر رسول کی طرف منسوب کردیتے کہ وقت وفات حضور نے فرمایا کہ تمہاری امامت کا معاملہ شوریٰ سے طے ہوگا۔ علی ابن ابی طالب کو خدا نے منصب امامت سے معزول کردیا۔

نص قرآن کے ساتھ ابوبکر کی مخالفتیں۔ شاید تم کہو کہ اگر قرآن میں امامت کا صاف صاف بیان ہوتا تو شیخین مخالفت نہ کرتے۔ اور بالفرض اگر وہ مخالفت کرنا بھی چاہتے تو مسلمان ان کی مخالفت کو قبول نہ کرتے۔

ہم اس مختصر میں قرآن سے ان کی صریح مخالفتوں کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ انہوں نے مخالفت کی اور لوگوں نے اسے قبول بھی کیا ....

حدیث رسول سے ان کی مخالفتوں کے ذکر کے لئے تو ایک کتاب درکار ہے جو شخص انہیں مجمل دیکھنا چاہے علامہ بزرگوار السید شرف الدین عاملی کی کتاب فصول المہمہ کی طرف رجوع کرے۔

۴۔ اس وقت جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ مرض الموت میں تھے بہت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا: لاؤ تمہارے لئے ایک چیز لکھوں تاکہ تم ہرگز گمراہی میں نہ پڑو۔ عمر بن خطاب نے کہا ھجر رسول اللہ اور اس روایت کو مورخین اور اصحاب حدیث بخاری مسلم اور احمد نے بھی لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ بیہودہ کلام بیہودہ گو ابن خطاب سے صادر ہوا ہے۔

اس بارے میں ہماری گفتگو کا نتیجہ (یعنی نہایت طولانی بیان بازی کے ذریعہ خمینی صاحب نے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر جو یہ الزام لگایا کہ ان لوگوں نے مسئلہ امامت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق امامت کو لینے کے لئے معاذ اللہ قرآنی احکامات کی جو کھلم کھلا مخالفت کی اس کا خلاصہ اور نتیجہ کشف الاسرار ص۱۱۹-۱۲۰ پر ملاحظہ کیجئے۔ وہ) یہ ہے:

"ان مجموعہ امثال سے معلوم ہوگیا کہ مسلمانوں کی موجودگی میں اور کھلم کھلا ان کے روبرو صریح قرآنی احکام کے خلاف رویہ اختیار کرنا ان دونوں کے لئے کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اس وقت کے مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان کے گروہ میں شامل ہوگئے تھے اور اقتدار حاصل کرنے اور حکومت کے مقصد میں ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور رفیق و ہمنوا ہوگئے تھے۔ یا ان کے گروپ میں شامل و ہمنوا نہیں تھے تو بھی ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔ جو خود رسول خدا اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا کے ساتھ

ظالمانہ سلوک کر چکے تھے۔

اور اگر ان میں کا کوئی کبھی کچھ بولتا بھی، تو وہ اس کی پرواہ نہ کرتے۔ حاصل گفتگو یہ کہ اگر قرآن میں بھی یہ (حضرت علی کی امامت وخلافت کا) معاملہ صراحت کے ساتھ ذکر ہوتا پھر وہ (شیخین) اپنے مقصد سے دست کش نہ ہوتے۔ اور فرمان خدا کی وجہ سے ترک ریاست نہ کرتے۔ ابو بکر جنہوں نے پہلے سے پورا منصوبہ مکمل کر رکھا تھا، قرآن کی اس آیت کے خلاف ایک حدیث گھڑ کر پیش کر دیتے اور کام ختم کر ڈالتے جیسا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے محروم کرنے کے لئے کیا۔ اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے بالکل بعید نہیں تھا کہ وہ اس آیت کے بارے میں (جو امامت علی کے بارے میں ہوتی) کہہ دیتے کہ یا تو خدا سے اس آیت کے نازل کرنے میں یا جبرئیل یا رسول سے اس کے لانے یا پہنچانے میں غلطی ہوگئی ہے۔ اس وقت سنی حضرات بھی ان کی تائید میں اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور فرمان خدا کے بالمقابل ان ہی کی بات مانتے ـــــ جس طرح ان تمام تغیرات کے بارے میں ان کا رویہ ہے جو عمر نے دین اسلام اور اس کے احکام میں کئے ہیں۔ ان تمام میں سُنیوں نے آیات قرآنیہ اور ارشادات رسول کے بالمقابل عمر کی بات ہی کو مقدم رکھا ہے۔ ـــــ ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں اور اسی کو تسلیم کرتے ہیں جس کے سبھی کام عقل وحکمت کے مطابق ہوں۔ ایسے خدا کو نہیں جو خدا پرستی و عدالت اور دینداری کی ایک شاندار عمارت تیار کرائے اور خود اس کی بربادی کی کوشش کرے اور یزید ومعاویہ وعثمان جیسے ظالموں اور بدقماشوں کو حکومت سپرد کر دے اور اپنے رسول کے بعد قوم کا ذمہ ہمیشہ کے لئے کسی پر مقرر نہ کرے جو ظلم وجفا کی روک تھام کے لئے مددگار ہو۔

(العیاذ باللہ ـ نقل کفر کفر نباشد)

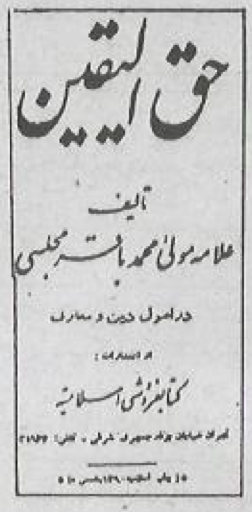
حق الیقین

تألیف

علامہ مولی محمد باقر مجلسی

در اصول دین و معارف

از انتشارات:

کتابفروشی اسلامیہ

جناب امام خمینی صاحب نے اپنی اسی کتاب کشف الاسرار میں ملا باقر مجلسی کی کتاب حق الیقین کے حوالے دیئے ہیں اور اپنے مذہب کی معلومات کے لئے اس کتاب کو اور مجلسی کی دیگر کتابوں کو پڑھنے کی تاکید کی ہے۔ قارئین اس کتاب کے چند ایمان سوز حصّوں کا عکس اور محض ترجمہ دل پر جبر کر کے پڑھ لیں۔ اور اس فرقہ کے بارے میں فیصلہ کریں۔

ساحب ﷺ استماده فرمود و گفت بسم الله الرحمن الرحیم و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمة و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان و جنودهما منهم ما کانوا یحذرون و این آیهٔ کریمه موافق احادیث معتبره در شأن آنحضرت و آباء بزرگوار او نازل شده است و ترجمهٔ ظاهر لفظش اینست که میخواهیم منت گذاریم بر جماعتی که ایشان را ستمکاران در زمین ضعیف گردانیده اند و بگردانیم ایشانرا پیشوایان دین و بگردانیم ایشانرا وارثان زمین و تمکین و استیلاء بخشیم ایشانرا در زمین و بنمائیم بفرعون و هامان یعنی ابو بکر و عمر و لشکرهای ایشان از آن امامان آنچه را حذر میکردند

یعنی ایگروه مؤمنان دوستی مکنید باقومی که غضب کرده است خدا بر ایشان بتحقیق که ناامید گردیده اند از آخرت چنانچه ناامید گردیده اند کافران از اصحاب قبرها و ابن بابویه در علل الشرایع روایت کرده است از حضرت امام محمد باقر ؑ که چون قائم ما ظاهر شود عایشه را زنده کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمه را از او بکشد و شیخ مفید در ارشاد از حضرت

فلق چاهی است در جهنم که اهل جهنم از شدت حرارت آن استغاثه مینمایند از خدا طلب نمود که نفس بکشد چون نفس کشید جهنم را سوزانید و در آن چاه صندوقی است از آتش که اهل آن چاه از گرمی و حرارت آن صندوق استغاثه مینمایند و آن تابوتی است که در آن شش کس از پیشینیان جا دارند و شش کس از این امت اما شش نفر (اول) پسر آدم است که برادر خود را کشت و (نمرود) که ابراهیم را در آتش انداخت و (فرعون) و (سامری) که گوساله پرستی را دین خود کرد و (آنکسیکه یهود را بعداز پیغمبرشان گمراه کرد) واما شش کس آخر (ابوبکر) و (عمر) و (عثمان) و (معاویه) و (سر کردهٔ خوارج نهروان) و (ابن ملجم)

ص ٥٠٣ کرده است و حقتعالی فرموده است فانذرتکم نارا تلظی لا یصلیها الا الاشقی الذی کذب و تولی یعنی پس ترسانیدم شما را از آتشی که پیوسته افروخته است و زبانه میکشد ملازم آن آتش نیست مگر شقی ترین مردم آنکس که تکذیب کرد پیغمبرانرا و پشت گردانید بر حق. و از علی بن ابراهیم از حضرت صادق ؑ مروی است در تفسیر این آیات که در جهنم وادئی هست و در آن وادی ... هست که نمیسوزد بآن آتش و ملازم آن نمیباشد مگر شقی ترین مردم که عمر است که تکذیب کرد رسول خدا را در ولایت علی ؑ و پشت گردانید از ولایت وقبول نکرد بعد از آن فرمود که آتشها بعضی از بعضی پست تر است و آتش این وادی مخصوص ص ٥٠٩

خلاصۂ عبارات

جناب خمینی اور تمام شیعی دنیا کے معتبر باقر مجلسی صاحب کی تحقیق انیق میں قرآن مجید کی اس (قصص ۵/۶) آیت میں فرعون و ہامان سے مراد معاذ اللہ ابوبکر و عمر اور ان کے لشکر سے مراد شیخین کے مؤیدین صحابہ ہیں۔ مجلسی صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ آں حضرت اور ان کے آبائے بزرگوار کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے ظاہری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ میں اس جماعت پر احسان کرنا چاہتا ہوں کہ اسے ظالموں نے کمزور کر دیا ہے (احسان بایں طور کہ) انہیں پھر پیشوایان دین بناؤں اور زمین کا وارث بناؤں اور انہیں عظمت و فتح دوں، اور فرعون و ہامان یعنی ابوبکر و عمر اور ان کے لشکریوں (یعنی اہل سُنّت) کو جو ان اماموں سے الگ رہے انہیں دکھاؤں۔

دیکھئے کس بے باکی سے قرآنی مفہوم کو تشیعی رنگ دیا ہے اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرعون و ہامان کی جگہ لاکھڑا کیا ہے۔

صفحہ ۳۲۷ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

"یعنی اے جماعت مومنین ایسی قوم سے دوستی نہ کرو جس پر خدا کا غضب ہوا ہے۔ تحقیق کردہ لوگ آخرت سے اسی طرح نا امید ہو چکے ہیں جس طرح کفار قبر والوں سے نا اُمید ہو چکے ہیں۔ اور ابن بابویہ نے علل الشرائع میں روایت کیا ہے امام باقر علیہ السلام سے کہ جب ہمارا قائم (امام غائب) ظاہر ہوگا۔ تو عائشہ کو زندہ کرے گا تا کہ ان پر حد جاری کر کے فاطمہ کا بدلہ لے"۔

العیاذ باللہ! ایک تو دجل و فریب دوسرے خانوادۂ رسالت کے مرزدوق

بزرگوں اور خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے۔ کتنا بڑا ستم ہے یہ اسلام اور اکابرین اسلام کے ساتھ۔ رسول کا کلمہ خواں ہونے کا دعویٰ کرنے والے کیا اتنے ذلیل ہو سکتے ہیں کہ ازواج رسول کی حرمت کو پامال کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ یہ ہیں اُم المومنین صدیقہ طیبہ طاہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعوں کے عقائد و خیالات۔ جن کی نجابت و طہارت اور علو و عظمت کی شہادت خود قرآن میں موجود ہے۔ شیعی دُنیا کا ان پر یہ اتہام کون سا اسلام پیش کرتا ہے؟

کتاب حق الیقین صفحہ ۵۰۳ کی عبارت میں شیعی مذہب کی ساری غلاظتیں یکجا کر دی گئی ہیں نہایت کراہت و نفرت کے باوجود اپنے بھائی مسلمانوں پر حقیقت حال ظاہر کرنے کی نیت سے اس نجاست کو کُریدنا پڑ رہا ہے (معاذ اللہ) ترجمہ یہ ہے:

”فلق جہنم میں ایک کنواں ہے کہ جہنمی اس کی شدید حرارت سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس نے خدا سے اجازت مانگی کہ سانس لے، سانس لیا تو جہنم کو جلا ڈالا۔ اور اس کنویں میں ایک آگ کا صندوق ہے کہ اس کنویں والے اس صندوق کی گرمی اور حرارت سے پناہ مانگتے ہیں اور وہ ایسا صندوق ہے کہ اس کے اندر چھ اشخاص اگلی اُمتوں میں کے اور چھ اس اُمت کے بند ہیں۔ ما سبق اُمتوں میں آدم کا بیٹا (قابیل) جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور نمرود جس نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور فرعون اور سامری کہ جس نے گوسالہ پرستی کو اپنا دین بنایا اور جس نے کہ اپنے پیغمبر کے بعد یہود کو گمراہ کیا ـــ اور اس اُمت کے چھ ابوبکر عمر عثمان معاویہ اور نہروان کے خارجیوں کا سردار، اور ابن ملجم ہیں۔“

صفحہ ۵۰۹ پر آیت قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے رفض و شیعیت کا کھلا ہوا مظاہرہ سیدنا فاروق اعظم اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ رضی اللہ عنہ سے عناد ظاہر کرنے کے لئے کیا روایت گڑھی ہے کہ

دیکھ کر ایمانی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آیت اور ترجمہ کے بعد لکھا ہے:

”اس آگ کا مستحق ظالم ترین انسان ہوگا جس نے کہ پیغمبر کی تکذیب کی، اور حق سے منہ موڑا، .... ان آیتوں کی تفسیر میں مروی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے، اور اس وادی میں ایک آگ ہے کہ اس آگ میں جلایا جانے والا۔ اور اس کا مستحق انسانوں میں کا ظالم ترین انسان عمر ہے۔ کہ جس نے ولایت علی کے سلسلہ میں رسول خدا کی تکذیب کی۔ اور اسے قبول نہیں کیا۔ اور اس کے بعد کہا کہ ا جہنم کی بعض آگ بعض سے پست ہے مگر اس وادی کی آگ مخصوص ہے۔“

یہ ہیں جناب خمینی صاحب کے آئیڈیل مجلسی صاحب کے خیالات و معتقدات کیا اب بھی شک باقی ہے کہ شیعیت اسلام سے الگ کسی ڈگر کا نام ہے۔ جس کا قرآن، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، اور اہل سُنّت سے کوئی تعلق نہیں ہے ان اسلام دشمن، قرآن دشمن عقائد و خیالات کی وضاحت کے بعد الثورة الاسلامية لاشيعية ولاسنية کی حقیقت مسلمانان عالم پر واضح ہو جانی چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے نام پر اُٹھنے والی یہ آندھیاں بھولے بھالے مسلمانوں کو دین و ایمان سے منحرف کر دیں۔ اور سیاسی بازیگروں کے جال میں آکر روح اسلام ہم سے رخصت ہو جائے۔ مولائے کریم دُنیا بھر کے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس روزِ بد سے بچائے۔ آمین۔

اگر ایرانی انقلاب اسلامی ہوتا....

ایرانی انقلاب اگر اسلامی ہوتا تو اس میں صدیقی و فاروقی شان ہوتی ـــ دُنیا بھر میں اسلام اسلام کا شور مچانے والے ایرانی اور خمینی نواز اگر اسلام کے حق میں مخلص ہوتے تو زر خرید لوگوں کے ذریعہ محض اپنے من پسند عقائد و نظریات کی ترویج نہ کرتے۔ آج دُنیا بھر میں ایرانی سفارتخانے

ترویج رفض، اور اشاعت شیعیت کے لٹریچر تقسیم کر رہے ہیں ——— نت نئی تنظیمیں بنا رہے ہیں ——— مگر کیا ان تنظیموں اور جماعتوں میں آج تک کسی نے ——— خلفائے راشدین کے نام پر کوئی تنظیم دیکھی ہے ؟ ——— محبتِ اہل بیت کے لیبل لگا کر شیعی عقائد و نظریات پھیلائے جا رہے ہیں ——— ہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اب ایرانی لٹریچر بطورِ ضرورت خلفائے راشدین۔ اور صحابہ وصحابیات کے نام بھی لکھنے لگے ہیں ——— اس عمل کو ان کے تقیہ کے سوا اور کیا کہا جائے گا ——— کیونکہ اس فرقہ کی قابل احترام مستند کتب میں تو جہاں خلفائے ثلاثہ کے اسماء آتے ہیں وہاں یہ لوگ ان سے نفرت کے باعث صرف فلاں' فلاں لکھ کر گزر جاتے ہیں۔ اور نام تک لکھنا ناگوار سمجھتے ہیں ——— اسے خمینی تحریک کی خوش بختی کہیئے یا مسلمانانِ عالم کی بد بختی ——— کہ اپنے کو سُنّی کہلانے والے لوگوں میں بھی آج ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو اپنے دین و مذہب کو سکوں کے عوض فروخت کرنے پر آمادہ رہتے ہیں ——— اور مالی منفعت کے لئے ایمانی سرمایہ برباد کر دیتے ہیں ——— ان میں سے اکثر تو ایسے ہوتے ہیں جو اس فرقہ کے عقائد کا علم نہیں رکھتے ——— کچھ رکھتے بھی ہیں تو نہایت کم ——— ایرانی ذرائع ابلاغ کی نازبرداریوں نے بہت سے سیدھے سادے مسلمانوں کو ابھی بھرمانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ مگر اسلامی ترقی کے نام پر اپنی حمایت پیش کرنے والوں کو خمینی صاحب اور ان کے فرقے کے عقائد و نظریات کا بھی علم ضروری ہے۔ اس مقالے میں کچھ نظریاتی اور سیاسی جھلکیاں آگئیں ہیں۔ تاکہ نصیحت ہو۔

علمائے ایران کا اختلاف

ایرانی رہنما خمینی صاحب نے نظریہ ولایت فقیہ کے پردے میں اپنے اقتدار کی جو مسند آراستہ کی ہے وہ ہماری طرح خود شیعہ علماء کے نزدیک بھی

بدترین گمراہی ہے ——— وہ بھی اس معاملہ میں متفق نہیں ہیں ——— ان کا فرقہ امامیہ جو امامت و خلافت کے بارے میں تمام شیعی فرقوں سے آگے بڑھا ہوا ہے ——— وہ فقیہ اور مجتہد کو ائمہ کا درجہ دینے پر کبھی رضامند نہیں ہو سکتا ——— اور اس کے علاوہ دوسرے فرقے بھی اس کو قبول نہیں کر سکتے ——— کیونکہ شیعوں کے تمام فرقے ائمہ کی معصومیت کے بھی قائل ہیں ——— اب کسی فقیہ و مجتہد کو امامت مطلقہ کا حقدار تسلیم کرنے سے پہلے وہ اسے بھی معصوم اور دیگر ایسی ہی خصوصیات کا حامل مانیں ——— یہ کیسے ممکن ہے ——— ؟

چنانچہ جناب خمینی صاحب کے ہمعصر علماء۔ ایران مثلاً جناب کاظم شریعت مداری و جناب طباطبائی القمی وغیرہ نے اس بارے میں اپنی طرف سے شدید احتجاج کا مظاہرہ کیا ہے ——— اور ان کے نزدیک خمینی صاحب کا نظریۂ "ولایتِ فقیہ" اس دور میں ضلالتِ دینی کی بدترین مثال ہے۔ موجودہ ایران میں کئی بڑے سے بڑے ذی علم کا علمی چراغ خمینی صاحب کے اقتدار کی آندھیوں میں گُل ہو کر رہ گیا ہے ——— اس لئے ان شیعہ علماء کا خمینی صاحب کے نظریات سے انحراف ان کے حق میں نہایت تکلیف دہ ثابت ہوا ——— اسی کی پاداش میں انہیں خمینی صاحب کے حامیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا ——— پھر بھی ان علماء نے اس نظریہ کو آج تک تسلیم نہیں کیا ہے ——— بلکہ وہ اسے گمراہی و ضلالت کی گھناؤنی مثال سمجھتے ہیں۔ (الثورۃ البائسۃ ص۱۵)

اس موضوع پر ایران کے اندر شیعہ علماء میں خود غم و غصہ اور نفرت کی کیا کیفیت پائی جاتی ہے اور ان لوگوں نے آج کے ہنگامی دور میں بھی اس بدعت و ضلالت کی کس قدر ہمت اور جرأت سے مخالفت کی ہے اس کا اندازہ ایک شیعی مجتہد ڈاکٹر موسیٰ موسوی کی اس تحریر سے ہوتا ہے :

وموضوع ولایۃ الفقهیة من البدع التی

"ولایت فقیہ کا عنوان خمینی کی ان بدعتوں میں سے ہے جو اس نے

ابتدعها الخمینی فی الدین الاسلامی واتخذ منه اساسًا للاستبداد المطلق باسم الدین (الثورۃ البائسۃ ص۴۹)

دین اسلام میں ایجاد کی ہیں — اور اس کو دین کے نام پر استبداد مطلق کا ذریعہ بنایا ہے۔"

خود شیعی دنیا میں اس نظریہ اور جناب خمینی صاحب کی ان حرکتوں سے کس قدر بے چینی اور اضطراب ہے۔ اس کا اندازہ لگانے کے لئے مصنف مذکور کی تحریر کا ایک مختصر اقتباس اور حاضر خدمت ہے۔ جس کے ذریعہ وہ ساری دُنیا کے اہل اسلام اور غیر مسلموں کو خمینی صاحب کے منفی نظریات حصول اقتدار کے منصوبوں اور ایرانی قوم کی پستی کی داستان کے اسباب بتانا اپنا ذمہ سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر موسوی کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے:

"دنیا کے تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ ایران کے مقتدر علماء اور دینی شخصیتوں کا خمینی صاحب کے نظریہ ولایت فقیہ سے شدید اختلاف ہے۔ اور ان تمام لوگوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اس نظریہ کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ صریح ضلالت اور گمراہی ہے" (حوالہ مذکور ص۵۱)

ایسا ہر دور فتن میں ہوتا آیا ہے کہ عوام کے اعتقاد اور خوش فہمی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر چالاک اور زمانہ ساز لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں — اور حصول اقتدار و منفعت کے لئے کبھی ہوس دولت و ثروت کی تسکین کے لئے اور کبھی حکومت اور مرتبت پر قبضہ جمانے کے لئے دین و مذہب کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں — اپنے حق میں لایعنی نظریات اختراع کرتے ہیں — اور اصل دین — اور حقیقی شریعت سے ان کا نام کا بھی تعلق نہیں ہوتا — برا ہو اس جذبہ کا جسے "ترفع" یعنی بڑا بننے کی ہوس انسانیت کے معیار سے گرا کر حیوانیت و درندگی اور وحشت و بربریت تک پہنچا دے — اس صدی کی سب سے بھیانک

جانی و مالی تباہی کا عنوان جناب خمینی صاحب کے سوا کسے قرار دیا جا سکتا ہے۔؟

الثورۃ البائسۃ کے اسی مصنف نے ہمارے سامنے ایک ایسا انکشاف بھی کیا ہے جسے سُن کر مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والے گمراہ فرقوں — اور بتدعین کی تاریخ ہیچ نظر آتی ہے — ویسے تو حضرات شیعہ قرون اولیٰ ہی سے عام اسلامی دُنیا سے الگ تھلگ ایک علیحدہ فرقہ کی حیثیت میں رہے۔ ان کی نماز اور اذان تک کے طور جُدا گانہ ہیں — مگر خود شیعی دُنیا میں یہ انقلاب پہلی بار نمودار ہوا کہ کسی نئے شخص کا نام اذان میں شامل کیا جائے۔

خمینی دور اقتدار میں مساجد کے اندر اللہ اکبر کے بعد "خمینی رہبر" کا لفظ بھی پکارا جاتا ہے۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی کے بقول ایرانی مساجد میں امام خمینی صاحب کا نام شامل اذان کر لیا گیا ہے — اس پر بھی شیعی علماء سخت برہم ہیں — اور اسے ناگوار سمجھتے ہیں — البتہ "جامع گوہر" جو مشہد رضوی کی مسجد ہے اور جس کے خطیب و امام طباطبائی ہیں۔ انہوں نے اپنی مسجد میں اس بدعتِ سیئہ کو داخل نہیں ہونے دیا — جس کی وجہ سے انہیں سخت مراحل کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ظلم و ستم کا شکار بنائے گئے۔ (الثورۃ البائسۃ ص۱۶۲)

ایران میں اب انبیاء۔ و رسل اور ائمہ کی طرح خمینی صاحب پر بھی درود بھیجا جاتا ہے — اور " اللہ اکبر خمینی رہبر" تو اس ملک کا نعرہ ہی بن گیا ہے۔

(نہج خمینی ص۷۲)

روافض اور یہود

سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کتاب غنیۃ الطالبین میں، مسلمانوں میں سے پیدا ہونے والے باطل گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں شیعہ گروہ کے پندرہ فرقے شمار کرائے گئے ہیں ـــــ اور اُن کے باطل عقائد کو یہود سے مشابہ بتایا گیا ہے ـــــ ان میں سے چند مشابہتیں یہاں لکھی جاتی ہیں:۔

"یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد کے سوا کسی دوسرے کے لئے درست نہیں ـــــ اسی طرح رافضی کہتے ہیں کہ امامت حضرت علی کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں ہے ـــــ یہود جہاد کو اس وقت تک درست نہیں سمجھتے جب تک مسیح و دجّال کا خروج نہ ہو اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر رسّی کے ذریعے نہ اُتریں ـــــ رافضی بھی کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے برآمد ہونے کے وقت ایک مُنادی آسمان کی طرف سے ندا کرے گا اس وقت جہاد ہوگا۔ اس سے پہلے نہیں (مگر آج جس طرح یہودی نام نہاد جہاد شروع کر چکے ہیں شیعوں نے بھی ان کی متابعت کر لی ہے) یہود بھی نماز مغرب میں بہت تاخیر کرتے ہیں ـــ روافض بھی ایسا ہی کرتے ہیں ـــــ یہودی نماز میں قبلہ رُخ سے کچھ پھرے ہوتے ہیں روافض بھی قبلہ سے تھوڑا منحرف رہتے ہیں ـــــ

یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔	روافض بھی مسلمانوں کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔
یہودی عورتوں کی عدت کے قائل نہیں۔	روافض بھی قائل نہیں۔
یہودی تین طلاقوں کو بے معنیٰ سمجھتے ہیں۔	روافض بھی ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔
یہودیوں نے تورات میں تحریف کی۔	رافضیوں نے قرآن میں تحریف کا الزام تراشا۔

یہودی جبرئیل علیہ السلام سے بُغض رکھتے ہیں۔
رافضیوں کا ایک گروہ بھی اس کا قائل ہے کہ جبریل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی حضرت علی کے بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچادی۔

(غنیۃ الطالبین)

یہ تو تھیں شیعوں کی یہود سے جبلّی مناسبتیں اب ذرا دورِ حاضر کا جائزہ لیجئے ـــــ

بیروت میں خمینی نواز شیعوں نے مظلوم فلسطینی مسلمانوں پر، یہودیوں کے آلۂ کار بن کر قتل و غارت گری کا جو بازار گرم کیا ہے ـــــ اور شیعہ اہل ملیشا نے جس بیدردی سے مجاہدین فلسطین کی پشت میں خنجر مارا ہے وہ ماضی قریب کی خمینی تحریک کا منہ بولتا ثبوت ہے ـــ اس گروہ کی تباہ کاریوں نے مسلمان فلسطینیوں کو کمزور کر کے رکھ دیا ہے حالانکہ یہود سے مقابلہ کے میدان میں فلسطینی مجاہدین کبھی کمزور ثابت نہیں ہوئے تھے ـــــ مگر یہود کے ایجنٹ بن کر شیعی گروہ نے مسلمانان بیروت کی کمر ہی توڑ کر رکھ دی ہے۔

آخر یہ کس اسلام کی خدمت ہو رہی ہے ــ؟ ـــــ عراق کے خلاف متواتر جنگ کا سلسلہ قائم رکھنا ـــ مسلمانان عراق کو کفار گردان کر ان کے خلاف جہاد کو فرض قرار دینا کس اسلام کا قانون ہے۔؟

امریکہ اور اسرائیل سے خمینی صاحب کی ایرانی حکومت کے ہتھیار خریدنے کی خفیہ کارروائیاں دنیا میں کس باخبر انسان سے پوشیدہ ہیں؟ ــــ مرگ برامریکہ مرگ براسرائیل کے نعروں سے قومِ ایران اور مسلمانانِ عالم کو بہلانے والے کب تک اپنی یہود نوازی، اور اسرائیل دوستی کو چھپا سکیں گے؟

خمینی صاحب کے خطرناک منصوبوں کو سمجھنے کے لئے ان کی رفتار و گفتار تحریر و تقریر پر غور کرنا عالم اسلام کی اہم ذمہ داری ہے۔ ان کی ایک تقریر کے اس حصہ کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے جس میں انہوں نے حرمین طیبین کے سلسلہ میں بالکل یہود جیسا ہولناک ارادہ ظاہر کیا ہے:

"دُنیا کی اسلامی اور غیر اسلامی طاقتوں میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا ....

میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینے میں داخل ہوں گا۔ تو سب سے پہلے میرا یہ کام ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے میں پڑے ہوئے دو بتوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو نکال کر باہر کروں گا۔"

(بحوالہ خمینی ازم ص۴ تقریر فرانس بایام جلاوطنی)

یہ اقتباس خمینی صاحب کے باطن کو ظاہر کرنے کے لئے ازبس ہیں۔

خمینی مودودی قدرِ مشترک

جناب خمینی صاحب کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد سے، ایران ایک اسلامی ملک کے نام سے متعارف کرایا جارہا ہے اور دورِ حاضر میں احیائے دین کے نام پر اسلام کا ایک جدید ڈھانچہ تراشنے والی تنظیم جسے جماعت اسلامی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے خمینی حمایت میں نہایت سرگرم دکھائی دیتی ہے ـــــ جس کا ثبوت اخبارات و رسائل سے وافر مقدار میں فراہم ہوتا ہے۔

دُنیا کے کسی ملک میں قوانینِ اسلام کے نفاذ کا اعلان، دراصل اتنا پرکشش اعلان ہے جس نے دُنیا بھر کے مسلمانوں کو متوجہ کرلیا، اور لوگوں نے پہلوی اقتدار کے کھنڈر سے اسلامی انقلاب کا سُورج طلوع ہونے کی امید باندھ لی اور دُور کے ڈھول سہاون،، کے بموجب ایران ایک اسلامی ملک اور اس سے اہم ترین بات یہ کہ جناب امام خمینی صاحب کو حجۃ اللہ، رُوح اللہ، آیت اللہ اور نہ جانے کن کن اوصاف کی خلعتوں کے ساتھ عالم اسلام کی اولین شخصیت منوانے کی مہم چل پڑی ہے ایرانی حکومتی وسائل کے دروازے اس مقصد کے لئے کھول دیئے گئے ہیں ـــ اور لٹریچر، فنکشن، اور ذرائع ابلاغ نے اس محاذ پر بھی کمر باندھ لی ہے۔

اسلام ایک دین کی حیثیت سے اپنے دوٹوک حقائق رکھتا ہے۔ جنہیں تسلیم کرنے والوں کو مسلمان کہا جاتا ہے۔

اسلام کے سارے عقائد کی بنیاد ہی ذات رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ـــ جن کو رسول مان لینے کے بعد ہی قرآن اور تمام اسلامی احکام جنہیں لے کر رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوتے تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار بھی آدمی کو دائرۂ اسلام سے باہر کردیتا ہے۔ دینِ اسلام کا تمام تر مقصود "رضائے خدا،، کا

حصول ہے۔

(۱) قرآن وسُنت اس کی بنیادیں ہیں۔

(۲) اور اصحاب النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم اجمعین) قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی پاکیزہ ترین جماعت ہے اور اسی جماعت صحابہ کے افضل ترین افراد یعنی خلفائے راشدین نے ـــ درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش، اور منشاء کے عین مطابق دُنیا میں اسلامی نظام حیات کو برپا کیا ـــ آج دُنیا بھر کے مسلمان ان کے مرہونِ منت ہیں۔ سطور ماسبق میں اس مُقدس جماعت کے متعلق غیروں کے اعترافات پیش کئے گئے۔

یہاں ہم خمینی صاحب کے عقائد و نظریات کی چند جھلکیاں نذر ناظرین کریں گے ـــ جن سے ان کے دین وایمان کا سراغ لگانا آسان ہوگا ـــ اور اسی کے ساتھ ساتھ ان قدروں کا ذکر کریں گے۔ جو خمینی صاحب اور مودودی صاحب کے درمیان مشترک دکھائی دیتی ہیں۔

توہینِ رسالت

خمینی صاحب نے اپنے امام غائب، مہدی موعود کے جشن ولادت کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے (۱۵ شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ) انبیاء ورُسل کی شان میں کیا کیا گستاخانہ باتیں کیں۔ سُنئے:

لقد جاء الانبیاء جمیعًا	"تمام انبیاء دُنیا میں عدالت
من اجل ارساء قواعد	کے اُصول کو ثابت وقائم کرنے کے
العدالۃ فی العالم لکنھم	لئے آئے۔ لیکن وہ حضرات اپنے
لم ینجحوا حتی النبی محمد	مقصد بعثت میں کامیاب نہ ہوسکے
خاتم الانبیاء الذی جاء	یہاں تک کہ خاتم الانبیاء بھی اس مقصد
لاصلاح البشریہ وتنفیذ	میں کامیاب نہ ہوسکے، جو انسانیت
العدالۃ وتربیۃ البشر لم ینجح	کی اصلاح، عدالت کے نفاذ، اور

فی ذالك۔ وان الشخص الذی سینجح فی ذالك ویرسی قواعد العدالة فی جمیع انحاء العالم فی جمیع مراتب الانسانیة للانسان وتقویم الخرافات ھو المھدی المنتظر فالامام المھدی الذی ابقاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ذخراً من اجل البشریة سیعمل علی نشر العدالة فی جمیع انحاء العالم وسینجح فیما اخفق فی تحقیقہ الانبیاء .... اننی لا اتمکن من تسمیتہ بالزعیم لانہ اکبر وارفع من ذالك ولا اتمکن من تسمیتہ بالرجل الاول لانہ لا یوجد احد بعدہ ولیس لہ ثان ولذالك لا استطیع وصفہ بای کلام سوی المھدی المنتظر الموعود[1]

انسانوں کی تربیت کی غرض سے دُنیا میں آئے ـــــ یقیناً جو شخص اس مقصد میں عنقریب کامیاب ہوگا وہ مہدی موعود ہوں گے۔ یہ پوری دُنیا میں عدالت کی بنیاد کو قائم کریں گے اور انسان کی انسانیت و خصوصیت کو ثابت کریں گے، نیز سارے عالم کی کجی کو درستگی سے بدل دیں گے۔ امام مہدی جنہیں اللہ تعالیٰ نے بشریت کے واسطے ذخیرہ بنا کر باقی رکھا ہے، پورے عالم میں عدل کی اشاعت اور اسے زندہ کرنے کی خدمت انجام دیں گے اور یقیناً اس کام میں کامیاب ہوں گے جسے قائم و ثابت کرنے میں انبیاء ناکام رہے ہم انہیں رئیس اور سردار نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ اس سے بالاتر ہیں۔ ہم انہیں رجلِ اوّل بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کے بعد کوئی نہیں پایا جائے گا اور نہ ہی کوئی ان کا ثانی و مثیل ہے۔ انہی وجوہ سے مہدی منتظر موعودؑ کے علاوہ کسی اور لفظ سے ہم ان کی تعریف و توصیف کی قدرت نہیں رکھتے۔"

[1] خطبہ امام خمینی نشریہ تہران ریڈیو مطبوعہ الرأی العالم کویت ۲۱/۶/۸۰ء

توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والا کون ایسا مسلمان ہے جو خمینی صاحب کے ادعا پر چونک نہ اُٹھے گا ـــــ اور دُنیا میں اسلامی انقلاب اور قیادتِ عظمیٰ کی بساط بچھانے والے خمینی صاحب سے بیزاری کا اعلان نہیں کرے گا۔

انبیاء و رسل جو خداوند قدوس کی طرف سے ایمان و عدالت کا معیار بن کر تشریف لاتے رہے۔

اور عالم گیتی کو خدائی عدالت سے لبریز کر دیا ـــــ جنہوں نے اپنے اپنے دور میں ایمانی و حقانی عدالت کی شمعیں روشن کیں ـــــ بالخصوص خاتم الانبیاء سید الرسل حضور محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ جن کے دم سے ایمان و عدالت کے خدائی مشن کی تکمیل کا اعلان قرآن کریم بھی فرما چکا ہے ـــ مگر خمینی صاحب جس اسلام کے پیرو ہیں اس میں معصوم گروہ انبیاء و رسل کے علاوہ بھی کوئی ذات ایسی ہے جو ان سب سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا ہے ـــــ الحمد للہ کہ اہلِ سُنّت ـــ جو قرآن مجید ـــ رسول خاتم اور اصحاب و انصار والے اسلام کے پیرو ہیں ـــــ ان کے نزدیک ایسی کوئی ذات نہیں جو مخلوقاتِ عالم میں انبیاء و رسل سے افضل ہو ـــــ اور اہلِ سُنّت کا اسلام تو چودہ سو سال پیشتر مکمل ہو چکا ہے۔ ہر نہج اور ہر عنوان سے کامل اور مکمل ہے ـــ کسی طور سے بھی اسے غیر کامل سمجھنے والوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

جناب خمینی صاحب اپنے انہی گمراہ کُن خیالات کو اپنی اور تقریروں میں بھی ظاہر کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ اسلام ابتدائے دور سے آج تک مکمل کامیابی سے سرفراز نہیں ہو سکا۔ امام الرضا رضی اللہ عنہ کے جشن میلاد کی تقریر میں انہوں نے کہا:

انی متأسف لامرین	"مجھے دو باتوں کا افسوس ہے
احدھما ان نظام	ایک یہ کہ اسلامی نظام حکومت اسلام
الحکم الاسلامی لم ینجح	کے ابتدائی دور سے اب تک مکمل طور

منذ فجر الاسلام الیٰ یومنا ھٰذا .... وحتی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستقم[۱] | پر کامیاب نہیں ہو سکا حتیٰ کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حکومتِ اسلامی کا نظام پورے طور پر برپا نہ ہو سکا۔"

حصولِ اقتدار، اور کرسیٔ سلطنت پر تمکن کو ہی اسلامی کامیابی و کامرانی، اور فوز و فلاح کا معیار سمجھنے والوں کی اس دور میں کمی نہیں ہے۔ خمینی صاحب ایران میں آج نمبر ایک کی شخصیت ہیں تو انہیں انبیاء و رسل بھی معاذ اللہ کمتر اور حقیر دکھائی دے رہے ہیں ——— اسی طرح جناب مودودی صاحب بھی اقامتِ دین کا مطلب حکومتی اقتدار کا حصول لیتے رہے ——— اور اپنے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی مساعی میں انہیں عورت کی سیاسی رہنمائی کی بھی حمایت کرنی پڑی مگر جیتے جی تو وہ حصولِ اقتدار میں کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ زندگی کے آخری ایام میں انہیں اپنے اس مشن میں بخیال جناب خمینی کی کامیابی کا مژدہ مل گیا ——— جسے انہوں نے اپنے اور اپنی جماعت کے لئے نیک فال سمجھا۔ جناب خمینی صاحب کا تعلق رافضی فرقہ سے ہے جس کا مسلمانانِ عالم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ پھر بھی جناب مودودی صاحب نے خمینی صاحب میں کون سی اسلامیت دیکھ لی کہ ان کے والہ و شیدا ہو گئے ——— ان باتوں کی چھان بین کے دوران ہمیں مودودی صاحب کی تحریروں میں اہلِ علم کی نشاندہی سے کچھ ایسی باتیں ملتی ہیں جو عقیدۂ رسالت کے سلسلہ میں مودودی صاحب کو مسلمانانِ عالم سے الگ صف میں لا کھڑا کرتی ہیں یعنی وہی خمینی صاحب کی طرح توہینِ منصبِ رسالت۔

جنابِ مودودی صاحب کا بے باک قلم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات اور تقریر و تذکیر کے بارے میں ناکامی کا الزام بھی لگا چکا ہے۔ لکھتے ہیں:

---

[۱] مودودی ترجمان، ایشیا لاہور ۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

"لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعیٔ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی"[۱]

رسولِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم پر ربِ کائنات نے جس "فریضۂ رسالت" کی ذمہ داری دی تھی۔ جناب مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ حضورِ اقدس سے اس میں معاذ اللہ کوتاہی بھی ہوئی:

"اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا۔ تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگ جانا، نقص سے پاک، بے عیب ذات، اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے۔ لہٰذا اس کارِ عظیم کی انجام دہی پر، اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں انہیں معاف فرما دے"[۲]

سُورۂ نصر کی تشریح کرتے ہوئے بھی اسی بات کو لکھا ہے:

"اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ کہ اس کے فضل سے آپ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، اور اس سے دُعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو بھول یا کوتاہی بھی آپ سے ہوئی اسے وہ معاف فرما دے"[۳]

مودودی صاحب نے اسی سورہ کی تفسیر میں اس بات کو تاکیداً پھر دہرایا:

"یعنی اپنے رب سے دُعا مانگو کہ جو خدمت اس نے تمہارے سپرد کی تھی اس کو انجام دینے میں تم سے جو بھول چوک یا کوتاہی بھی ہوئی ہو اس سے چشم پوشی اور درگزر فرمائے"[۴]

---

[۱] الجہاد فی الاسلام ص۱۷۴، [۲] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص۱۵۶

[۳] ۔ تفہیم القرآن ج ۶ ص۵۱۴ [۴] تفہیم القرآن ج ۶ ص۵۱۷

دیکھا آپ نے ان مذکورہ بالا عبارتوں میں مودودی صاحب کے قلم نے نبی کو کس گستاخی سے پامال کرنے کی جسارت کی ہے اور دیکھئے رسالتِ محمدی کی کامیابی پر اپنی سیاسی نگاہ ڈالتے ہوئے، اسباب وعلل کی تلاش میں مودودی صاحب نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدائی تعلق اور نصرت وحکمت ربانی کو کس طرح فراموش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا، اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے؟"[1]

اور یہ لیجئے اُسوہ رسول کی نئی توجیہ بھی ملاحظہ کیجئے:

"ایک سے زیادہ مقام پر قرآن میں یہ بیان ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ دُنیا کے لئے ایک بہت اچھا نمونہ ہیں۔ مگر اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ آدمی کو ایسا ہی ایماندار ویسا ہی راست باز، ویسا ہی سرگرم ویسا ہی دیندار و متقی ہونا چاہیئے جیسے وہ تھے۔ نہ یہ کہ ہم بھی بعینہٖ اسی طرح سوچیں اور عمل کریں جس طرح وہ سوچتے اور عمل کرتے تھے۔"[2]

مودودیت کا ضرورتِ رسالت سے فرار بھی قابل دید ہے۔

"جو لوگ جہالت ونابینائی کے باعث رسول عربی کی صداقت کے قائل نہیں ہیں۔ مگر انبیائے سابقین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور صلاح وتقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کی رحمت کا اتنا حصہ ملے گا کہ ان کی سزا میں تخفیف ہو جائے گی۔"[3]

---

[1] تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں ص۱۔ [2] منصب رسالت نمبر ص ۳۱۵

[3] تفہیمات ج ۱ ص ۱۶۵

ادیب اُردو کی بے ادب تحریریں

جناب مودودی صاحب زبانِ اُردو کے ادیب سمجھے جاتے ہیں۔ اس دور میں زبان وبیان کے ادب کا غالبًا یہ بھی لازمی جز ہے کہ دین ودیانت اور مسلّم طور پر قابلِ احترام شخصیات اور مسلّمات کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کی جاتے۔ یا شاید مودودی صاحب جس اقامتِ دین کے لئے سرگرداں رہے اس کی عظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے۔ اہانتِ انبیاء اور خدا کی معصوم مخلوق پر گلوخ زنی ضروری سمجھی جاتی ہو ــــ مذکورہ بالا تحریروں میں رسالت ونبوت کی اہانت کا انداز آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب ذیل کی تحریروں میں گستاخ قلم نے انبیاء ورسل میں سے

کسی کو اسرائیلی چرواہا کہا

کسی کو فریضۂ رسالت میں کوتاہی کرنے والا

کسی کو ڈکٹیٹر اور مسولینی کی طرح

کسی کو اسرائیلی رواج سے متأثر

کسی کو خواہشِ نفس سے متأثر / حاکمانہ اقتدار کو نامناسب استعمال کرنے والا

کسی کو بشری کمزوریوں سے مغلوب جذبۂ جاہلیت کا شکار،

قصوروار ــــ اور نفس شریر کی رہزنی میں آنے والے ــــ کہا ہے۔

مودودی صاحب نے نہایت بے باکی سے سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اپنی تفہیمات میں اسرائیلی چرواہا (ص ۲۹۴ ۲ حصہ اوّل) لکھ مارا ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت یونس سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔"[1]

---

[1] تفہیم القرآن ج ۲ طبع اوّل حاشیہ ص ۳۱۲

تفہیمات میں "نفس شریر،، کے بارے میں لکھتے ہوئے کہہ گئے کہ:

"اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے ہیں"[1]

"یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا، اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی، وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے،،[2]

"حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر، اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی،،[3]

"حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا، اس کا حاکمانہ اقتدار، کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا، جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے، کسی فرماں روا کو زیب نہ دیتا تھا،،[4]

"حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبہ کا شکار ہو گئے تھے،،[5]

"انبیائے کرام سے قصور بھی ہو جاتے تھے اور انہیں سزا بھی دی جاتی تھی،،[6]

ا۔ تفہیمات ج ا طبع پنجم ص ۱۶۱ — ۲۔ تفہیمات طبع چہارم ص ۱۲۲

۳۔ تفہیمات دوم طبع دوم ص ۴۲ — ۴۔ تفہیم القرآن ج ۴ طبع اول ص ۳۲۷

۵۔ تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۴ — ۶۔ ماہنامہ ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۵ء ص ۱۵۸

جناب خمینی اور اہانتِ صحابہ

حضرات شیعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے تین کو اور چند صحابہ کرام کے علاوہ پوری جماعتِ صحابہ کو العیاذ باللہ گمراہ، بددین، باغی اور مطلب پرست اور نہ جانے کیا کیا خیال کرتے ہیں — جناب خمینی صاحب کچھ ان سے الگ نہیں بلکہ مقدس گروہِ صحابہ کے بارے میں ان کے بھی عقائد اپنے گروہ ہی کے مانند ہیں۔

چنانچہ خمینی صاحب کی کتاب کشف الاسرار جس کے کفریات سے لبریز صفحات کا عکس اسی کتاب میں شامل ہے۔ چند اقتباسات کا ترجمہ یہ ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت واقتدار حاصل کرنے کا ان کا جو منصوبہ تھا۔ اس کے لئے وہ ابتدا ہی سے سازش کرتے رہے اور انہوں نے اپنے ہم خیالوں کی ایک طاقتور پارٹی بنالی تھی، ان سب کا اصل مقصد اور مطمح نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت پر قبضہ کرلینا ہی تھا۔ اس کے سوا اسلام سے اور قرآن سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا،،

"اگر بالفرض قرآن میں صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت وخلافت کے لئے حضرت علی کی نامزدگی کا ذکر بھی کردیا جاتا تب بھی یہ لوگ ان قرآنی آیات اور خداوندی فرمان کی وجہ سے اپنے مقصد اور منصوبہ سے دستبردار ہونے والے نہیں تھے جس کے لئے انہوں نے اپنے کو اسلام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکا رکھا تھا۔ اس مقصد کے لئے جو حیلے اور داؤ پیچ ان کو کرنے پڑتے وہ سب کرتے اور فرمانِ خداوندی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے،،

"قرآنی احکام اور خداوندی فرمان کے خلاف کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی، انہوں نے بہت سے قرآنی احکام کی مخالفت کی اور خداوندی فرمان کی کوئی پرواہ نہیں کی،،

"اگر وہ اپنا مقصد (حکومت واقتدار) حاصل کرنے کے لئے قرآن سے ان آیات کا نکال دینا ضروری سمجھتے (جن میں امامت کے منصب پر حضرت علی کی نامزدگی کا ذکر کیا گیا ہوتا) تو وہ ان آیتوں ہی کو قرآن سے نکال دیتے یہ ان کے لئے معمولی بات تھی۔"

"اور اگر وہ ان آیات کو قرآن سے نہ نکالتے۔ تب وہ یہ کر سکتے تھے اور یہی کرتے کہ ایک حدیث اس مضمون کی گھڑ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سنا دیتے کہ آخری وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ امام وخلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ شوریٰ سے طے ہوگا اور علی جن کو امامت کے منصب کے لئے نامزد کیا گیا تھا اور قرآن میں بھی اس کا ذکر کردیا گیا تھا ان کو اس منصب سے معزول کردیا گیا۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ عمر ان آیات کے بارے میں کہہ دیتے کہ یا تو خود خدا سے ان آیتوں کے نازل کرنے میں یا جبرئیل یا رسولِ خدا سے ان کے پہنچانے میں اشتباہ ہو گیا یعنی غلطی اور چوک ہو گئی۔"

"خمینی نے حدیثِ قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے بڑے بڑے دردناک نوحہ کے انداز میں (حضرت عمر کے بارے میں) لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وقت میں اس نے آپ کی شان میں ایسی گستاخی کی جس سے روحِ پاک کو انتہائی صدمہ پہنچا اور آپ دل پر اس صدمہ کا داغ لے کر دنیا سے رخصت ہوئے ـ ـ ـ ـ ـ ـ اس موقع پر خمینی نے صراحت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ عمر کا یہ گستاخانہ کلمہ دراصل اس کے باطن اور اندر کے کفرو زندقہ کا ظہور تھا یعنی اس سے ظاہر ہو گیا کہ (معاذ اللہ) وہ باطن میں کافرو زندیق تھا۔"

"اگر یہ شیخین (اور ان کی پارٹی والے) دیکھتے کہ قرآن کی ان آیات کی وجہ سے (جن میں امامت کے لئے حضرت علی کی نامزدگی کی گئی ہوتی) اسلام

سے وابستہ رہتے ہوئے ہم حصولِ حکومت کے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے اسلام کو ترک کر کے اور اس سے کٹ کر ہی یہ مقصد حاصل کر سکتے ہیں، تو یہ ایسا ہی کرتے اور (ابوجہل وابولہب کا موقف اختیار کر کے) اپنی پارٹی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو جاتے۔"

"عثمان ومعاویہ اور یزید ایک ہی طرح کے اور ایک ہی درجہ کے "پاپی" (ظالم ومجرم) تھے۔"

"عام صحابہ کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان کی (شیخین کی) خاص پارٹی میں شریک شامل، ان کے رفیقِ کار اور حکومت طلبی کے مقصد میں ان کے پورے ہم نوا تھے، یا پھر وہ تھے جو ان لوگوں سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنے کی ان میں جرأت وہمت نہیں تھی۔"

اور اے عالمِ اسلام کے سُنّی مسلمانو! یہ بھی دیکھتے چلو کہ مسلمانانِ اہلسنت جو ابتدا۔ سے آج تک ہیں اور اب سے قیامت تک رہیں گے ان کے بارے میں خمینی صاحب کیا رائے رکھتے ہیں — اور ہم غلامانِ صدیق اکبر، غلامانِ عمر فاروق اعظم، غلامانِ عثمانِ غنی اور غلامانِ علی مرتضیٰ کے سلسلہ میں ان کا کیا خیال ہے؟ آنجناب لکھتے ہیں:

"سُنّیوں کا معاملہ یہ ہے کہ ابوبکر و عمر قرآن کے صریح احکام کے خلاف جو کچھ کہیں، یہ لوگ قرآن کے مقابلہ میں اسی کو قبول کرتے ہیں اور اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ عمر نے اسلام میں جو تبدیلیاں کیں اور قرآنی احکام کے خلاف جو احکام جاری کئے۔ سُنّیوں نے قرآن کے اصل حکم کے مقابلہ میں عمر کی تبدیلیوں کو اور ان کے جاری کئے ہوئے احکام کو قبول کر لیا اور وہ انہی کی پیروی کر رہے ہیں"[1]

[1] کشف الاسرار مصنفہ امام خمینی ص ۱۰۷ - ۱۱۹ - ۱۲۰

جناب مودودی شیعوں کے معتمد علیہ

یہ تو تھیں ایرانی رہنما جناب خمینی صاحب کی تصنیف کشف الاسرار کی باتیں۔

اب ذرا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی جانب آیئے ہم یہ تو نہیں کہتے کہ مودودی صاحب مو بمو خمینی صاحب کے ہم عقیدہ و ہم خیال ہیں ـــــ مگر اتنا تو ضرور عرض کرتے ہیں کہ توہین صحابہ میں انہوں نے اپنے بے باک قلم سے اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ خمینی کے ہم مذہب انہیں اپنا، اور اپنے کام کا آدمی سمجھنے لگے ہیں ــ کسی کی گفتار و رفتار ہی اسے کسی طبقہ کا دوست اور کسی طبقہ کا دشمن بناتی ہے۔ اوراق تاریخ کی ورق گردانی نے مودودی صاحب کے ذہن سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قرآنی سیرت محو کر دی ــ اور معلوم نہیں کن جذبات کے تحت انہوں نے انبیاء کرام کی ذوات پر بھی تنقیدیں کیں اور صحابہ کرام کی حیات مبارکہ پر بھی اعتراضات وارد کئے۔

مولانا مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" وہ نادر تصنیف ہے جس نے احترام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلعہ شامخ میں شگاف ڈال دیا ہے۔ اور حد یہ ہے کہ فرقہ شیعہ اس کتاب کو اہانت صحابہ کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ایک شیعی اخبار لکھتا ہے:

"ہاں شیعہ، صحابہ کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے، اور بوقت ضرورت ان پر بحوالہ قرآن، حدیث و تاریخ تنقید کرتے ہیں ...... ملحوظ رہے کہ برادران اہل سنت کے نزدیک بھی صحابہ کرام تنقید سے بالاتر نہیں ہیں ــ چنانچہ موجودہ دور کے جید سُنی عالم مولانا مودودی مرحوم نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں جا بجا صحابہ پر تنقید فرمائی ہے ـ اور یہ کتاب آج بھی کھلے بندوں بازار میں فروخت ہو رہی ہے"[1]

خلافت و ملوکیت کی شیعیت نوازی کا اعتراف اس فرقہ کے ایک لیڈر کرنل

[1] ہفت روزہ رضا کار لاہور۔

غفار مہدی نے بڑی والہیت سے کیا ہے:

"یہ چند سطریں میں مولانا سے اپنی عقیدت کے اظہار میں لکھ رہا ہوں مولانا سے میں پہلی بار ان کی مشہور تصنیف "خلافت و ملوکیت" پڑھ کر متعارف ہوا۔ اس کتاب کے مطالعہ نے میرے ذہن پر مولانا کی شخصیت کو ایک غیر متعصب عالم اور ایک عظیم تاریخ داں کی حیثیت سے مسلط کر دیا...... میں مولانا کو شیعہ سُنی اتحاد کا علمبردار تصور کرتا ہوں"[1]

جناب مودودی صاحب کی جسارت صحابہ کرام کے حق میں

اسلام کی اصل روح جسے مودودی صاحب ہی سمجھ سکے ہیں ــ اس سلسلہ میں صحابہ بار بار غلطیاں کرتے تھے۔ صدیق اکبر بھی اسلام کے حقیقی مطالبہ کی تکمیل میں چوک جاتے تھے، ـــ خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں۔ سیدنا عثمان غنی کے دور خلافت میں جاہلیت کو نظام اسلامی میں گھس آنے کا موقع مل گیا تھا۔ ان باتوں کو جناب مودودی صاحب کی کتاب میں دیکھئے:

"صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے"[2]

صدیق اکبر پر تنقید ملاحظہ کیجئے:

"ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا بے نفس متورع اور سراپا للّٰہیت بھی اسلام کے نازک ترین مطالبہ کو پورا کرنے سے چوک گیا"[3]

خلفائے راشدین کی دینی و شرعی حیثیت کو پامال کرنے کا یہ انوکھا انداز قابل غور ہے:

"خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں قرار پاتے

[1] ہفت روزہ رضا کار لاہور [2] ترجمان القرآن ص ۲۹۲ ۱۹۵۶ء [3] ترجمان القرآن جنوری ۱۹۵۶ء

جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے۔[1]

حضرت سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر اُچھلتی ہوئی کیچڑ بھی دیکھیں:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن پر اس کارِ عظیم (خلافت) کا بار رکھا گیا تھا، ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیشروؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔"[2]

اسلام کی رُوحِ صادق سے ناآشنا جناب مودودی صاحب سرکار عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں غلطی نکالنے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا، اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو، اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا، نہ عقل و انصاف کا تقاضا اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے، کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔"[3]

سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر اتہام طرازی کا یہ منظر بھی دیکھتے چلیں:

"لیکن ان کے بعد جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ انہوں نے پے در پے اپنے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے، اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں ......[4]

مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس مروان

۱ـ ۲ـ تجدید و احیائے دین ص ۲۳

۳ـ خلافت و ملوکیت ص ۱۱۶ ۴ـ خلافت و ملوکیت ص ۱۰۶ طبع دوم

کو بخش دیا (پانچ لاکھ دینار)۔"

جناب مودودی صاحب نے قرآن و حدیث سے بے گناہ اور محفوظ ثابت شدہ شخصیت دامادِ رسول، اغنی الصحابہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر تاریخ کی جس کتاب کے حوالے سے ایسے ایسے اتہامات، اور بہتان لگائے ہیں اسی کتاب میں نقل روایت کے بعد یہ بھی درج ہے:

وبعض الناس یقول اعطاہ ولا یصح۔

"بعض لوگ مروان کو پانچ لاکھ خمس کی رقم دینا بیان کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں۔"

ہاں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معاندین یعنی شیعی فرقوں کی روایت ہی اگر مودودی صاحب کے نزدیک زیادہ معتبر ہے تو یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے

یہ بات مودودی صاحب کے علم میں آنی چاہیئے کہ خلافت و ملوکیت کے صفحات پر انہوں نے جن رکیک اعتراضات کو بکھیرا ہے دورِ عثمانی میں فتنہ پرداز بلوائیوں نے انہی اعتراضات کو اُچھال کر حضرت خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کو بدنام کیا تھا۔ جس کا جواب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی زبان سے دے دیا تھا کہ

"میں نے جسے جو کچھ دیا ہے اپنے پاس سے دیا ہے۔ میں مسلمانوں کے مال کو اپنے یا کسی کے واسطے جائز نہیں سمجھتا۔"[1]

اصحاب نبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو صحبت رسول کے اثر سے صبغۃ اللہ میں پورے طور پر رنگ گئے تھے اور جنہوں نے دنیا کو قرآنی اور مصطفوی رنگ میں ڈھالنے کے لئے جان و مال کی بازی لگائی۔ ان پر اگر کوئی یہ الزام دھرے کہ وہ یہودی اخلاق کے زیر اثر تھے تو یہ کتنا بھیانک جرم ہے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

۱ـ تفصیل کے لئے تاریخ للطبری ج ۵ ص ۱۰۳۔

"چنانچہ یہ یہودی اخلاق ہی کا اثر تھا کہ مدینہ میں بعض انصار اپنے مہاجر بھائیوں کی خاطر اپنی بیویوں کو طلاق دے کر ان سے بیاہ دینے پر آمادہ ہو گئے تھے[۱]"

سیدنا خالد سیف اللہ جن کی خار اشگاف شمشیر نے اعدائے اسلام کے کلیجوں کو چھلنی کر دیا۔ اور جو شرک وکفر کے طوفانوں میں توحید وللہیت کی شمع فروزاں تاعمر جلاتے رہے۔ ان کے بارے میں جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"اسلام کی عاقلانہ ذہنیت کسی خفیف سے خفیف غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کر سکتی۔ اور اس معاملہ میں اس قدر نفس کے میلانات سے متنفر ہے کہ حضرت خالد بن ولید جیسے صاحب فہم انسان کو اس کی تمیز مشکل ہو گئی ہے[۲]"

اور صحابی رسول، کاتب وحی پر الزام وبہتان کی اس شیعی روش کو بھی مدنظر رکھئے:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس (زیاد) کو اپنا حامی ومددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچا کر زیاد انہی (ابو سفیان) کا ولد الحرام ہے، پھر اسے اسی بنیاد پر اپنا بھائی، اور اپنے خاندان کا فرد قرار دیا، یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے، وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا، کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا[۳]"

حالانکہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو سفیان نے زیاد کی ماں سے جاہلی اصولوں کے مطابق نکاح کیا تھا۔ جس کو اسلام نے منسوخ کر دیا مگر اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو ولد الحرام یا غیر ثابت النسب قرار نہیں دیا[۴]

---

[۱] تفہیمات حصہ دوم طبع دوم حاشیہ صفحہ ۳۵۔ [۲] ترجمان القرآن ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

[۳] خلافت وملوکیت ص ۱۵۲ [۴] تفصیل کے لئے تاریخ لابن الاثیر ج ۳ ص ۱۷۶، ابن خلدون ج ۳ ص ۱۳

قرآن وتفاسیر اور خمینی ومودودی موقف

عام نسخہ ہے کہ تحقیق اور ریسرچ کا نام لیا جاتا ہے اور تنقیص وتوہین کی بوچھاڑ بے داغ ہستیوں پر شروع کر دی جاتی ہے ـــــ ستم پیشہ لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اٹھتا ہے تو ظلم وعدوان کے خلاف راگنیں پہلے الاپتا ہے۔ دین اسلام اور نظام قرآنی کے معاملہ میں کچھ ایسا ہی معاملہ خمینی صاحب کا بھی ہے۔ ان کے نزدیک آج تک قرآن مستور ہی ہے اگر وہ یہ بات اس معنیٰ میں بول رہے ہیں کہ اصل قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ اور دنیا میں پڑھا جانے والا قرآن محرف ومبدل قرآن ہے تو ہم کہیں گے یہ تو ان کا رفض آواز دے رہا ہے ـــ مگر نہیں اس جگہ ہم ان کی جس بات کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں انہوں نے اسی قرآن کو مستور۔ اور اس کی تفسیروں کو ناکامل قرار دیا ہے:

ان القرآن الیوم مستور وملفوف وان العلماء والمفکرین قد شرحوا القرآن الی حد ما ومع ذالک لم یکن ما کان ینبغی ان یکون، وتفاسیر القرآن الموجودۃ من البدایۃ الی وقتنا ھذا الیست تفاسیر بل تراجم نجد فیھا المسا للقرآن ولکنھا لا تستحق ان تعتبر تفسیرا کاملا للقرآن۔

"قرآن آج بھی مستور اور چھپا ہوا ہے۔ علماء ومفسرین نے قرآن کی کسی قدر تفسیر وشرح کی ہے لیکن جیسی تفسیر وتشریح ہونی چاہیئے تھی نہیں ہو سکی۔ شروع سے لے کر ہمارے دور تک کی جتنی تفسیریں پائی جاتی ہیں وہ سب تفسیریں نہیں ترجمہ ہیں جن کا قرآن سے کسی حد تک تعلق ہے، لیکن یہ تفسیریں قرآن کی مکمل تفسیریں کہلانے کی مستحق نہیں ہیں"

خمینی اقتدار میں اب قرآن کی کون سی تفسیر سامنے آئے گی جس سے دُنیا بھر کے مفسرین قرآن نابلد رہے اور انہیں اس کا سُراغ تک نہیں لگ سکا۔ اب یہ آنے والا زمانہ ہی بتائے گا۔

اسلام میں جن جدید راہوں کی کشود خمینی صاحب جدید تفسیرات قرآنیہ کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں — جناب مودودی صاحب بھی اس سلسلہ میں ان کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ:

"قرآن و سُنتِ رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں" [1]

مودودی صاحب بھی تفسیر و حدیث کے نئے ذخیرے ہی کے شائقین میں تھے، تمام مجتہدین اور ائمہ اعلام کے تحقیقی و علمی کارناموں کو منسوخ کرنے۔ اور نئی شاہراہِ عمل تعمیر کرنے کی فکر میں تھے — انہی مقاصد کے لئے بزرگان سلف پر بے لاگ تنقیدیں کیا کرتے تھے۔ خود لکھتے ہیں:

"میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگانِ سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں جو کچھ حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب سُنت کے لحاظ سے یا حکمتِ عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اسے صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں" [2]

تجدید و احیائے دین میں لکھتے ہیں:

"اس وقت کے حالات میں شاہراہِ عمل تعمیر کرنے کے لئے ایسی مُستقل قوتِ اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدین سلف میں سے کسی کے علوم اور منہاج کی پابند نہ ہو" [3]

مودودی صاحب جس شاہراہ عمل کی تشکیل میں عمر بھر سرگرداں رہے —

۱ـ تنقیحات ص۱۳۸ ۲ـ رسائل و مسائل اول ص۳۹۱ ۳ـ تجدید و احیاء دین ص۳ ـ

وہ اتنی عظیم و برتر شے ہے کہ اس سلسلہ میں انہیں علیٰ منہاج النبوۃ کے مسند نشین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی قطعًا ناکام نظر آتے ہیں:

"جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر نہ واقع ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مُستقل تغیر نہیں کیا جاسکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا زبردست فرمانروا، جس کی پُشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت تھی اس معاملہ میں قطعًا ناکام ہو چکا ہے" [1]

اور مودودی صاحب کی تحریر پڑھئے، معلوم نہیں وہ کس سُنت کی تعریف کر رہے ہیں اور پتہ نہیں کس شریعت کی بدعت پر روشنی ڈال رہے ہیں — شریعتِ محمدیہ اور اُسوہ نبوی میں تو ان کی اس بات کا سُراغ نہیں ملتا۔ انہوں نے لکھا:

"آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سُنت یا اُسوہ رسول ہے . . . . . .

مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سُنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سُنت قرار دینا۔ اور پھر اس کی اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے" [2]

شریعت کی نئی شاہراہ کھولنے سے پہلے ضروری تھا کہ پُرانی شاہراہوں کو ناکارہ قرار دیا جائے چنانچہ ائمہ اعلام اور مجتہدین کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کس جرأت و بے باکی سے اتہام طرازی کی گئی ہے۔ دیکھئے لکھتے ہیں:

"فقہاء کا قانون اپنی سختیوں کی وجہ سے عورتوں کی زندگیوں کو تباہ

۱ـ اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص۲۰

۲ـ رسائل و مسائل اول ص۲۴۷۔ ۳۴۸

کرنے والا اور انہیں مرتد بنانے والا ہے[1]

مودودی صاحب کی نظر میں آج تک کوئی مجدد کامل گزرا ہی نہیں بس آنجناب تجدید و احیائے دین کا کارنامہ انجام دیتے دیتے رہ گئے۔

"تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر کامیاب نہ ہو سکے[2]"

اُمّ المومنین کی دلخراش اہانت

جناب خمینی صاحب اپنے اکابرین شیعہ میں ملا باقر مجلسی کے بہت شیفتہ ہیں اور کشف الاسرار میں شیعوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اس کی کتابیں پڑھا کریں۔ اسی مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین ص۳۲۷ پر بدترین بات لکھی ہے (جس کی نسبت معاذ اللہ) امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔)

کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ	"جب امام غائب ظاہر ہوں گے
را زندہ کند تا بر او حد بزند و	تو عائشہ کو زندہ کریں گے ان پر حد
انتقام فاطمہ را از او بکشد[3]	لگائیں گے اور فاطمہ کا انتقام لیں گے"

العیاذ باللہ یہ ہے خمینی اور رافضیوں کا عقیدہ اُمّ المومنین صدیقہ صدیق اکبر سیدہ طاہرہ عائشہ زوجۃ النبی رضی اللہ عنہا کے بارے میں۔ کتنی بدترین ہے وہ قوم جو اپنے رسول کی محبوب زوجہ پر اتہام طرازی کر کے بھی خود کو مسلمان سمجھتی ہے — اور دُنیا بھر کے اہل ایمان کے متاعِ ایمان پر بھی ڈاکے ڈالنا چاہتی ہے —

(خذلہم اللہ فی الدارین)

اپنے سینے میں ذرا بھی ایمانی غیرت رکھنے والا مسلمان شیعوں کے ان

[1] ترجمان القرآن مئی ۱۹۳۹ء [2] تجدید و احیائے دین ص۲۱

[3] حق الیقین ص۳۲۷،

عقائد اور مزعومات کی نجاست کو دیکھ ہی کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ کون سا فرقہ ہے اور اس کا اسلام سے دُور کا بھی رابطہ ہے یا نہیں؟

ان تمام حقائق کے باوجود مودودی صاحب اور ان کے مریدین خمینی کو عالم اسلام کا نجات دہندہ کیوں گردان رہے ہیں

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

سُطورِ بالا میں آپ مودودی صاحب کے خیالات و نظریات انبیاء و رسل صحابہ و تابعین اور ائمہ اسلام کے بارے میں ملاحظہ کرتے آ رہے ہیں۔ آیئے میں آپ کو دکھاؤں کہ مودودی صاحب نے اُمّہات المومنین کی شان میں کیسی گستاخی کا جملہ لکھ مارا ہے۔ لکھتے ہیں:

"وہ دونوں (اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ و اُمّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہو گئی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی کرنے لگی تھیں[1]"

مودودی قلم کے یہی سب تیور ہیں جن کو شیعوں نے "حق گوئی" سے تعبیر کیا ہے نیز انہیں اور ان کے گروپ کو اپنے کام کا سمجھ کر اپنایا ہے۔

جس حصول اقتدار کا خواب مودودی صاحب عُمر بھر دیکھتے رہے — اس میں خود تو کیا کامیاب ہوتے — اپنے ہی ایک "ہم ذوق" کو ایران میں کامیاب ہوتے دیکھا تو خوشی سے بلّیوں اُچھلنے لگے — اور بڑھ کر اس کی تائید کی — اور مودودی صاحب کی ہمنوائی میں ان کے تمام مُریدین و متوسلین نے بھی وہی راگ الاپے۔

ایرانی شیعی حکومت کے ناظم الامور محمد گنجی دوست لکھتے ہیں:

"سولہ سال قبل علامہ آیت اللہ خمینی نے شاہ کے خلاف آواز

[1] ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۹ نومبر ۶۷ء

بلندی کی تو مولانا مودودی وہ واحد شخصیت تھے۔ جو خمینی کے پیغام کو سمجھے۔[1]

مودودی صاحب کو ایران کے شیعی انقلاب سے ایسا گہرا تعلق تھا کہ اس کے لئے دُعا بھی کرتے تھے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء کو آیت اللہ خمینی نے مودودی صاحب کے پاس اپنا ایک وفد بھیجا تھا۔ مودودی صاحب نے اس موقع پر بھی ایران اور شہدائے ایران کے حق میں دعا کی تھی جس کی تصویر جسارت کراچی میں چھپی تھی۔

خمینی مودودی تعلقات

ایرانی رہنما جناب خمینی صاحب اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی کے درمیان تعلقات کا اندازہ لگایئے پاکستانی شیعہ لیڈر ریٹائرڈ کرنل غفار مہدی لکھتا ہے:

"نشأۃ ثانیہ کے عظیم مجاہد آیت اللہ خمینی، مولانا مودودی کو بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے رہیں۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بحیثیت اسلامی مفکر کے سید مودودی ایران میں پاکستان کی نسبت زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں"۔[2]

مودودی صاحب کی موت پر لاہور کے ہفت روزہ اخبار "شیعہ" نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مودودی صاحب کی شیعہ نوازی کا کھلا اعتراف کیا ہے:

"مرحوم اپنا مخصوص عقیدہ رکھنے کے باوجود ایک صلح کل انسان تھے۔ اور حق بات کہنے میں ذرا بھی نہ جھجکتے تھے۔ ان کی تصنیف خلافت و ملوکیت ہمیشہ یادگار رہے گی"۔[3]

---

[1] نوائے وقت راولپنڈی ۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء

[2] جسارت کراچی مولانا مودودی نمبر ص ۱۱۵

[3] ہفت روزہ شیعہ لاہور ۸ر اکتوبر ۱۹۷۹ء

خوش آمدید

شاہ ایران کا تختہ اُلٹنے کے بعد جب خمینی برسر اقتدار آئے تو ان کی خدمت میں جناب مودودی صاحب نے اپنے ماننے والوں کا ایک وفد روانہ کیا۔[1] اس کے ذریعہ باہمی عہد و پیمان کی توثیق ہوئی اور جماعتِ اسلامی کو ایران کی سرپرستی حاصل ہوگئی۔

اسی طرح ایرانی شیعی حکومت کی طرف سے جناب مودودی صاحب کے پاس جناب خمینی صاحب کا بھیجا ہوا ایک وفد ۱۷ جنوری کو کراچی ایئرپورٹ پر اترا تھا — جس کے استقبال میں — جماعت اسلامی کے سربرآوردگان نے جو، جوش و خروش دکھایا — رنگ برنگے جھنڈے جھنڈیاں لہرائیں — شیعیت اور خمینیت سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے کے بینر سجائے — بُت شکن خمینی پر درود بھیجے۔

- ○ خمینی ہمارا رہنما ہے
- ○ خمینی اور مودودی ہمارے رہنما ہیں۔

مودودی خمینی بھائی بھائی وغیرہ — نعرے لگائے — اور جماعتِ اسلامی کے پاکستانی مرکزِ اعظم منصورہ میں سب نے مل کر کھانا کھایا — اور پُرتکلف دعوت سے محظوظ ہوئے، اس کے لئے جناب مودودی صاحب کے جماعتی اخبار ہفت روزہ رسالہ ایشیا ہی کی رپورٹ ملاحظہ کیجئے — جسے مرکز تحریک، اچھرہ کی جانب سے

"درود بر خمینی بُت شکن" کا عنوان دے کر طبع کیا گیا

"یہ بین الاقوامی خبر ہے کہ علامہ آیت اللہ روح اللہ خمینی کے ایلچی بانی تحریک اسلامی مولانا مودودی کے نام ایک خصوصی پیغام لے کر پاکستان

---

[1] مرحوم (مودودی صاحب) اور ان کی جماعت نے ایران کے حالیہ انقلاب کی نہ صرف حمایت کی بلکہ اپنی جماعت کا ایک وفد ایران بھیجا، جس نے آیت اللہ خمینی کو مبارکبادی کا پیغام دیا۔ (ہفت روزہ شیعہ لاہور ۱ – تا ۸ر اکتوبر ۱۹۷۹ء)

پہنچے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ علامہ خمینی جس طرح ایرانی مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ اسی طرح مولانا مودودی بھی مسلمانانِ پاکستان کی صحیح معنوں میں رُوح ہیں۔

یہ نمائندے ۱۰ جنوری کو کراچی اُترے۔ ان کے استقبال کے لیے شیعہ رہنماؤں کے علاوہ جماعتِ اسلامی کراچی کے سرکردہ اصحاب بھی موجود تھے یہ دونوں نمائندے جواں سال اور شکیل۔ ان کے سُرخ و سپید چہروں پر چھوٹی چھوٹی داڑھیاں بڑی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ پریس سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ وہ علامہ خمینی کا ایک پیغام مولانا مودودی کے نام لے کر آئے ہیں .... نعرہ عام طور پر لگایا جاتا تھا

بین شیعہ سُنی فرق نیست

رہبر ما خمینی ست، رہبر ما خمینی ست

پنجاب یونیورسٹی یونین کی بڑی بڑی بسیں ایرپورٹ کی ایک جانب کھڑی تھیں۔ جمعیت طلبہ کے نمائندے بھی خوش آمدید کے بینر لیے ہوئے ایرپورٹ سے نکلنے والے راستے پر کھڑے تھے، اس راستے سے جوں ہی سامان سے بھری ہوئی ایک ٹرالی باہر آئی فضا نعروں سے گونج اُٹھی

- ○ رہبر ما خمینی است،
- ○ رہبر ما مودودی خمینی،
- ○ انقلاب انقلاب، اسلامی انقلاب،
- ○ مودودی خمینی بھائی بھائی،

انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ایران کی حالیہ تحریک سو فیصد اسلامی تحریک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا دنیا بھر کی سربرآوردہ شخصیات سے رابطہ رہتا ہے اور مولانا مودودی ہمارے لئے سب سے اہم ہیں۔ پروگرام کے آخر میں ایرانی اسلامی تحریک پر متحرک دستاویزی رنگین فلم دکھائی گئی۔ مہمانوں

نے بزبان انگریزی خطاب کیا۔ شام کو ان مہمانوں نے جماعت اسلامی لاہور کے زیر اہتمام دفتر جماعت اسلامی شارع فاطمہ جناح میں بزبان فارسی خطاب کیا۔ اسی رات کو مہمانوں کے اعزاز میں منصورہ میں امیر جماعت کی طرف سے عشائیہ دیا گیا ہے۔[۱]

اس جماعتی اخبار کے اداریہ سے چند باتیں صاف ظاہر ہیں۔ اوّل یہ کہ جماعتِ اسلامی مودودی تنظیم کے لوگ بھی جناب خمینی کو آیتُ اللہ رُوحُ اللہ کہتے ہیں۔ دوم جیسے ایرانی قوم کے دل کی دھڑکن خمینی صاحب اسی طرح پاکستان کی رُوح مودودی صاحب ہیں۔ سوم شیعوں کا احترام و استقبال اور ان کے ساتھ تعلقات کوئی معیوب شئے نہیں۔ چہارم ایرانی شیعہ حضرات کے لئے خمینی صاحب کی طرح مودودی صاحب بھی رہبر ہیں اور مودُودی صاحب کے ہمنوا اپنے پیشوا ہی کی طرح خمینی صاحب کو بھی اپنا امام و مقتدا تسلیم کرتے ہیں۔

خمینی اور مودودی صاحبان کا اتحاد یقیناً بین الاقوامی چیز ہے جس پر جماعتِ اسلامی کے لوگ جتنی بھی خوشی منائیں کم ہے۔ ہفت روزہ ایشیا میں غافل کرنالوی کی نظم اس کا مُنہ بولتا ثبوت ہے[۲]

خدا کے نام پر ایران و پاک ایک ہوئے — ہے ان کا سوز جنوں ایک اور مزاج بھی ایک
اِدھر خمینی اگر ہے اُدھر ہے مودودی — یہ کل بھی ایک تکلم تھے اور آج بھی ایک
سلام ملتِ ایراں کے جاں نثاروں کو — کہ جن کے خون سے ہوئی کشت دین حق سیراب
جلا رہی ہے چراغ یقیں ہر اک دل میں — امام پاک خمینی کی فکر عالم تاب
کہیں پناہ ملے گی نہ اب اندھیروں کو
اک آفتاب اِدھر ہے اک آفتاب اُدھر

۱ جماعتی آرگن ہفت روزہ ایشیا۔ جنوری ۱۹۷۹ء

۲ اخبار جماعت اسلامی ہفت روزہ ایشیا۔ لاہور ۱۳ مئی ۱۹۷۹ء

جناب مودودی صاحب اور ان کی تنظیم کے لوگ عام طور سے شیعوں کے پیچھے بلاجھجک نماز بھی پڑھتے ہیں۔ پاکستانی جماعت اسلامی کے رہنما جناب میاں محمد طفیل نے تو دورۂ ایران کے موقع پر اپنے دینی معمولات سے ثابت ہی کر دیا کہ ان کے نزدیک "خمینی صاحب دُنیا بھر کے مسلمانوں کے رہنما ہیں"
میاں طفیل اور اسلامی تحریکوں کے نمائندوں نے تہران میں آقائے خمینی کی امامت میں نماز بھی ادا کی اور انہیں دین و دُنیا کا رہنما تسلیم کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

حسرتِ ناکام

جناب مودودی صاحب کے ایران، شیعہ قوم، اور خمینی صاحب سے کتنے بنیادی تعلقات تھے، سطور بالا میں اس کا وافر ثبوت فراہم ہو چکا ہے، باہم وفود کے تبادلے اور پیغامات جو مودودی صاحب کی طرف سے خمینی صاحب کو جاتے رہے — اور خمینی صاحب کی طرف سے مودودی صاحب اور ان کی تنظیم کے نام آتے رہے، یہ تو اندرونِ خانہ کی باتیں ہیں دوسرے کیا جانیں ——————— ؟
تاہم ان دونوں رہنماؤں کی باہمی ملاقات نہ ہو سکی ——— اور مودودی صاحب یہ حسرت ناکام لئے ہوئے دُنیا سے چلے گئے ——————— ممکن ہے یہ ملاقات ہو جاتی" تو اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی کوئی سبیل منظرِ عام پر آتی جس کے لئے مودودی صاحب اور ان کے وظیفہ خوانوں نے مسز فاطمہ جناح کے دامنِ سیاست میں پناہ لی تھی ——————— اور اقامتِ دین کا سارا پشتارہ ان عمل کے کوروں اور قلم کے مُنہ زوروں کا منہ دیکھتا رہ گیا تھا۔
جناب مودودی صاحب اپنی بیماری کی حالت میں بھی یہ تمنا رکھتے تھے کہ میں صحتیاب ہو جاؤں تو آقائے خمینی کے آستانے پر حاضری دوں ——— مگر ——— ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے اسٹاف رپورٹر نے ۱۹ر اکتوبر کی شام کو مودودی صاحب کی تعزیت میں منعقدہ تقریب میں شریک ذمہ دارانِ جماعتِ اسلامی کا یہ بیان بھی نوٹ کیا کہ:

"مولانا مودودی صحتیابی کے بعد ایران جاکر علامہ خمینی سے ملاقات[1] کرنا چاہتے تھے۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی"

اس تعزیتی جلسہ میں ایرانی ناظم الامور مولانا فتح محمد، مولانا صدر الدین اصلاحی، مسٹر نسیم حجازی، پروفیسر سید منور حسین اور ارکانِ جماعتِ اسلامی کافی تعداد میں موجود تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعتِ اسلامی پاکستان
(شعبہ رسائل و مسائل)
۵۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور

فون نمبر [illegible]
[illegible]

حوالہ 334
تاریخ 7 اگست ١٩٧٦ء

محترمی و مکرمی   السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ شیعوں سے اہلسنت کے اختلافات تو بہت ہیں مگر یہ کفر و اسلام کے اختلافات نہیں ہیں۔ شیعہ کے پیچھے سنی اور سنی کے پیچھے شیعہ نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ دونوں مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کی نماز دوسرے مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے جنازے میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

خاکسار
[illegible]
بہ ہدایت محترمی سید ابوالاعلیٰ مودودی

---

[1] نوائے وقت راولپنڈی ۲۰ر نومبر ۱۹۷۹ء

مودودی صاحب کی موت پر شیعی تعزیت

جناب مودودی صاحب کے لئے خمینی، اور جناب خمینی صاحب کے لئے جناب مودودی بہت اہم ہیں ـــ اس کا اقرار و اظہار ہر طرف سے ہو چکا ـــ اور مودودی جماعت سے ایرانی حکومت اور خمینی اقتدار کے تعلقات مودودی صاحب کی موت کے بعد بھی ویسے ہی بحال ہیں ـ مودودی صاحب کی موت پر خمینی حکومت کی طرف سے باقاعدہ ایک تعزیتی وفد آیت اللہ یحیٰی نذری کی قیادت میں اچھرہ آیا تھا ـ اور پھر مودودی صاحب کی قبر پر حاضر ہوا تھا ـ اور ان کے پسماندگان سے ملاقات بھی کی تھی ـ مودودی صاحب کی موت کو خمینی صاحب اور ان کی شیعہ برادری نے اپنا بہت خسارہ بتایا ـ اور مودودی صاحب کا جو وصف انہیں بہت پسند تھا بعض نے اس کا ذکر بھی کیا ـ

جناب آیت اللہ الخمینی صاحب نے اپنے .... ہم مقصد ..... جناب مودودی صاحب کی موت پر بڑے دُکھ درد کا اظہار کیا اور اسے دُنیائے اسلام (جسے وہ اسلامی دُنیا سمجھتے ہیں) کا نقصان قرار دیا ـ انہوں نے کہا:

"ان (مودودی صاحب) کی اسلامی فکر نے پوری اسلامی دنیا میں انقلاب کی تحریک پیدا کر دی ـ ان کی ان کوششوں کے نتیجے میں انشاء اللہ دنیا بھر میں اسی طرح اسلامی انقلاب برپا ہو کر رہے گا جس طرح ایران میں اسلام کو غلبہ نصیب ہوا ہے"[1]

اسی طرح ایران کے اہم شیعی عالم اور انقلابی تحریک کے رہنما آیت اللہ کاظمی شریعت مداری کہتے ہیں:

"ایران کی مسلم اُمت کے لئے مولانا مودودی کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو انہوں نے شہنشاہ کی آمریت کے خلاف ایرانی عوام کی جدوجہد کے وقت انجام دیں"[2]

---

[1] ماہنامہ پیغام اسلام برمنگھم اکتوبر نومبر ۱۹۷۹ء ص۱۱ [2] ایضاً

مودودی صاحب کی موت پر ایرانی حکومت کے ذمہ دار شیعہ رہنما کاظم شریعت مدار نے ایران اور شیعی دُنیا سے مودودی صاحب کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان دیا کہ:

"انہوں (مودودی صاحب) نے ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات سر انجام دیں ـ اور ایران میں اسلامی انقلاب کی حمایت کر کے، ایرانی عوام کے دل موہ لیے ـ وہ ہماری نوجوان نسل کے لئے روشنی کے مینار تھے ان کی وفات پر پورا ایران سوگوار ہے"[1]

مودودی صاحب کے لئے تعزیتی اداریہ لکھتے ہوئے ہفت روزہ شیعہ کا مدیر رقم طراز ہے:

"انہوں (مودودی صاحب) نے جداگانہ شیعہ دینیات کے اجراء کی (حکومت پاکستان کے نزدیک) حمایت بھی کی ـ اور بعض دیگر شیعہ سُنی مسائل میں حق گوئی سے کام لیتے تھے"[2]

شیعہ مجتہد نقی النقوی اپنے محسن جناب مودودی صاحب کے متعلق بڑے متشکرانہ انداز میں معترف ہے:

"..... مرجعیت صحابہ، موقف اہل بیت، اور جواز متعہ ایسے موضوعات پر انہوں (مودودی صاحب) نے بڑی فراخدلی سے شیعہ نظریات کی صداقت تسلیم کی ہے"[3]

عرض بندہ

جناب خمینی صاحب کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے جس کے بارے میں دُنیائے اسلام کا نقطہ نظر بالکل واضح اور دو ٹوک ہے مگر اس مقالہ میں ہم نے جناب مودودی صاحب کے رشحات قلم کے کچھ نمونے بھی جمع کئے ہیں، جنہیں عالم اسلام کے ممتاز علماء و مفکرین نے نہایت

---

[1] ہفت روزہ شیعہ لاہور ۰ ر اکتوبر ۷۹ء [2] ایضاً [3] متعہ اور اسلام ص۲۶۵

مبغوض گردانا ہے ——— جناب مودودی صاحب کی ان عبارتوں پر کیا حکم لگتا ہے۔ اور تعزیرات شرعیہ میں سے یہ کس حکم میں آتے ہیں، اس کا فیصلہ تو مفتیانِ شرع مطہر ——— اور مسند نشینانِ دار الافتاء کا منصب ہے ہم تو صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ انبیاء ورسل علیہم السلام، ازواج النبی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صحابہ وائمہ رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں مودودی صاحب نہایت بے ادبی سے داخل ہوتے ——— اور وہ بارگاہیں جہاں سے دنیا کو ادب و آگہی کی دولتِ سرمدی میسر آئی، وہاں کا گستاخ و بے ادب اچھا نہیں کہا جاتا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور اسی بے باکی و گستاخی نے مودودی صاحب کو شیعوں کا منظور نظر بنا دیا ——— اور خمینی صاحب نے ان کی تنظیم کو اہل سنت میں سے اپنی من پسند جماعت سمجھ کر اسے ہموار کر لیا ہے۔

نائبین مودودی کا رویہ

جناب مودودی صاحب اپنے اور خمینی صاحب کے انقلاب اسلامی کو یکساں سمجھتے تھے اسی لئے تو انہوں نے اس انقلاب کی حمایت کی اور شیعی مملکت کو، اسلامی جمہوریہ کی حیثیت سے ماننے منوانے میں لگ گئے۔ اب ان کے بعد ان کے نائبین بھی اپنے رہنما ہی کے نقش قدم پر ہیں ——— نہیں بلکہ وہ تو شیعوں کو اہل سنت سے بڑا مسلمان ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

امیر جماعت اسلامی لاہور جناب اسعد گیلانی صاحب کا بیان ہے کہ:

"ایران کا اسلامی انقلاب اسلام کی عظمتوں کا امین ہے۔ یہ بلاشبہ ایک اسلامی انقلاب ہے۔ اسے کسی خاص فرقے تک محدود کرنا کم علمی ہے۔ اگر اسے کسی خاص فرقے کا انقلاب گردانا گیا۔ تو پھر شاید قیامت تک اسلامی انقلاب نہ آسکے۔ ....

ہمیں فرقہ بندی کو بھول کر ہر کلمہ گو کو مسلمان کہلانے کا حق دینا ہوگا اگر شافعی مالکی حنبلی اور حنفی وغیرہ مسلمان ہیں تو شیعہ ان سے بڑھ کر مسلمان ہیں۔ کیونکہ اہل تشیع امام جعفر صادق کی تعلیمات کے پیرو ہیں۔ جو امام ابو حنیفہ کے استاد ہیں ....

امام خمینی اس دور کے سب سے بڑے لیڈر ہیں جنہوں نے مشرق و مغرب کی تمام ظالم طاقتوں کے مقابل ایک خدا کی قدرت پر انحصار کرنے کا عملی درس دیا ہے [1]

کارپردازانِ جماعت اسلامی اب اس حد تک اتر آئے ہیں کہ دنیا کو خمینی انقلاب کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں۔ گیلانی صاحب کہتے ہیں:

"اس وقت دنیائے اسلام میں خمینی کے انقلاب کی پیروی کرنے کی اشد ضرورت ہے .... امام خمینی تمام عالم اسلام میں منفرد اسلامی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے عریانی اور فحاشی میں ڈوبے ہوئے ایران میں، اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے رائج کر دکھایا۔ جماعت اسلامی کے رہنما (اسعد گیلانی) نے شیعہ حضرات سے بالخصوص کہا کہ وہ جماعت کو اپنا رفیق سمجھیں [2]

اسعد گیلانی صاحب نے ایرانی نمک خواری کا حق ادا کرتے ہوئے خمینی حکومت کو دور نبوی اور خلافت راشدہ کے مثل قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا:

"ایرانی انقلاب کوئی شیعی انقلاب نہیں یہ اسلامی انقلاب ہے۔

انہوں نے کہا اسلامی حکومت حضور اور ان کے خلفاء کے دور کی طرح کی حکومت ہے [3]

۱ نوائے وقت لاہور ۱۲ فروری ۸۶ء
۲ نوائے وقت لاہور ۱۶ مارچ ۸۶ء
۳ جنگ کراچی ۱۰ فروری ۱۹۸۳ء

آخری عرض

ہم حضرات شیعہ سے تو ان کے دین و مذہب کے بارے میں باز پرس نہیں کرتے — مگر مودودی حضرات سے اس بات کی ضرور وضاحت چاہیں گے کہ شیعوں کے متفقہ کفری عقائد کے باوجود کون سی شئے ہے جو آپ کو سُوئے خمینی و ایران کھینچ رہی ہے — اور اس کا تعلق اقامتِ دین کے کس نازک مسئلہ سے ہے جس سے دُنیا بھر کے علماء و مفکرینِ اسلام غافل ہیں —؟

اخیر میں ہم اپنے برادران اہل سُنّت سے محض اس قدر عرض کریں گے کہ سطح عالم پر نت نئے سیاسی بازیگر اُبھرے ہیں اور اُبھرتے رہیں گے — مگر خدارا ان کے کمند میں آکر اپنے اسلاف عظام (برد اللہ مضاجعھم) کے نقوشِ قدم سے منحرف نہ ہونا — اسی میں دارین کی سعادت اور بھلائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ — آمین۔

کامیاب رسول کا کامیاب مشن

کامیاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کامیاب مشن

رسول آخرالزماں سیدنا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات نے اہل علم کی کایا پلٹ دی۔ زمین پر باطل کی تاریکیاں پارہ پارہ ہوگئیں اور دُنیا نے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آگیا باطل نیست و نابود ہوا) کا منظر نورانی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ جہنم کی راہ پر گھسٹتی ہوئی انسانی دُنیا کو حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوز و فلاح اور کامیابی کی دہلیز تک پہنچادیا ــــ کامیاب داعیٔ حق کی کامیاب دعوت نے تپتے جھلستے اور آگ کی طرف گھسٹتے معاشرے کو گہوارۂ جنت میں داخل کردیا۔

آخر یہ کس کا فیضانِ کرم تھا جس نے خداوند قدوس کا یہ پیغام دُنیا کو عطا فرمایا:

○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۞ [۱]
"اور جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"

○ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۞ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۞ [۲]
"متقیوں کے لئے کامیابی ہے باغ اور انگور۔"

○ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۞ [۳]
"جنت والے وہ کامیاب لوگ ہیں۔"

---

۱ الاحزاب / ۷۱ ۲ النبا / ۳۱
۳ الحشر / ۲۰

○ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ [۱]
"جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مُراد کو پہنچا۔"

یہ رسول اُمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامیاب دعوت ہی کا اثر تھا کہ بندگانِ خدا کے لئے خدا کی بشارتیں نازل ہوئیں۔ اور ان کے حق میں قرآن مجید منطوق ہوا:

○ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ [۲]
"اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی یہی بڑی کامیابی ہے۔"

○ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۞ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۞ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۞ [۳]
"اور بہت دُور رکھا جائیگا (نار سے) جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔ اور جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ اور کسی پر اس کا کچھ احسان نہیں کہ بدلہ دیا جائے گا صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔"

رسول اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت اور پیغام اندھیروں میں آفتاب بن کر چمکا۔ دُنیا کی ظلمتوں کو منہ چھپانے کی جگہ ملنی دشوار ہوگئی ـــ دعوتِ رسول ـــ پیغامِ رسول کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت خود رب قدیر کا مقدس کلام ہے۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ
"آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔"

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ [۴]
"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"

---

۱ آل عمران / ۱۸۵ ۲ المائدہ / ۱۱۹ ۳ اللیل / ۱۷ تا ۲۰ ۴ المائدہ / ۳

اصحاب کرام کی گواہی

حجۃ الوداع کا وہ تاریخی دن تھا۔ جب داعیٔ اسلام رسول اکرم سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرائض رسالت کی تکمیل کا خطبہ دیا۔ وادی عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار مقدس اصحابِ رسول موجود تھے۔ پیغام رسول کی موسلادھار بارش رحمت نے جن کے ظاہر و باطن کو دھو کر مجلّی مصفّیٰ بنا دیا تھا۔

رسولِ خدا کی اونٹنی لائی گئی ——— آپ بطن وادی عرفہ میں اونٹنی پر سوار ہوتے — اور خطبہ ارشاد فرمایا ——— وہ عظیم الشان خطبہ جو دستورِ حیات کا ماخذ — اور بنیاد ہے ——— اس خطبہ مبارکہ کا آخری حصّہ، خود داعیٔ اسلام خدا کے منادی، رسولِ برحق، محسنِ عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کی تکمیل سے متعلق ہے۔ آپ نے جماعتِ صحابہ سے سوال فرمایا:

وَاَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَاذَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟۔

"لوگو! تم سے میرے بارے میں خدا کے ہاں سوال کیا جائے گا تم کیا جواب دوگے؟"

صحابۂ کرام نے جواب دیا:

نَشْهَدُ اِنَّكَ قَدْ اَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَبَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ

"ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے امانت (دین) پہنچادی۔ حق رسالت ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی"۔

یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی۔ اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔ خدایا گواہ رہنا۔ خدایا گواہ رہنا۔ خدایا گواہ رہنا

کلام الٰہی سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلام (کامل نظام امن و سلامتی) اتنی کامیابی سے نافذ ہو گیا کہ حق و صداقت پر کفار کے غالب آنے

کی اُمیدیں ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئیں۔

○ دین کامل رسول کامل کے ذریعہ امن گستر ہو گیا۔

○ ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضور جو لے کر آئے) اسے حرزِ جاں بنا کر انسانوں نے خدائی نعمتیں اور اس کی رضا کے اصول پالئے۔

عرفہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پاکبازانِ اُمّت نے شہادت گزار دی کہ۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے دین و دانش کی خدائی امانتیں بطور کامل ہم تک پہنچا دیں۔ ہم اس کی آج بھی شہادت دیتے ہیں اور روز حشر رب العالمین کے حضور بھی گواہی دیں گے۔

رسول کی کامیاب تبلیغ ہی کا اثر تھا کہ ——— بدامنی کا گہوارہ عرب، پیغامبر امن و انصاف بن گیا ——— فرد سے جماعت تک میں اصلاح و تربیتِ نبوی کا ایسا رچاؤ ہوا کہ شرق سے غرب تک صلاح و فلاح کی کرنیں جگمگانے لگیں — اور خیر القرون کی برکتوں اور سعادتوں نے چہار دانگ عالم میں امن و انصاف، عدل و مساوات کا بول بالا کر دیا۔

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و رسالت ہر لحاظ سے کامیاب رہی یہ ہر مومن کا ایمان ہے — یہیں تک نہیں بلکہ انہی کی پاکیزہ تعلیمات کے باعث انسان ہر دور میں کامیاب و کامران رہے گا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [1]

"تم سبک سر نہ ہو، اور غم نہ کرو تم تو بلند ہو اگر تم ایمان والے ہو"۔

کامیاب رسول کے کامیاب انقلابِ امن کے سپاہی حِزْبُ اللّٰهِ کے لقب سے نوازے گئے اور ان کے لئے فوز و فلاح کا وعدہ کیا گیا:

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [2]

"خبردار رہو کہ بے شبہ اللہ کا گروہ ہی فلاح یاب ہو گا"۔

[1] آل عمران/۱۳۹ [2] المجادلہ/۲۲

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برپا کئے ہوئے انقلاب عظیم نے دُنیا سے ظلم وبربریت کا خاتمہ کردیا۔ رُوحانی وجسمانی غلاظت میں لت پت انسانیت کو طہارت و نظافت بخش دی۔ حیاتِ انسانی کے تمام شعبوں میں گھسی ہوئی بیماریوں کو کاٹ کر پھینک دیا اور معاشرۂ انسانی صحت وتوانائی سے بہرہ مند ہوگیا۔ غیر خدائی فاسد قوانین کے بوجھ تلے دبے ہوئے مظلوموں سے ان کے کاندھے کو ہلکا کردیا — انسان کو حیوانوں کی صف سے نکال کر انسانیت کے بلند مرتبہ سے آگاہ کیا — اس طرح چھٹی صدی عیسوی کی تاریک دنیا میں — نئی زندگی — نئی روشنی — نئی طاقت — نئی حرارت — نیا ایمان — نیا عزم وایقان — نیا تمدن اور نئی آب وتاب بکھر گئی — سورۂ اعراف کا آٹھواں رکوع تلاوت کرو — رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کامل اور کامیاب انقلاب کا پتہ چل جائے گا۔

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (الاعراف/۱۵۷)

"وہ نبی انہیں حکم دیتا ہے نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اُتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ۔ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں، جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس نبی پر۔ اور تعظیم کی آپ کی۔ اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اُتارا گیا آپ کے ساتھ وہی کامیاب و کامران ہیں"

ہمارا اور پوری ساری اُمتِ مُسلمہ کا ایمان ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا کرنے والا رسول آخر الزماں اصلاح وانصاف کا سب سے کامیاب نمونہ ہے — حلت وحرمت کے قوانین کی وضاحت، اور عملی نفاذ میں بھی رسولِ خاتم کا کوئی مثیل نہیں۔

رب کائنات نے آپ ہی کو انسانیت کا نجات دہندہ بناکر مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے انسانوں سے اوہامِ باطلہ اور ظالمانہ نظام کے تمام بوجھ اُتار دیئے — آپ نے غیر خدائی تمام زنجیروں سے انسانیت کو آزاد کرکے — اپنے کامیاب — کامیاب کن، اور کامیاب ساز رسول ہونے کا عملاً ثبوت دے دیا۔

کیا کوئی کور باطن اب یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصاف نافذ کرنے میں ناکام رہے ہے، نہیں اور ہرگز نہیں۔

خمینی نظریہ

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایرانی شیعہ رہنما خمینی صاحب اپنی سیاسی کامیابیوں کے زعم میں حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو اصلاح قوم وملت اور نفاذِ اسلام میں ناکام گردان رہے ہیں۔

۱۵ شعبان ۱۴۰۰ھ میں خمینی صاحب ایک تقریر میں کہتے ہیں:

"جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لئے آئے، ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دُنیا میں انصاف کا نفاذ کریں، لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک ختم المرسلین جو انسان کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے۔ انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے — لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ وہ آدمی جو اس معنیٰ میں کامیاب ہوگا۔ اور تمام دُنیا میں انصاف کو نافذ کرے گا۔ وہ اس انصاف کو نہیں جسے عام لوگ سمجھتے ہیں کہ زمین میں انصاف کا معاملہ صرف لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے ہو۔ بلکہ وہ انصاف انسانیت کے تمام مراتب میں ہو۔ وہ چیز

جس میں انبیاء کامیاب نہیں ہوتے۔ باوجود اس کے کہ وہ اس خدمت کے لئے آئے تھے ....

نعوذ باللہ من ذالک۔ شیعی امام خمینی کی یہ تقریر ۱۵ شعبان کو ہوئی جسے پاکستان میں واقع ایرانی سفارت خانہ نے شائع کیا۔ اور یہی کفریہ تقریر نیشنل ٹیلی ویژن ایران کے افتتاح کے موقع پر بھی ہوئی جسے تہران ٹائمز کے حوالے سے دوسرے اخبارات نے شائع کیا۔ [1]

دیکھا آپ نے "اسلامی نظامِ حکومت" کا نام نہاد پروپیگنڈہ کرنے والے خمینی صاحب کے افکار و عقائد اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والتسلیم کے بارے میں ان کے خیالات و معتقدات ان کے مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہیں — انبیاء و رُسل کی مقدس — نورانی تاریخ پر کیچڑ اُچھال کر اور ان کی رسالت و نبوّت کو معاذ اللہ! ناکام قرار دے کر آخر کس دین و مذہب کی کامیابی کے لئے جہاد ہو رہا ہے، ظاہر بات ہے وہ خمینی صاحب کا کوئی اپنا دین ہوگا۔ جس کا رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں بہت سے مدعیانِ انقلاب و اصلاح ہر زمانے میں اُٹھتے رہے ہیں مگر جناب خمینی صاحب جس رُخ پر چل رہے ہیں وہ تو دنیا والوں کو ان کے ماننے والوں کے نعروں ہی سے پہچان لینا چاہیئے۔

"اللہ اکبر، خمینی رہبر"

مقصد تو خمینی صاحب کی رہبری کو دُنیا سے منوانا ہے —— اس کے لئے اہل توحید کو بھی ہموار کرنا ہے — رسالت کے اقرار کنندگان اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے صورتِ حال کو چھپانا بھی ہے — اور شیعی دُنیا کی ہمنوائی بھی مطلوب ہے — اس لئے —— دورِ خمینی میں ایرانیوں کا نیا کلمہ

[1] اتحاد و یک جہتی امام خمینی کی نظر میں مطبوعہ خانہ فرہنگ ملتان پاکستان ص۱۵!

یہ بن گیا ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ، عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ، خمینی حُجَّۃُ اللّٰہ

(ماہنامہ وحدت اسلامی۔ تہران ۔۴-۶۸۴)

العیاذ باللہ! ناکام رسول کی رسالت کے محتاج اب خمینی صاحب کیوں ہونے لگے۔ مگر دنیائے اسلام میں کلمہ کے جزو ثانی

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

کو اس کے جملہ آداب و مقتضیات کے ساتھ ماننے والے بفضلہ تعالیٰ السوادالاعظم ابھی زندہ ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ اہل سُنّت تو ان کے اقرارِ رسالت کو پہلے ہی سے جانتے ہیں عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ خَلِیْفَۃٌ بلا فصل (علی، اللہ کے ولی، رسول اللہ کے وصی اور بلا فصل خلیفۂ رسول ہیں) کے عقیدہ نے اس گروہ کو قرونِ اولیٰ ہی میں اہل حق سے کاٹ کر الگ کر دیا تھا —— خمینی اقتدار نے تمام شیعی عقائد کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں اضافے بھی کئے ہیں —— جس کا ثبوت اسی کتاب کے مندرجات میں ملے گا —— جناب خمینی کی رہبری اور ان کی امامت و سیادت کو بایں صفات دُنیا بھر کے شیعہ تو درکنار — ایران کے علماء قبول نہیں کرتے —— کسی اور کی کیا بات؟

کیا یہی اسلامی انقلاب ہے

کیا یہی اسلامی انقلاب ہے ؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خدا کی زمین پر خدا کے منتخب بندے ہیں ــــــ ان کی للٰہیت، اخلاص، ایثار و قربانی، ہجرت، جہاد اور طاعات و حسنات سے صرف تاریخ کا دامن ہی لبریز نہیں ہے بلکہ ــــــ قرآن مجید کی آیات ــــــ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی احادیث بھی اس بارے میں موجود ہیں ــــــ جن کا انکار کوئی دشمن خدا ــــ دشمن قرآن ــــ دشمن رسول ہی کرسکتا ہے۔ خلفائے راشدین مہدیین کے علوم مرتبت کا تو کیا کہنا ــ اہل عرفان سے جب سیدنا امیر معاویہ کی شان پوچھی گئی تو انہوں نے یہ بصیرت افروز بیان دیا کہ:

"مصاحبتِ رسول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی دوڑ سے جو گرد اُڑی تھی اس گرد کے ذرات میں سے چند اگر ہم پر آپڑتے تو ہم اسے اپنے لئے سامان بخشش سمجھتے"

اس گروہ صحابہ میں کا ہر ایک صحبتِ رسالت سے اکتسابِ نور کرکے، اپنی جگہ انجم تاباں بن گیا تھا۔ دُنیا کے مسلمان طبقوں میں انبیاء و رُسل کے بعد وہ سب سے افضل و اعلیٰ، برتر و بالا جماعت ہے۔ ان سے حسن عقیدت ایمان کی علامت اور ان سے بدظنی بے ایمانی کی دلیل قرار دی گئی ہے۔

مگر جناب خمینی صاحب اپنی لیڈری کے زعم میں اپنے ہوا خواہوں کو ان صحابہ سے زیادہ بتا رہے ہیں ــــ قم ایران میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے انہوں نے اپنے

پاسداران کو جن الفاظ سے خوش کیا ــ خدا شاہد، اس کا مقدس رسول شاہد، خدا کا قرآن شاہد، اور اسلام گواہ ہے کہ اس سے خدا و رسول اور قرآن و اسلام سب بیزار ہیں۔

روزنامہ جنگ کراچی اس گستاخانہ تقریر کا خلاصہ لکھتا ہے:

"شوقِ شہادت میں ایرانیوں نے جتنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اس کی کوئی مثال نہیں۔ عراق کے ساتھ لڑائی میں ایرانی فوج نے ایسی قربانیاں پیش کی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہ نے بھی ایسی قربانیاں پیش نہیں کیں۔ کیونکہ کفار کے ساتھ لڑائی میں، جب حضور اپنے رفقاء کو بلاتے تو وہ حیلے بہانے کرتے تھے۔ جب کہ میری فوج اشارۂ ابرو پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتی ہے"[1]

جناب خمینی صاحب کے یہ جانباز نوجوان جن کو انہوں نے اصحابِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم) پر فائق قرار دے دیا ہے ــــــ یہ وہی لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں آج ایرانی حکومت کی باگ ڈور ہے۔ ایرانی اسلامی جمہوریہ میں نظام حکومت جاری رکھنے کے لئے ویسے تو بہت سارے محکمے اور مجالس بنائی گئی ہیں ــــــ مگر خود ایک شیعہ مجتہد محقق ڈاکٹر موسیٰ موسوی لکھتے ہیں کہ موجودہ ایران صرف تین شعبوں کے شکنجے میں ہے۔ اور ان سب شعبوں پر حامیانِ خمینی کا نہایت جذباتی گروپ قابض ہے۔

(۱) پاسداران انقلاب (۲) مجلس عاملان انقلاب
(۳) مجلس عادلان انقلاب[2]

ان تمام گروپوں میں جو چیز مشترک ہے وہ محض خمینی صاحب کی محبت ہے

ــــــــــــــــــ

[1] روزنامہ جنگ کراچی ۲۲ نومبر ۱۹۸۲ء

[2] الثورۃ البائسۃ مصنفہ شیعی مجتہد ڈاکٹر موسیٰ الموسوی ص۳۶

علم، دیانت، صلاحیت، اور اخلاق کی، حب خمینی کی موجودگی میں کوئی ضرورت نہیں۔

مجتہد مذکور کی روایت کے بموجب یہ قانون آج ایرانی قوم کے زبان زد ہے:

"خمینی کی محبت ایسی نیکی ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی جرم و گناہ مضر نہیں"[1]

بڑے سے بڑا مجرم بھی اگر خمینی صاحب کا وفادار ہے تو وہ ان خمینی صاحب کے انقلابیوں کی نظر میں قابل عزت ہے۔ چنانچہ خمینی صاحب کے داماد صادق الطباطبائی ——— جرمن میں منشیات اسمگلنگ کرنے کے جرم میں پکڑے گئے جرمن حکومت نے انہیں جیل بھیج دیا۔ بالآخر ایران حکومت نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کسی طرح انہیں باعزت ایران بلالیا، جب کہ اقتدار خمینی کے ابتدائی تین سالوں کے دوران منشیات کی اسمگلنگ کا جرم لگا کر ایران میں ایک ہزار چارسو افراد قتل کیے گئے۔[2]

خمینی صاحب کے انقلابی نوجوان اپنے جمہوریہ اسلامیہ کے صدر جمہوریہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور جسے خمینی صاحب کے خلاف دیکھتے ہیں اسے قتل کرڈالتے ہیں، انقلاب کے ابتدائی ایام میں شاہی دور کے جنرل نصیری اور اسی طرح کے چار اور آدمیوں کے قتل میں ایسا ہی ہوا۔ کہ محکمۂ ثوریہ نے پانچ اہم افراد کے قتل کا فیصلہ کردیا۔ اور صدر بازرگان مہندس کو خبر تک نہیں دی۔[3]

انہوں نے اپنی ذمّہ داری کا احساس کرتے ہوئے جب اس پر مواخذہ کیا، اور خمینی صاحب سے استصواب کیا تو، انہوں نے اس فیصلے پر عمل درآمد میں تاخیر کو اپنی اور اپنے حامیوں کی توہین سمجھی ——— اور غضبناک ہو کر چیخے:

"لاؤ مجھے بندوق دو اس فیصلے کی تنفیذ میں خود کروں اور ان مجرموں

[1] الثورۃ البائسۃ ص۱۴۴ ، [2] ایضاً [3] ایضاً ص۱۹۹

کو موت کے گھاٹ اتار دوں"

چنانچہ ان کے حامی نوجوانوں نے اسی وقت ان سب کو خمینی صاحب کی اقامت گاہ مدرستہ الرفاہ کے صحن میں گولیوں سے اڑا دیا۔"[1]

انقلاب کے بعد ۱۹۸۳ء تک عادلانِ انقلاب نے چالیس ہزار آدمیوں کو قتل کی سزا دی، جن میں ہزاروں ایسے لڑکے اور لڑکیاں تھیں جو سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے، اس محکمہ کے ذریعہ حاملہ عورتوں اور مشکوک لوگوں کو بھی قتل کرنے میں دریغ نہیں کیا گیا ——— جن لوگوں کے حق میں بھی انہوں نے پھانسی یا قتل کا فیصلہ کیا ان میں سے آج تک کسی ایک کو بھی معاف نہیں کیا۔ اس گروپ نے ۱۹۸۳ء تک ۴۵ ہزار افراد کے مال واسباب اور جائدادیں ضبط کیں[2]

عاملانِ انقلاب کا یہ کام ہے کہ وقت بے وقت جب چاہیں جس کے گھر پر حملہ کردیں، مکان کی تلاشی لیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس ثبوت نہیں پاتے ہیں انہیں اپنی مرضی کے مطابق نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک پاتے ہیں تو اپنے دفتر میں پکڑ لاتے ہیں اور بدترین سزا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ روایت قابلِ غور ہے کہ عادلان انقلاب کے رئیس جس کی سرکردگی میں ایران کی سرزمین خون ناحق سے لالہ زار ہو رہی ہے۔ اس نے جناب خمینی صاحب کے پاس یہ تجویز پیش کی کہ نابالغ اور کمسن قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے ان کی تربیت وغیرہ کا کوئی بندوبست کردیا جائے ——— اور بوڑھوں ——— کے بارے میں یہ کہ انہیں قتل اور پھانسی کے بجائے قید میں ڈال دیا جائے۔ خمینی صاحب نے ان دونوں باتوں کو لایعنی قرار دے کر مسترد کردیا۔ اور بدستور قتل اور پھانسی کی سزا برقرار رکھی گئی[3] ایرانی شہر بندرعباس کے خمینی نواز قاضی نے خمینی صاحب کے مخالفوں کو مفسدین فی الارض

[1] الثورۃ البائسۃ ص۲۷ [2] ایضاً ص۱۲۹ [3] ایضاً ص۱۳۶

قرار دے کر انہیں قتل کرنے اور ان کے متعلقین و اقربا۔ کی جائداد و اموال بحق حکومت ضبط کرنے کا فیصلہ جاری کیا۔ کردیوں کی تحریک کو دبانے کے لئے خمینی صاحب کے انقلابیوں میں سے خلخالی کی معیت میں ایک گروپ کردستان گیا۔ اور پہنچتے ہی تیس ۳۰ قیدیوں کو جیل سے نکال کر قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس پر انہی میں کے ایک شخص نے کہا خدا سے ڈرو! جن لوگوں کے تم نام تک نہیں جانتے، اور جن کے جرم کے حال کا بھی تمہیں پتہ نہیں انہیں قتل کا حکم دے رہے ہو۔ خلخالی نے کہا۔ لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔

بہرحال بہت گفت و شنید کے بعد تیس کے بجائے دس آدمیوں کو قتل کیا گیا۔ جن میں معلمات اور ۱۲ سال سے کم عمر کے بچے بھی تھے [1]

پاسداران انقلاب کے نام سے ایران بھر میں جناب خمینی صاحب کے حامیوں کی جو ٹولی دندناتی پھر رہی ہے اس سے۔ جس اسلامی جمہوریہ کا نفاذ ہو رہا ہے۔ آپ ذرا اس کا بھی مطالعہ کریں۔ اور اندازہ لگائیں کہ آوارہ خصلت، اور جنسی اوباشی میں حد انتہا کو پہنچا ہوا یہ گروہ ایک ہنستے کھیلتے ملک کو کس راہ پر لگا رہا ہے۔ یہ وہ پاسداران ہیں جن سے ایرانی بہو بیٹیوں کی عزتیں اور آبروئیں تک محفوظ نہیں رہیں جیلوں کے اندر لڑکیوں اور عورتوں کی عزتیں لوٹنا عام تماشا بن کر رہ گیا ہے۔

خود شیعہ مذہب کے رہنما مجتہد الرضا الزنجانی نے اپنے ایک خطبے میں روتے روتے یہ کہا کہ آج ایران کی جیلوں میں جو بدقماشی عام ہے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پاسداران انقلاب — ان قیدی عورتوں کی جانیں ہی ضائع نہیں کرتے بلکہ ان کی عزتیں بھی لوٹتے ہیں۔

ایرانی قوم میں یہ واقعہ مشہور عام ہے۔ جب ایک دوشیزہ کو مہینوں جیل میں رکھنے کے بعد اسے قتل کر دیا گیا — اور اس کے کپڑے اور کچھ سامان لڑکی

[1] الثورة البائسة ص ۱۲۵

کے والدین کو ملے تو سامان میں سے اس کی ایک قمیص برآمد ہوئی جس کے دامن پر مقتولہ نے یہ لکھ چھوڑا تھا:

"ابا جان افسوس! ان پاسداران انقلاب نے سات بار میری عزت لوٹی ہے اور اب میں بلا کسی جرم و خطا کے قتل گاہ کی طرف لے جائی جا رہی ہوں [1]"

درندگی اور وحشت انگیزی کا ایسا ہی ایک واقعہ اور بہت مشہور ہے جس سے اس سرزمین کی پاکیزہ روحیں مضطرب ہو اٹھیں — پاسداران انقلاب کے چار سپاہی کسی کو گرفتار کرنے کے واسطے اس کے گھر میں گھس پڑے۔ وہ شخص نہیں ملا۔ گھر میں اس کی بیوی اور بیٹی تھیں — جمہوریہ اسلامیہ ایران کے مجاہدین کی کارستانی دیکھئے کہ ان چاروں جنسی درندوں نے باری باری ماں کے روبرو بیٹی کی چادر عصمت کو تار تار کیا۔ وہ لڑکی اس حادثہ کو برداشت نہ کر سکی اور اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی — اس کا علاج ایران کے اندر اور باہر کئی جگہ کرایا گیا مگر وہ صحتیاب نہ ہو سکی۔ اور اسی بدحواسی میں ایک روز چھت سے گر کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی [2]

شہر یزد کے قاضی کی عدالت میں پاسداران انقلاب کے ایک سپاہی کے خلاف مقدمہ دائر ہوا کہ اس نے فلاں شخص کے مکان پر حملہ کر کے مال و اسباب لوٹنے کے ساتھ ساتھ شخص مذکور کی بیوی کے ساتھ منہ بھی کالا کیا۔ قاضی نے اس سپاہی کو سزا سنائی کہ اسے پھانسی دی جائے — اس فیصلہ کے خلاف پاسداران انقلاب نے زبردست مظاہرہ کیا — تا آنکہ جناب خمینی صاحب نے اپنے ایک انقلابی نوجوان کے خلاف فیصلہ دینے کے جرم میں خود قاضی مذکور ہی کو معزول کر دیا۔

پاسداران انقلاب جیلوں اور دوسرے مقامات پر جن لڑکیوں کی آبروئیں برباد کرتے ہیں اور ان کی عزت و عصمت سے کھیلتے ہیں — بعد میں چند سکے پھینک

[1] الثورة البائسة ص ۱۹۵ [2] ایضاً ص ۱۹۶

فتوے

دیتے ہیں ـــ یا ان کے قتل کے بعد ان کے والدین کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ ہم نے تو متعہ کیا تھا ـــ اور یہ رہی اس کی اُجرت [1]

اب ذرا دعویدارانِ انقلابِ اسلامی ـــ کلیجے پر ہاتھ رکھ کر، انصاف کی کہیں کہ ـــ اگر اسی کا نام اسلامی اور دینی انقلاب ہے تو شیطانی، طاغوتی اور نفسانی انقلاب کسے کہتے ہیں ـــ ؟

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

---

[1] شیعہ مذہب میں متعہ صرف یہ نہیں کہ ایک مباح اور جائز شے ہے بلکہ متعہ ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کے بارے میں ان لوگوں کی بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں۔ ایک شیعی تفسیر کے اندر متعہ کی فضیلت کے بارے میں راوی نے حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے العیاذ باللہ یہ لکھا ہے کہ:

"جو شخص ایک بار متعہ کرے وہ امام حسین کا درجہ پائے گا اور جو دو دفعہ کرے وہ امام حسن کا۔ جو تین دفعہ متعہ کرے وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا۔ اور جو چار دفعہ متعہ کرے وہ میرا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ) درجہ پائے گا"

(تفسیر منہج الصادقین ج ۱ ص ۳۵۶)

فتوے

مقالہ کے ایک حصہ "قرآن اور صحابہ امام خمینی کی نظر میں" کے اندر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک مکاشفہ اور امام احمد رضا قادری علیہما الرحمہ کا ایک فتویٰ نقل کیا گیا تھا ——— یہاں چند اور فتاوے مجملاً نقل کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان فرقہ روافض کے بارے میں غفلت و لاعلمی کا شکار نہ ہوں۔

"شیعہ تحریف قرآن، عصمت ائمہ، توہین ملائکہ وغیرہ عقائد باطلہ کے باعث اسلام و ایمان سے خارج، اور کافر ہیں۔ اس گروہ نے کفر کو اختیار کر لیا۔ اسلام کو ترک کر دیا۔ اور ایمان میں تفرقہ اندازی کی"

(غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ غنیہ ج ا ص۲۳)

سیف قادریت امام احمد رضا قادری قدست اسرارہم کا فتویٰ ہے:

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے، کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے ....

جو ان کے ملعون عقیدہ پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین، خود کافر بے دین ہے۔

اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں، جو ان کے لئے مذکور ہوئے مسلمانوں

پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں۔ اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنّی بنیں وباللہ التوفیق الخ (ردالرفضۃ)

عارف باللہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں:

"جس شخص یا فرقے میں یہ (شیعوں والے) اوصاف ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضاء الحب للہ والبغض للہ خلط ملط ہونا اور راہ و رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا جمہور مسلمین کے نزدیک کافر ہے" (آفتاب ہدایت ص۲۷۵)

دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی کا فتویٰ ہے:

"شیعہ اپنے عقائد کی بناء پر خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ لہٰذا ان سے مراسم اسلامیہ ۱ مناکحت کرنا، ۲ ان کا ذبیحہ استعمال کرنا ۳ ان کا جنازہ پڑھنا ۴ ان کو اپنے جنازے میں شریک کرنا ۵ قربانی میں ان کو شریک کرنا ۶ ان کو اپنے نکاحوں میں گواہ بنانا ۷ ان سے مسجد کے لئے چندہ لینا وغیرہ۔ ترک کرنا واجب ہے۔ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج اور انہی کے مثل کافر ہے۔ فھو کافر مثلھم فقط واللہ تعالیٰ اعلم" مسعود احمد عفا اللہ عنہ

مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں

"شیعہ واقعی کافر ہیں کیونکہ وہ قذف اُمّ المؤمنین اور سبّ الشیخین کے علاوہ تحریف فی القرآن کے قائل ہیں کما فی کتبھم"

حقیقی چہرہ

حقیقی چہرہ

علامہ اجل امام محمد یوسف النبہانی قدس سرہٗ اپنی کتاب "جامع کرامات الاولیاء" میں اولیاء اللہ کے طبقات اور اقسام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت الشیخ سیدی محی الدین ابن عربی (متوفی ۶۳۶ھ) کے حوالے سے رجبی بزرگوں کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ ہر دور میں چالیس ہوتے ہیں، عظمت الٰہی سے حال ان پر طاری رہتا ہے۔ یہ افراد ہوتے ہیں —— انہیں رجبی اس لئے کہتے ہیں کہ اس مقام کا حال رجب کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک طاری رہتا ہے۔ پھر یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر رجب آتا ہے تو اس حال کا اعادہ ہوتا ہے یہ مختلف شہروں میں بکھرے ہوتے ہیں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ —— مگر دوسرے سالکان راہ سے کم ہی لوگ انہیں پہچان سکتے ہیں ان میں کے کچھ حضرات یمن شام، اور دیار بکر میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔"

اسی ضمن میں علامہ نبہانی ایک رجبی بزرگ کا حیرتناک کشف تحریر کرتے ہیں:

"حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ دیار بکر کے شہر ونسیر میں مجھے ایک رجبی ملے تھے ان کے علاوہ اور کسی سے ملاقات نہیں ہو سکی —— حالانکہ مجھے ان کی زیارت کا بہت شوق تھا —— کچھ رجبیوں پر رجبی کیف کی علامات سال بھر باقی رہتی ہیں —— جن صاحب کو میں نے دیکھا تھا، ان پر سارا سال رافضیوں کا کشف باقی رہتا تھا —— وہ کشفی حالت میں انہیں خنزیر کی شکل میں دیکھتے —— اگر کوئی مستور الحال رافضی ان کے سامنے آجاتا تو آپ فوراً فرما دیتے کہ "توبہ کرو تم رافضی ہو" اور رافضی جس کے حال کا علم کسی کو نہ ہوتا وہ حیران رہ جاتا —— اب اگر وہ آپ کے کہنے پر توبہ کر لیتا اور یہ توبہ سچی ہوتی —— تو آپ اسے انسان دیکھتے —— مگر صرف زبانی تائب ہونے والا اگر اپنے عقائد فاسدہ کو

دل میں چھپائے رہتا تو اسے آپ مکاشفاتی کیفیت میں خنزیر ہی دیکھتے۔ اور فرماتے تو جھوٹا ہے۔ یونہی اگر اپنی توبہ میں سچا ہوتا تو آپ اس کی بھی تصدیق کر دیتے —— اس کیفیت کے باعث رافضی اپنے رفض کو چھوڑ دیتا۔ اس ضمن میں دو اچھے خاصے عدل و شرع کے پابند شافعی حضرات سے بھی ان کا سابقہ پڑا۔ جو رافضی نہیں تھے اور نہ روافض کے خاندان ہی سے ان کا کوئی تعلق تھا۔ وہ بڑے عقلمند تھے، انہوں نے کبھی اپنے خیالات کا اظہار بھی نہیں کیا تھا مگر وہ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کے بارے میں رافضیوں جیسا عقیدہ رکھتے تھے۔ جب وہ دونوں ان رجبی بزرگ کے سامنے آئے تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کو مجلس سے نکال دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے باطن رجبی بزرگوں کے سامنے رکھ دیئے جو خنزیر کی شکل کے تھے رافضیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہی علامت و شکل مقرر فرما رکھی ہے ان دونوں کا گمان تھا کہ روئے زمین کا کوئی فرد ان کے باطن کو نہیں جانتا۔ عوام میں وہ متبع سُنّت اور شاہد و عادل مشہور تھے دونوں نے اس سلسلہ میں آپ سے احتجاج کیا —— آپ نے فرمایا —— میں تو تمہیں خنزیر ہی دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور میرے درمیان اس مذہب رفض کو ماننے والوں کی یہی علامت متعین ہے، یہ بات سُن کر انہوں نے دل ہی دل میں توبہ کر لی۔ آپ نے فوراً فرمایا —— اب تم نے توبہ اختیار کی اور اس مذہب سے رُجوع کر لیا، کیونکہ میں تمہیں نگاہ کشف میں انسان دیکھ رہا ہوں۔ وہ دونوں حیرت زدہ رہ گئے —— اور

آپ کے روبرو رب تعالیٰ سے استغفار و انابت کرنے لگے"۔

(جامع کرامات الاولیاء اردو ج ۱ ص ۲۳۳ تا ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور سنہ ۱۹۸۲ء)

یہ ہے دور حاضر کے نام نہاد آیۃ اللہ و حجۃ اللہ امام خمینی اور ان کے ہم مذہب حضرات شیعہ کی اصل تصویر۔ جو ان کی گستاخی و بدعقیدگی کے سبب رُوحانیت کے صاف آئینہ میں نظر آرہی ہے۔

لہٰذا چند سکوں یا معمولی دُنیوی مفاد کے پیش نظر ان سے راہ و رسم، خلط ملط یا ان کی تائید و ہمدردی میں لگ کر اہل ایمان اپنی ایمانی و اسلامی حقیقت بھی العیاذ باللہ کہیں کھو نہ بیٹھیں۔ کیونکہ ع

صحبت بد سے بگڑ جاتے ہیں اچھے اطوار

اور حضرت مولانا ئے روم فرماتے ہیں ؎

یار بد بدتر بود از مار بد

وفاقِ علمائے شیعہ کا اشتہار

وفاق علماء شیعہ کا اشتہار

۲۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو "وفاق علماء شیعہ پاکستان" کی طرف سے، ان کے عقائد، اصول و فروع پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ جس پر ہند و پاک کے ۱۲ شیعہ مجتہدوں اور مفتیوں کی تصدیقات ہیں۔ پہلے متن پھر مصدقین کے نام لکھے جاتے ہیں:

• ابتدائیہ: امام معصوم کے نام سے ابتدا کی جاتی ہے۔

• سلامٌ علیکم ایہا المومنون والمومنات۔

• ہمارا کلمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ، وخلیفۃ بلا فصل۔ (ماخوذ الجامع الکافی)

اصول دین (یہ عقائد ہیں عملیات نہیں ہیں) • توحید • عدل • نبوت • امامت، امام معصوم ہے نبی کی طرح، امام پر فرشتے آتے ہیں۔ اور فرشتے احکام لاتے ہیں۔ سنت کے حساب سے تمام امام نبی محمد صلعم کے برابر ہیں اور تمام امام سابقہ تمام انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ (باب الحجت الجامع)

قیامت سے قبل رجعت ہوگی، جس میں امام مہدی تمام صحابی و ناصبی (سنیوں سے بدلہ لیں گے) وہ اپنے تمام فیصلے شریعت داؤدی کے مطابق کریں گے۔

• فروع دین (یہ عملیات ہیں) نماز (کوئی فرض نہیں ہے) واجب ہے، انفرادی نماز کا ثواب نماز جماعت سے زیادہ ہوتا ہے (۲) روزہ (واجب ہے) (۳) حج (واجب ہے) وقوف مزدلفہ واجب ہے، (۴) زکوٰۃ (واجب ہے) غیر شیعہ کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ صرف شیعہ کو دینے سے ادا ہوگی۔ کیونکہ صرف شیعہ (مومنین و مومنات) ہی پاک ہیں اور سب ناپاک نجس۔ (۵) خمس یا سہم امام (یہ امام کا حق ہے) امام غائب ہو تو مجتہد کو ملے گا۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ۔ (۶) جہاد (امام غائب ہونے کی بناء پر معطل ہے) (۷) امر بالمعروف (۸) نہی عن المنکر (۹) تولّا (اہل بیت سے دوستی اور ان کے شیعوں سے بھی دوستی رکھنا (۱۰) تبرا (اہل بیت کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دشمنوں کے جو دوست ہیں ان سے بھی دشمنی رکھنا۔

اصولِ عقائد ملتِ جعفریہ (خاص ارکان دین) فقہ جعفریہ کے مطابق شرع میں کوئی شرم نہیں ہے۔ چنانچہ ہم صاف صاف کھل کر، اور واضح طور پر اپنی فقہ کے مذہبی عقائد بیان کرتے ہیں۔

• بدأ (صرف امامت کی تقسیم کے معاملہ میں اللہ سے بھول چوک ہو جانا) (جامع الکافی، باب البدأ)

• قرآن (پورا قرآن اماموں کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور جو کہے کہ پورا قرآن اس نے جمع کیا وہ جھوٹا ہے۔ (امام باقر۔ اصول کافی)

موجودہ قرآن کا نسخہ مشکوک ہے۔ سارا قرآن امام علی کے پاس تھا جو اب امام غائب مہدی کے پاس ہے۔

• غم حسین میں رونا گناہوں کے بخشوانے کا باعث ہے۔

• کتمان (دین کو چھپانا) دین کو چھپاؤ اور جو ہمارے دین کو چھپائے گا۔ خدا اسے سرفراز کرے گا اور جو دین کو ظاہر کرے گا خدا اس کو ذلیل رسوا کرے گا۔ (امام جعفر، باب الکتمان۔ الجامع الکافی۔ اصول کافی) لیکن ہم نے اب کیوں ظاہر کیا، وہ اس لئے کہ ہم سے وضاحت طلب کی گئی ہے۔ اور اب جواب دینا ہی ہمارا فرض بنتا ہے۔ اس لئے مذہب ظاہر کرنا پڑا ہے۔

• تقیہ (اصل بات دل میں چھپا کر زبان سے کچھ اور ظاہر کرنا۔

● تبرا: شیعہ مذہب اور فقہ جعفریہ کا یہ اہم ترین جزو ہے یعنی غیر شیعوں سے اظہار نفرت کرنا خواہ وہ کوئی بھی ہوں چاہے صحابی تک بھی۔

● فلاں فلاں اور فلاں / اول ثانی وثالث یہ خاص الفاظ ہیں، ہر شیعہ کو ان کے معنی ومطلب کا اچھی طرح علم ہے اس لئے وضاحت کی ضرورت نہیں۔

● نجس اور پلید (ہم تو تمام قادیانیوں کے برابر سمجھتے ہیں، بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث کو، کیونکہ یہ سب نجس اور پلید ہیں۔ جب کہ شیعہ ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔

● تمتع (متعہ) کسی شیعہ مومن اور مومنہ کا کچھ رقم یا کسی اور شئے کے معاوضہ پر، کچھ وقت یا زیادہ وقت پر خفیہ خاص جنسی تعلق قائم کرنا عین ثواب کیونکہ متعہ کے لئے نہ گواہوں کی ضرورت ہے۔ نہ اس میں طلاق ہوتی ہے نہ نان نفقہ ہوتا ہے۔ نہ حقوق زوجیت کی طرح باہم وراثت ہوتی یہ صرف مذہبی طور پر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہے۔

● متعہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) انفرادی متعہ (کنوارہ یا غیر کنوارہ مومن کسی کنواری یا غیر شوہر والی (مطلقہ یا متنازعہ) مومنہ سے جب چاہے معاملہ کر کے، انفرادی طور پر متعہ کر کے ثواب کما سکتا ہے۔

(۲) اجتماعی متعہ (کنوارے مومنین یا غیر کنوارے مومنین، صرف یا کچھ مومنہ سے جب چاہیں معاملہ کر کے، کچھ وقت یا زیادہ وقت کے لئے، اجتماعی متعہ کر سکتے ہیں کہ یہ اجتماعی ثواب کا باعث ہوگا۔ (باب المتعہ۔ جامع الکافی)

لا مجال للشزہ فی صحتہ الکتب۔ وما علینا الا البلاغ

وفاق علماء شیعہ پاکستان۔ خدام ملت جعفریہ: مجتہد مولانا محمد حسن نقوی مجتہد علامہ عقیل ترابی، علامہ طالب جوہری، علامہ عباس حیدر علی، علامہ مفتی

نصیر الاجتہادی۔ پروفیسر علی رضا، علامہ مرزا احمد علی، مفتی سید محمد جعفر، مولانا سید محمد مہدی (بھارت) علامہ محمد باقر زیدی (بمبئی) علامہ سید جادت، مولانا عارف حسین حسینی۔

شرعی ذمہ داری:۔ ملت جعفریہ کے تمام شیعان علی کے مومنین ومومنات (جذبۂ امامیہ سے سرشار) پر فرض ہے کہ وہ اس دعوت دین مبین کی تشہیر و تبلیغ بذریعہ فوٹو کاپی، طباعت یا خود پڑھ کر ثواب حاصل کریں۔

فدائیان حرمت امام معصومؑ (خدام شیعان علیؑ) اثنا عشری

رضویہ سوسائٹی ... کراچی

[illegible]

مسئلہ: [illegible]

[illegible]

وفاق علماء شیعہ پاکستان (کراچی)

فون نمبر ۲۰۱۰۹۰-۳۲۲۳۳۲

الجواب

"امام حسینؑ ہمارے سارے اعمال دیکھ رہے ہیں۔"

فقہ جعفریہ کی مستند کتاب بصیرہ امامت میں درج ہے کہ امام جعفرؑ کے دو فرزند تھے، ایک امام اسمٰعیل اور دوسرے امام موسیٰ کاظمؑ تھے۔ امام اسمٰعیل کا انتقال امام جعفرؑ کی زندگی ہی میں ہوا اور ان کے جنازہ کی نماز امام جعفرؑ نے پڑھائی، یہی ثابت ہوا کہ اسمٰعیلیوں کا سلسلہ امامت ... [illegible]

[illegible]

وفاق علماء شیعہ پاکستان

[illegible]

شیعان علیؑ (اثنا عشریہ) ملت جعفریہ کا ایک ہی مطالبہ، فقہ جعفریہ نافذ کرو

[illegible]

[illegible]

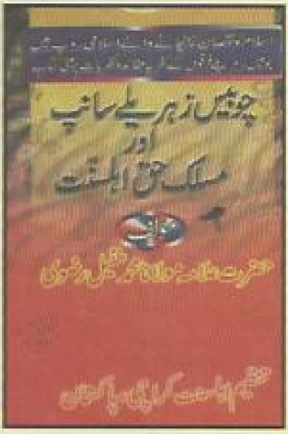

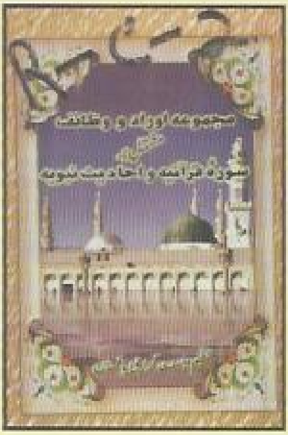

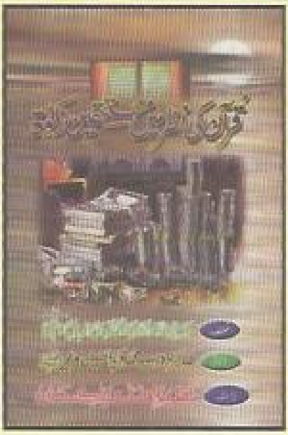

ناشر

تنظیم اهلسنت